دینی شعور اور سماجی آگہی کا نقیب علمی تحقیقی مجلّہ

سہ ماہی **# شعور و آگہی** لاہور

اکتوبر تا دسمبر 2011ء • ذی قعدہ تا محرم 33 - 1432ھ • جلد نمبر 03 • شمارہ نمبر 04 • رجسٹرڈ نمبر S 370

www.rahimia.org

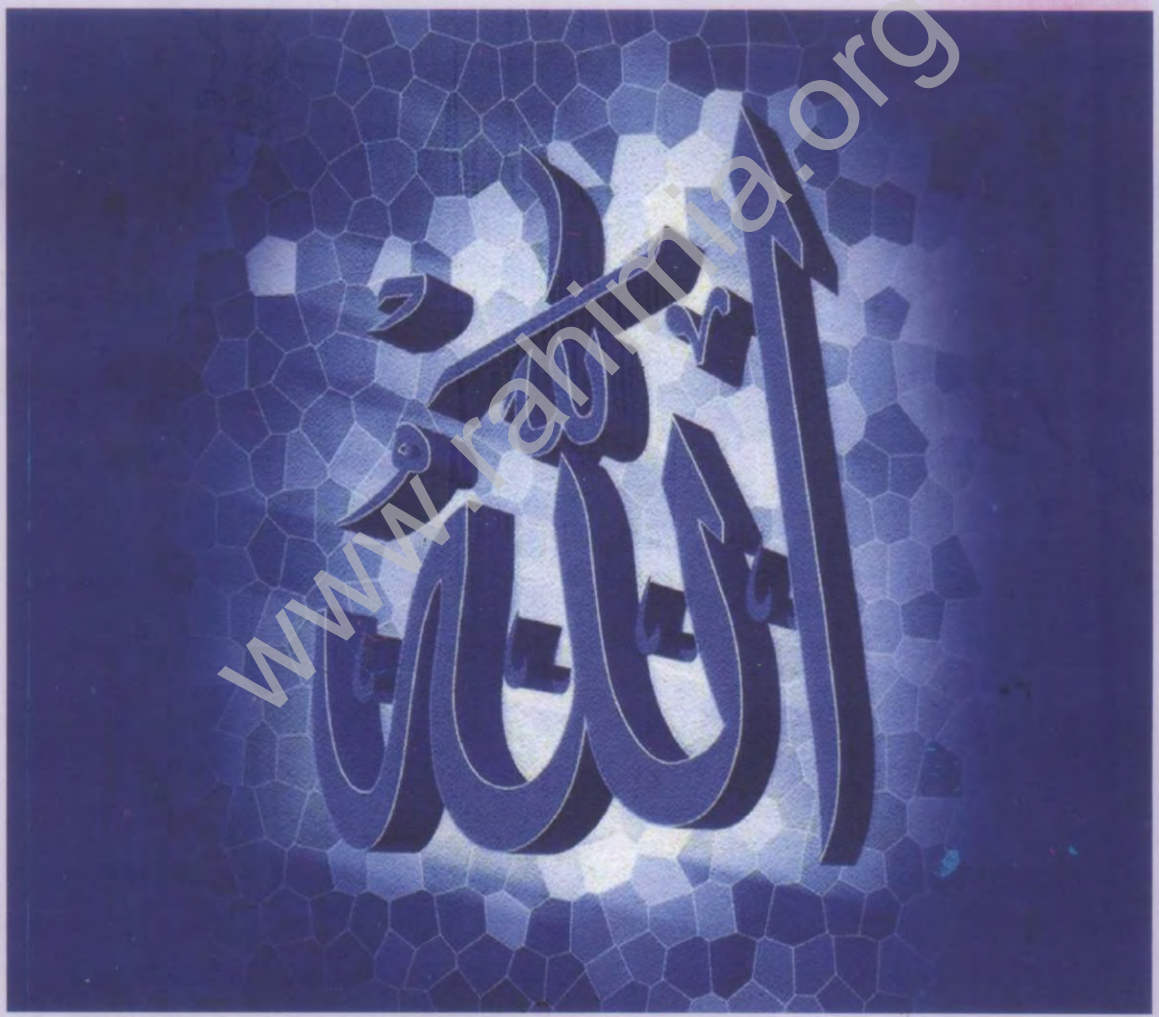

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ ٹرسٹ رجسٹرڈ

قرآنِ حکیم کے اساسی انقلابی اصولوں کی اہمیت

قرآنِ حکیم انسانی سماج میں اپنے نظامِ فکر و عمل کے مطابق سماجی تبدیلی پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس کا مقصد دیگر تمام ناقص اور ادھورے افکار و خیالات اور نظام ہائے حیات میں تبدیلی پیدا کرکے انسانی معاشرے کی اجتماعی ترقی کی راہ کھولنا ہے۔ اس تناظر میں قرآن حکیم نے انسانیت کے باہمی تعلقات اور تعلق مع اللہ کے بارے میں واضح قوانین، احکامات، قواعد و ضوابط اور عملی نظامِ حیات کی نشان دہی کی ہے۔ اور دیگر مذاہب اور افکار و خیالات اور تصورات میں جو کمی کوتاہی یا ان کے حاملین میں رویوں کی جو خرابی رہی اُس کی نشان دہی کی ہے۔ اس طرح اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ قرآن حکیم کا بیان کردہ نظامِ فکر و عمل ہی وہ واحد ضابطۂ حیات ہے، جو انسانی سماج کی دُنیوی اور اُخروی ترقی کے لیے لازمی اور ضروری ہے۔

سورتِ فاتحہ قرآن حکیم کی سب سے پہلی سورت اور اس کا دیباچہ ہے۔ اس سورت کا ایک نام "الأســـاس" بھی ہے۔ اس طرح یہ سورت نہ صرف قرآن حکیم کا افتتاحیہ ہے، بلکہ اس سورت میں انسانی سماج کی تشکیل کے بنیادی اساسی اصولوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ پورا قرآن حکیم انھی اساسی اصولوں کی تشریح و تفصیل ہے۔ قرآن حکیم کے مجموعی مطالعے کے لیے ضروری ہے کہ سورتِ فاتحہ میں بیان کردہ اساسی اصولوں کو پیشِ نظر رکھا جائے۔

(قرآنی انقلاب کے اساسی اصول۔ صفحہ:60)

دینی شعور اور سماجی آگہی کا نقیب علمی، تحقیقی مجلّہ

سہ ماہی شعور و آگہی لاہور

اکتوبر تا دسمبر 2011ء / ذی قعدہ تا محرم 33-1432ھ | جلد نمبر 03 شمارہ نمبر 04 | رجسٹرڈ نمبر S-370

زیرِ سرپرستی
حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ

مجلسِ ادارت

مدیر	مدیر اعلیٰ	صدرِ مجلس
محمد عباس شاد	مفتی عبدالخالق آزاد	پروفیسر ڈاکٹر سعید الرحمٰن

مشاورت

- مفتی عبدالمتین نعمانی — بورے والا
- پروفیسر ڈاکٹر محمد افضل — سعودی عرب
- مفتی عبدالقدیر — چشتیاں
- پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالمقیت شاکر علیمی — کراچی
- مفتی عبدالغنی قاسمی — لاہور
- پروفیسر ڈاکٹر ابرار محی الدین — بہاولپور
- مفتی محمد مختار حسن — نوشہرہ
- پروفیسر ڈاکٹر تاج افسر — اسلام آباد
- ڈاکٹر سید لیاقت علی شاہ معصومی — سکھر
- پروفیسر محمد سعید اختر — اسلام آباد
- مولانا عبداللہ عابد سندھی — شکارپور
- پروفیسر قاضی محمد یوسف — حسن ابدال
- مولانا محمد ناصر — جھنگ
- پروفیسر ڈاکٹر محمد جہانگیر — لاہور

قیمت فی شمارہ: 100 روپے | سالانہ زرِ تعاون: 400 روپے

شعبہ مطبوعات
ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور
رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
PH:0092-42-36307714 / 36369089 web: www.rahimia.org

مدیر اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر دفتر سہ ماہی مجلّہ "شعور و آگہی"، رحیمیہ ہاؤس 33/A کوئینز روڈ، لاہور سے شائع کیا۔

گلدستۂ مضامین

اداریہ: حرفِ اول — مدیرِ اعلیٰ — 03

تاریخی سلسلۂ اسناد
برصغیر میں دینی رہنماؤں کا تاریخی تسلسل (4)
"سبیل الرّشاد" کا اردو ترجمہ
تحریر و تصنیف: امامِ انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ
ترجمہ و تحقیق: مفتی عبدالخالق آزاد — 05

مطالعۂ قرآنیات
قرآنی انقلاب کے اساسی اصول
(ولی اللّٰہی تعلیمات کی روشنی میں سورتِ فاتحہ کا مطالعہ)
ترتیب و تحقیق: مفتی عبدالخالق آزاد — 60

مطالعۂ سیرتِ نبویؐ
قرآنی فکر کی انسانیت گیر تشکیل میں سیرتِ نبویؐہ کی ناگزیریت
تحریر: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن — 102

تعارف مقالہ نگار

- مفتی عبدالخالق آزاد

  ناظمِ اعلیٰ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

- ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

  پروفیسر موسیٰ پاک شہید چیئر، بہاؤالدین زکریا یونی ورسٹی، ملتان

www.rahimia.org

اداریہ

حرفِ اول

انسانی معاشرے کی درست تشکیل کے لیے ایک ایسے عالم گیر فکر کی ضرورت ہوتی ہے، جس کی اساس پر سوسائٹی کے تمام افراد میں وحدتِ فکری اور سماجی ہم آہنگی پیدا ہو سکے۔ سوسائٹی کے درمیان وحدتِ فکر و عمل پیدا کیے بغیر انسانی زندگی کی شیرازہ بندی اور اس کی درست نشو و ارتقا ناممکن ہوتی ہے۔ افراد کی انفرادی زندگی کو اجتماعی شکل دینے کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ ایک سوسائٹی میں بسنے والے افراد ایک مرکزی فکر اور اس کے اساسی اصولوں پر متفق ہوں۔ اور اس فکر کی روشنی میں اپنی سماجی اقدار متعین کریں۔ یہی سماجی اقدار سیاسی، معاشی اور سماجی تشکیل کی آئینہ دار اور اس کی اجتماعی صورت گری کی بنیاد ہوتی ہیں۔

قرآنِ حکیم ایک ایسی کتابِ ہدایت ہے، جو انسانی سماج کی درست تہذیب و تشکیل کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کا موضوع خدا پرستی اور انسان دوستی رہا ہے۔ قرآن حکیم انسانی سماج کو زیرِ بحث لاتا ہے اور انسانی زندگی کی دنیاوی اور اُخروی فلاح و بہبود کے درست اصول متعین کرتا ہے۔ مسلمان ایک ایسی جماعت کا نام ہے، جو ان اصولوں سے آگاہی حاصل کر کے انھیں اپنی زندگی کا دستورالعمل بناتی ہے۔ اسے اس بات کا پختہ یقین و اذعان ہوتا ہے کہ ان اصولوں کی روشنی میں انسانی سماج تشکیل دینے سے ہی انسانی سوسائٹی آگے بڑھے گی۔ اس لیے وہ نہ صرف ان اصولوں کا فہم و شعور حاصل کرتی ہے، بلکہ انھیں اجتماعی سطح پر اپنے دائرۂ عمل میں لانے کے لیے سرگرم ہو جاتی ہے۔ اس کی فکری تگ و تاز اور عملی جہد و کردار اسی کام کے لیے وقف ہو کر رہ جاتے ہیں۔

قرآنِ حکیم کی تعلیمات کے تناظر میں انسانی سوسائٹی کے بہترین اصولوں کی درست تفہیم کے لیے ہر دور کے علمائے ربانیین، مفسرین، محدثین اور فقہا محققین نے کوششیں کی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آخری دور میں قرآن حکیم کے فہم کے لیے جن عظیم لوگوں نے کردار ادا کیا ہے، ان میں حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے خانوادے کا کردار انتہائی نمایاں ہے۔ بلاشبہ حضرت شاہ صاحبؒ نے **''الفوز الکبیر فی اصول التفسیر''** لکھ کر اصولِ تفسیر کا جامع تعارف کرایا ہے اور اپنے دور کی عام فہم زبان فارسی میں قرآن حکیم کا ترجمہ کر کے قرآنی علم و فکر اور عمل و کردار کی درست تفہیم کی ہے۔ پھر ان کے صاحبزادگان نے قرآنِ حکیم کے اردو تراجم اور تفسیریں لکھی ہیں۔ اس جماعت کے تسلسل سے وابستہ اہم افراد میں حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ ہیں، جنھوں نے اردو ترجمہ اور تفسیری نکات کے ذریعے قرآنی علوم و معارف کو عام فہم بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

www.rahimia.org

انھیں حضرات کے تربیت یافتہ امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے مسلسل پچاس سال قرآن حکیم کی تعلیم وتعلّم میں گزار دیے۔ آپؒ نے اس حوالے سے خصوصی طور پر غور وفکر کیا کہ قرآنِ حکیم انسانی سماج کی تشکیل کے کن بنیادی اصولوں و ضابطوں کی وضاحت کرتا ہے اور انسانی سماج کی تشکیل میں قرآنی تعلیمات کیا رہنمائی دیتی ہیں۔ اس لیے کہ یہ دور مجموعی طور پر انسانی زندگی کے سماجی زوال کا ہے۔ اس دور میں اجتماعی حوالے سے انسانیت سماجی ذلت اور رُسوائی میں مبتلا ہے۔ سیاسی غلامی اور اقتصادی تباہی اس کے سر پر منڈلا رہی ہے۔ ہر جگہ سماجی ناانصافی، سیاسی آمریت اور اقتصادی ظلم و جبر کا چلن عام ہے۔ ایسے ماحول میں سماجی انصاف، سیاسی آزادی اور معاشی خوش حالی کے لیے قرآن حکیم کے اصولوں سے رہنمائی لینا یقیناً روحِ عصر کا تقاضا اور جدید دور کی پکار ہے۔

اس تناظر میں حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے قرآن حکیم پر غور وفکر کیا اور ولی اللّٰہی علوم و افکار کو سامنے رکھ کر انھوں نے قرآن حکیم کی تفسیر وتشریح کی ہے۔ ولی اللّٰہی علوم و معارف اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے تفسیری نکات کی روشنی میں ترتیب دیا ہوا ایک اہم مقالہ اس شمارے میں ''**مطالعۂ قرآنیات**'' کے تحت ''قرآنی انقلاب کے اساسی اصول'' کے عنوان سے پیش کیا جارہا ہے۔ اس میں ولی اللّٰہی علوم و معارف کی روشنی میں سورتِ فاتحہ کے مطالعے کے نتائج پیش کیے گئے ہیں۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کی کامیابی کے لیے چند اہم اور بنیادی اصولوں کا تعارف کرایا ہے۔ اور ایک مسلمان کو دعا کے طور پر سکھلایا گیا ہے کہ وہ ان اصولوں کو حرزِ جان بنائے۔ نیز اس سورت کے ذریعے بہترین اصولوں پر پختہ یقین و اذعان پیدا کرنے کی دعوت دی ہے۔ اس سورت میں بیان کردہ یہ بنیادی اصول ہی سماجی تشکیل کی اساس ہیں۔ اور پورا قرآنِ حکیم ان اساسی اصولوں کی تشریح ہے۔

دوسرے اہم ترین مقالے کا عنوان ''قرآنی فکر کی انسانیت گیر تشکیل میں سیرتِ نبویؐہ کی ناگزیریت'' ہے۔ یہ مقالہ قرآنی فکر کی انسانیت گیر تشکیل کے لیے سیرتِ نبویؐہ کی اہمیت اور ناگزیریت کو واضح کرتا ہے۔ قرآن حکیم پر عمل کے لیے ضروری ہے کہ انسانی سماج کی درست تشکیل کے لیے سیرتِ نبویؐہ کو معیار مانا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنی اصولوں کو عمل میں لانے کے لیے جو بہترین حکمتِ عملی اور طریقۂ کار اختیار کیا ہے، اسے پیش نظر رکھا جانا نہایت ضروری ہے۔ خاص طور پر اس دور میں جب کہ قرآنی علوم اور افکار پر ہر آدمی نے ذاتی طور پر عمل کے طور طریقے اختیار کیے ہوئے ہیں اور اجتماعیت کی بجائے انفرادیت کا مرض غالب آچکا ہے، ایسے ماحول میں ضروری ہے کہ اجتماعی نقطۂ نظر سے سیرتِ نبویہؐ کا مطالعہ کیا جائے۔ اس مقالے میں اسی حوالے سے سیرتِ نبویؐہ کے مطالعے کے اہم نکات پیش کیے جارہے ہیں، جو قرآنی تعلیمات کی درست تفہیم کے لیے انتہائی ناگزیر حیثیت رکھتے ہیں۔

اس شمارے میں مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی کتاب ''**التمہید**'' کے ترجمے کی چوتھی قسط بھی پیش کی جارہی ہے۔ جو ''**سبیل الرشاد**'' کی دوسری اور تیسری ''**قسم**'' پر مشتمل ہے۔ اور جس میں ہندوستان کی تاریخ کے چھٹے سے نوویں دور تک کی تاریخ کا تاریخی تحلیل و تجزیہ اور ان ادوار کے علما کی اسانید پیش کی گئی ہیں۔ (مدیر اعلیٰ)

تاریخی سلسلۂ اسناد

برصغیر میں دینی رہنماؤں کا تاریخی تسلسل

''سبیل الرّشاد'' کا اردو ترجمہ

تصنیف و تالیف: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ

ترجمہ و تحقیق: مفتی عبدالخالق آزاد

www.rahimia.org

(4)

امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی کتاب ''التمهيد لتعريف آئمة التجديد'' کے تیسرے حصے ''سبیل الرّشاد'' کا اُردو ترجمہ پیش خدمت ہے۔ مولانا سندھیؒ نے اس حصے میں ہندوستان کی تاریخ کے بارہ ادوار متعین کرتے ہوئے دینی علوم و معارف اور ان کے سیاسی اثرات و نتائج کے تاریخی تسلسل کی نشان دہی کی ہے۔ خاص طور پر ائمہ مجددین کے تجدیدی کردار کے مختلف پہلوؤں اور ان کے سلسلۂ اسناد کے تاریخی تسلسل کی وضاحت کی ہے۔ اور علوم و معارف کے میدان میں جن علمائے ربانیین، محدثین، مفسرین اور بلند مرتبت سیاسی رہنماؤں نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے اور تجدیدی کردار ادا کیا، اس کو پورے تسلسل اور تاریخی ترتیب کے ساتھ مولانا سندھیؒ نے ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔

یہ کتاب ایک مقدمے اور آٹھ اَقسام پر مشتمل ہے۔ ہر ایک ''قِسم'' کے ذیل میں ابواب ہیں۔ اور ہر ''بـــاب'' کے ذیل میں انواع کا تذکرہ ہے۔ اور پھر ہر ''نــوع'' کئی فصلوں پر مشتمل ہے۔ اس طرح اختصار کے ساتھ اس کتاب میں ولی اللّٰہی مشائخ کے تاریخی تسلسل اور ان کے سلسلۂ سند کی وضاحت کی ہے۔ اور فقہا، محدثین، مفسرین، صوفیا، علمائے ربانیین، فلاسفہ و حکما وغیرہ کے تمام سلسلہ ہائے اسناد کا تسلسل بیان کیا گیا ہے۔ یوں یہ کتاب سینکڑوں علما و مشائخ اور مجتہدین کی سوانح کا مرقع ہے۔ اور ہندوستان میں اسلام کے غلبے کے تیرہ سو سال کے تاریخی تسلسل کی نشان دہی کرتی ہے۔

''سبیـل الرشاد'' کی پہلی ''قسم'' کے دونوں ابواب اور اس کے ''خـاتـمه'' کا ترجمہ گزشتہ تین اقساط میں شائع کیا جا چکا ہے۔ اس شمارے میں دوسری اور تیسری ''قسم'' کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔ جس میں چھٹے دور (790ھ/ 1388ء تا 855ھ/ 1451ء) سے لے کر نوویں دور (1036ھ/ 1627ء تا 1118ھ/ 1707ء) کے زمانے کا تاریخی تجزیہ اور ان ادوار کے علما کی اسانید کا بیان ہے۔

دوسری قسم: نوویں دور: 1036ھ/1627ء تا 1118ھ/1707ء کے علما کی اسانید

ہندوستان میں بسنے والے لوگوں کی تاریخ میں یہ زمانہ (1036ھ/1627ء تا 1118ھ/1707ء) اسلام کے ادوار میں سب سے بہترین دور ہے۔ سلطان شہاب الدین محمد شاہ جہاں ''صاحبقرانِ ثانی'' نے تختِ سلطنت پر بیٹھتے ہی پہلے سال لوگوں کو بادشاہوں کے سامنے سجدۂ تعظیم کرنے سے منع کردیا تھا۔ (1) یہ امامِ ربانی شیخ احمد سہرندیؒ کی تجدیدی کام کے اثر کو قبول کرنے کی سب سے بڑی ظاہری دلیل ہے۔ اس کے بعد سلطان شاہ جہاںؒ ہمیشہ شریعتِ اسلام رائج کرنے اور جو کچھ پہلے فساد ہوچکا تھا، اس کی اصلاح کرنے میں لگے رہے۔ یہاں تک کہ اُن کے بعد ان کے بیٹے امام مجدد سلطان محی الدین محمد عالم گیرؒ آئے اور انھوں نے اس تجدیدی کام کی تکمیل کی۔ اس طرح انھوں نے اپنی سلطنت کو ـــ جو ہندوستان کے تمام علاقوں پر مشتمل تھی ـــ علمی اور عملی حوالے سے دینی بنادیا۔

علامہ (غلام علی بلگرامی) آزادؒ ''مآثر الکرام'' میں لکھتے ہیں کہ:

> ''حقیقت یہ ہے کہ اکبر بادشاہ کے زمانے میں اسلام کی بنیاد میں کمزوری اور کوتاہی نے راستہ پیدا کرلیا تھا۔ صاحبقرانِ ثانی (سلطان شاہ جہاںؒ) نے ازسرِنو قوانینِ شریعت کی بنیاد رکھی اور سلطان اورنگ زیب عالم گیرؒ نے اُسے مکمل کیا۔ اِن دونوں بادشاہوں ـــ حق تعالیٰ انھیں اپنی پناہ میں رکھے ـــ نے اسلامیانِ ہند پر اپنا ایک بہت بڑا حق ثابت کردیا ہے۔'' اِنتھیٰ (2)

ہم نے اس دور (1036ھ تا 1118ھ) کے ائمہ میں سے امامِ ربانی (شیخ احمد سرہندیؒ) کو ایک امام مانا ہے۔ اگرچہ ان کی وفات (اس دور کے شروع ہونے سے) دوسال پہلے 1034ھ (1624ء) میں ہوگئی تھی۔ اس لیے کہ اگر اس دور میں امامِ تجدید کے طور پر ان کا تذکرہ نہ کیا جائے تو اس دور کے تجدیدی کام کی رونق ختم ہوکر رہ جائے گی۔ اور اگر ہم ان کا تذکرہ آنے والے باب (اگلے دور) میں کریں تو اُن کی اولاد اور ان کے متبعین کا سلسلۂ اسانید اچھے طریقے پر منظّم انداز میں مرتب نہیں ہوسکتا۔

بابِ اوّل: امام ولی اللہ (دہلویؒ) کی نوویں دور کے علما کی اسانید

پہلی نوع: امام ولی اللہ دہلویؒ کی امام رضی الدین محمد باقی (باللہ) دہلویؒ کے فیض یافتہ حضرات کی اسانید

فصل (1): امامِ ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سہرندیؒ کی اسانید

میں کہتا ہوں: امام ولی اللہ دہلویؒ نے امامِ ربانی (شیخ احمد سرہندیؒ) کے بارے میں کہا ہے کہ:

''آپؒ سے مؤمن کے علاوہ اور کوئی محبت نہیں رکھتا۔ اور آپؒ سے سوائے منافق کے کوئی بغض نہیں رکھتا۔'' (3)

(اس سے معلوم ہوا کہ) امام ربانی (مجدد الف ثانیؒ) کی محبت، دین و اخلاص کے شعائر میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اُن لوگوں میں سے بنائے، جو حق کی اتباع کرنے والے ہیں اور اولیاء اللہ سے محبت رکھتے ہیں اور باطل سے دور بھاگتے اور اللہ کے دشمنوں سے بغض و عداوت رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے ہم اس بات کی پناہ مانگتے ہیں کہ اُن لوگوں میں شامل ہونے سے بچائے رکھے، جن کی مذمت اللہ تعالیٰ نے اپنے اس قول میں کی ہے:

''وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِۦ'' (4)

''اور جب ان کے پاس پہنچتی ہے کوئی خبر امن کی یا ڈر کی، تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں۔''

بلکہ ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں اُن لوگوں میں سے بنائے، جن کے بارے میں اللہ نے کہا ہے:

''وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰٓ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنۢبِطُونَهُۥ مِنْهُمْ'' (5)

''اور اگر اس کو پہنچا دیتے رسول تک اور اپنے حاکموں تک تو تحقیق کرتے اس بات کی، جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں۔''

اس آیت کی روشنی میں اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں سے بنائے، جو ہر ممکن حد تک ہو، معاملات کی صحیح تحقیق کرتے اور درست استنباط و اجتہاد کرتے ہیں۔ اور جہاں انھیں مشکل پیش آتی ہے، تو وہ (معاملات اور علوم پر گرفت رکھنے والے) مجتہدین کے استنباط و اجتہاد اور فہم و بصیرت پر اعتماد کرتے ہیں۔

امام شاہ ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد ابوالفیض شیخ عبدالرحیم دہلویؒ سے، وہ (شیخ) سید عبداللہ قاریؒ (6) سے، اور وہ شیخ آدم بنوریؒ (7) سے اور وہ امامِ ربانی (حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد ابوالفیض (شیخ عبدالرحیم دہلویؒ) سے، وہ شیخ عبداللہ بن امام رضی الدین محمد باقیؒ (8) سے اور وہ امامِ ربانی (حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں شیخ محمد افضل دہلویؒ (9) سے، وہ شیخ عبدالاحد سرہندیؒ (10) سے، وہ اپنے والد (شیخ محمد سعید سرہندیؒ) سے، وہ اپنے والد امامِ ربانی (حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں شیخ محمد افضل دہلویؒ سے، وہ شیخ حجۃ اللہ سرہندیؒ (11) سے، وہ اپنے والد (شیخ محمد معصوم سرہندیؒ) سے، وہ اپنے والد اِمامِ ربانی (حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ) سے روایت

کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں شیخ محمد دلیل افغانیؒ سے، وہ شیخ محمد موسیٰ افغانیؒ سے، وہ امام محمد معصومؒ سے اور وہ اپنے والد امامِ ربانی (مجدد الف ثانیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (2): (مجموعۂ اسانید شیخ رفیع الدین محمد بن قطب العالم دہلویؒ)

یہ فصل امام رضی الدین محمد باقی (خواجہ باقی باللہ) دہلویؒ کے اصحاب میں سے شیخ رفیع الدین (محمد) بن قطب العالم بن امام عبدالعزیز دہلوی (بحر مواجؒ) تک کی اسانید میں ہے۔ (12)

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد ابوالفیض (شیخ عبدالرحیم دہلویؒ) سے، وہ اپنی والدہ بنت شیخ رفیع الدین (محمد دہلویؒ) سے اور وہ اپنے والد امام رفیع الدین دہلویؒ سے روایت کرتی ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد ابوالفیض (شیخ عبدالرحیم دہلویؒ) سے، وہ اپنے بھائی (شیخ) ابوالرضا محمد (دہلویؒ) سے، وہ شیخ عبداللہ بن محمد باقی (خواجہ باقی باللہ دہلویؒ) سے، اور وہ امام رفیع الدین دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد ابوالفیض (شیخ عبدالرحیم دہلوی) بن (شیخ) وجیہ الدین دہلویؒ سے، وہ شیخ عبداللہ بن محمد باقی (باللہ دہلویؒ) سے اور وہ امام رفیع الدین دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد ابوالفیض (شیخ) عبدالرحیم (دہلوی) بن وجیہ الدین دہلویؒ سے اور وہ خرقِ عادت (روحانی) طریقے سے امام رفیع الدین دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (3): (مجموعۂ اسانید شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ)

یہ فصل گیارہویں صدی کے مجدد شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ تک کی اسانید میں ہے۔ جو امام رضی الدین محمد باقی (خواجہ باقی باللہ) دہلویؒ کے اصحاب میں سے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد ابوالفیض (شیخ عبدالرحیم دہلویؒ) سے اور وہ (شیخ) عبداللہ بن سعد اللہ لاہوریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں شیخ ابوطاہر مدنی (کردیؒ) سے، وہ اپنے والد شیخ ابراہیم کردیؒ سے، وہ (شیخ) عبداللہ بن سعد اللہ لاہوریؒ سے، وہ (شیخ) عبداللہ لبیب لاہوریؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) علامہ عبدالحکیم (سیالکوٹی) لاہوریؒ سے اور وہ شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد ابوالفیض (شیخ عبدالرحیم دہلویؒ) سے، وہ شیخ عبداللہ بن محمد باقی دہلویؒ سے، وہ (شیخ) حسام الدین دہلویؒ سے اور وہ شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

www.rahimia.org

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد ابوالفیض (شیخ عبدالرحیم دہلویؒ) سے، وہ (شیخ) علامہ میرزاہد ہروی اکبرآبادیؒ سے، وہ سلطان محی الدین (اورنگ زیب) عالم گیرؒ سے، وہ شیخ محمد یحییٰ بن امام ربانی (مجدد الف ثانی شیخ احمد سہرندیؒ) سے اور وہ شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں معمر (شیخ) محمد سعید لاہوریؒ (13) سے، وہ شیخ محمد عارف لاہوریؒ سے، وہ (شیخ) علامہ عبدالحکیم (سیالکوٹی) لاہوریؒ سے اور وہ شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں شیخ تاج الدین (سنبھلی) مکیؒ سے، وہ امام حسن بن علی عجیمی مکیؒ سے، وہ شیخ محمد حسین بن محمد مؤمن خافی مکیؒ سے اور وہ شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (4): (مجموعۂ اسانید حضرت خواجہ باقی باللہ دہلویؒ وغیرہ)

یہ فصل امام ولی اللہ دہلویؒ کی اُن اسانید کے بیان میں ہے، جو امام رضی الدین (خواجہ باقی باللہ دہلویؒ) اور دیگر علمائے ہند کے اصحاب تک ہیں۔ یہ اسانید، وہ اپنے والد امام ابوالفیض (شیخ عبدالرحیم دہلویؒ) اور شیخ محمد افضل دہلویؒ کے سلسلے سے روایت کرتے ہیں۔

(امام) ابوالفیض (شیخ عبدالرحیم دہلویؒ) روایت کرتے ہیں اپنے بھائی (شیخ) ابوالرضا (دہلویؒ) سے اور وہ شیخ عبداللہ بن محمد باقی دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(امام) ابوالفیض (شیخ عبدالرحیم دہلویؒ)، شیخ عبداللہ بن امام محمد باقی المشہور ''خواجہ خوردؒ'' سے روایت کرتے ہیں۔

(امام) ابوالفیض (شیخ عبدالرحیم دہلویؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) علامہ محقق میرزاہد ہروی اکبرآبادیؒ سے اور وہ اپنے والد قاضی میر محمد اسلم ہرویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(امام) ابوالفیض (شیخ عبدالرحیم دہلویؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) علامہ میرزاہد ہرویؒ سے اور وہ (شیخ) علامہ محمد فاضل بدخشی لاہوریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(امام) ابوالفیض (شیخ عبدالرحیم دہلویؒ) روایت کرتے ہیں شیخ ابوالقاسم اکبرآبادیؒ سے، وہ شیخ ولی محمد اکبرآبادیؒ سے اور وہ امیر ابوالعلا اکبرآبادیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(امام) ابوالفیض (شیخ عبدالرحیم دہلویؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) امیر نورالعلا اکبرآبادیؒ سے اور وہ اپنے والد (شیخ) امیر ابوالعلا اکبرآبادیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(امام) ابوالفیض (شیخ عبدالرحیم دہلویؒ) روایت کرتے ہیں شیخ عظمت اللہ اکبرآبادیؒ سے، وہ اپنے والد شیخ عبداللطیف (اکبرآبادی) سے اور وہ اُن کے دادا شیخ بدرالدین اکبرآبادیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(امام) ابوالفیض (شیخ عبدالرحیم دہلویؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) عبداللہ بن سعداللہ لاہوریؒ سے، وہ شیخ

www.rahimia.org

عبداللہ لبیب (لاہوریؒ) سے، اور وہ اپنے والد (شیخ) علامہ عبدالحکیم سیالکوٹیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(امام) ابوالفیض (شیخ عبدالرحیم دہلویؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) عبداللہ بن سعداللہ لاہوریؒ سے اور وہ (شیخ) قطب الدین نہروالی مکیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ محمد افضل (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں شیخ حجۃ اللہ سہرندیؒ سے اور وہ اپنے والد امام محمد معصوم سہرندیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ محمد افضل (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں شیخ عبدالاحد سہرندیؒ سے اور وہ اپنے والد امام محمد سعید سہرندیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

دوسری نوع: امام ولی اللہ دہلویؒ کی حرمین شریفین وغیرہ کے علما کی اسانید

فصل (1): امام ولی اللہ دہلویؒ کے شیخ المشائخ اور فقہ حنفی کے امام مسند (شیخ) حسن بن علی عجیمی مکیؒ کی اسانید کا مجموعہ

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں شیخ تاج الدین مکی حنفیؒ اور شیخ ابوطاہر مدنی شافعیؒ سے اور یہ دونوں حضرات امام مسند (شیخ حسن بن علی عجیمی مکیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

سید مرتضیٰ (زبیدیؒ) روایت کرتے ہیں شیخ محمد حیات سندھیؒ سے، وہ شیخ ابوالحسن (کبیر) سندھیؒ سے اور وہ امام مسند (شیخ حسن بن علی عجیمی مکیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

سید مرتضیٰ (زبیدیؒ) بلگرامیؒ روایت کرتے ہیں شیخ محمد بن علاؤالدین مزجاجیؒ سے اور وہ امام مسند (شیخ حسن بن علی عجیمی مکیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

سید مرتضیٰ (زبیدیؒ) روایت کرتے ہیں مصطفیٰ نابلسیؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن احمد عقیلہؒ سے اور وہ امام مسند (شیخ حسن بن علی عجیمی مکیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

سید مرتضیٰ (زبیدیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) خیرالدین سورتیؒ سے، وہ (شیخ) ابوالمکارم ہندیؒ سے، وہ (شیخ) تاج الدین قلعیؒ سے اور وہ امام مسند (شیخ حسن بن علی عجیمی مکیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) مصطفیٰ رحمتی (دمشقی مدنیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) صالح (بن ابراہیم) جنینیؒ سے اور وہ امام مسند (شیخ حسن بن علی عجیمی مکیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) عمر بن عبدالکریم (مکیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) ابوالفتح بن محمد بن حسن بن علی عجیمیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ محمد بن حسن) سے، وہ اپنے دادا امام مسند (شیخ حسن بن علی عجیمیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) عمر بن عبدالکریم مکیؒ، (شیخ) اسماعیل بن ادریس رومیؒ اور (شیخ) محمد عابدؒ تینوں روایت کرتے ہیں (شیخ)

www.rahimia.org

عبدالملک بن عبدالمنعم بن تاج الدین قلعیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ عبدالمنعمؒ) سے، وہ اپنے والد (شیخ تاج الدینؒ) سے اور وہ امام مسند (شیخ حسن بن علی عجیمی مکیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

امام محمد راشد سندھیؒ (پیر جو گوٹھ والے) (14) روایت کرتے ہیں (شیخ) عارف فقیر اللہ جلال آبادی (شکارپوری) سندھیؒ سے، وہ (شیخ) عبدالقادر صدیقی (مکیؒ) سے اور وہ امام مسند (شیخ حسن بن علی عجیمیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) محمد عابد سندھیؒ روایت کرتے ہیں اپنے چچا (شیخ) محمد حسین (بن محمد مراد سندھیؒ) (15) سے، وہ اپنے والد (شیخ) محمد مراد سندھیؒ سے، وہ (شیخ مخدوم) محمد ہاشم (ٹھٹھوی) سندھیؒ سے، وہ (شیخ) عبدالقادر صدیقی (مکیؒ) سے اور وہ امام مسند (شیخ حسن بن علی عجیمی مکیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) محمد عابد (سندھیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد حسین (سندھیؒ) سے، وہ (شیخ) ابوالحسن صغیر (سندھیؒ) سے، وہ (شیخ) محمد حیات سندھیؒ سے، وہ (شیخ) ابوالحسن کبیر (سندھیؒ) سے اور وہ امام مسند (شیخ حسن بن علی عجیمی مکیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) محمد عابد (سندھیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) یوسف بن محمد بن علاؤ الدینؒ (16) اور (شیخ) صدیق بن علیؒ سے، یہ دونوں حضرات (شیخ) محمد بن علاؤ الدینؒ سے اور وہ امام مسند (شیخ حسن بن علی عجیمی مکیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

عبیداللہ (سندھی) روایت کرتا ہے (شیخ) نور الحسینؒ سے، وہ (شیخ) عبدالحفیظ عجیمیؒ سے، وہ (شیخ) عبدالقادر سے، وہ (شیخ) محمد عارف بن محمد جمالؒ سے اور وہ امام مسند (شیخ حسن بن علی عجیمی مکیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

(امام المسند شیخ) ابوالاسرار حسن بن علی عجیمیؒ فقہائے احناف کی ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں، ان میں: (شیخ) احمد بن محمد مخزنجی مدنیؒ، (امام المسند شیخ) محمد صادق بن احمد بن محمد مکیؒ، (شیخ) ابراہیم بن حسین بیری مکیؒ، (شیخ) محمد حسین بن محمد مؤمن خافی مکیؒ، (شیخ) عبدالخالق ہندیؒ، (شیخ) خیر الدین رملیؒ، (شیخ) عبداللہ بن محمد نحریریؒ، (شیخ) احمد بن عمر شویریؒ، (شیخ) عبدالفتاح خاصؒ، (شیخ) حسن بن عمار شرنبلالیؒ، (شیخ) شہاب الدین خفاجیؒ، (شیخ) احمد بن امین الدین بن عبدالعالؒ، (شیخ) محمد بن کمال الدین بن حمزہ حسینیؒ، (شیخ) عبدالرحیم خاصؒ، (شیخ) عبدالغنی نابلسیؒ، (شیخ) علاؤ الدین محمد بن علی حصکفیؒ، (شیخ) احمد بن محمد حمویؒ، (شیخ) عمر مشرقیؒ، (شیخ) محمد سروریؒ، (شیخ) محمد شریف بن صدیق کردیؒ ہیں۔

فصل (2): علمائے حنفیہ کی اسانید کا بیان

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد (امام) ابوالفیض (شیخ) عبدالرحیم دہلویؒ سے، وہ احناف

کے شیخ، شیخ خیرالدین رملیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد ابوالفیض (شیخ عبدالرحیم دہلویؒ) سے، وہ (شیخ) میر محمد زاہد ہرویؒ سے، وہ (شیخ) علامہ محمد فاضل بدخشانی لاہوریؒ (17) سے اور وہ شیخ جمال الدین لاہوریؒ (18) سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں شیخ اسعد بن عبداللہ بن شمس الدینؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ عبداللہؒ) سے اور وہ اپنے دادا شیخ شمس الدین عتاقی مکی حنفیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) تاج الدین قلعیؒ سے، وہ امام (حسن بن علی) عُجیمیؒ سے، وہ (شیخ) محمد صادقؒ اور (شیخ) ابراہیم بیریؒ سے اور یہ دونوں حضرات (شیخ) عبدالرحمٰن بن عیسیٰ مرشدیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ تاج الدین) قلعیؒ سے، وہ امام (حسن بن علی) عُجیمیؒ سے، وہ (شیخ) احمد بن محمد مخزنجی مدنی سے اور وہ (شیخ) عبداللہ حضرمی مدنیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ تاج الدین) قلعیؒ سے، وہ امام (حسن بن علی) عُجیمیؒ سے، وہ (شیخ) عمر مشرقیؒ (19) اور (شیخ) محمد سروریؒ سے اور یہ دونوں حضرات (شیخ) خیرالدین رملیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ تاج الدین) قلعیؒ سے، وہ امام (حسن بن علی) عُجیمیؒ سے، وہ (شیخ) احمد بن عمر شویریؒ سے اور وہ (شیخ) عمر بن نجیم (مصریؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ تاج الدین) قلعیؒ سے، وہ امام (حسن بن علی) عُجیمیؒ سے، وہ (شیخ) احمد بن محمد مکی حمویؒ سے اور وہ (شیخ) شہاب الدین خفاجیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ تاج الدین) قلعیؒ سے، وہ امام (حسن بن علی) عُجیمیؒ سے، وہ (شیخ) محمد حسین بن محمد مؤمن خافیؒ سے اور وہ شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں:

(الف) (شیخ) تاج الدین قلعیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) عبدالمحسن قلعیؒ سے، وہ (شیخ) حسن بن عمار شرنبلالیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(ب) (شیخ) منصور منصوریؒ سے، اور وہ (شیخ) سلیمان منصوریؒ سے، وہ (شیخ) عبدالحیؒ شرنبلالیؒ سے اور وہ (شیخ) حسن (بن عمار) شرنبلالیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں شیخ عبدالغنی نابلسیؒ (20) سے، وہ اپنے والد شیخ اسماعیل نابلسیؒ سے، وہ (شیخ) احمد شویریؒ سے اور وہ (شیخ) عمر قاریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں شیخ عبدالغنی نابلسیؒ سے، وہ (شیخ) محمد محبیؒ سے اور وہ (شیخ) علاؤالدین بن محمد حصکفیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (3): شافعی اور مالکی وغیرہ علما کی اسانید

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد ابوالفیض (شیخ) عبدالرحیم دہلویؒ سے اور وہ امام مسند (شیخ) محمد بن علا بابلی شافعیؒ (21) سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) ابوطاہر مدنی شافعیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) ابراہیم کردیؒ، (شیخ) حسن (بن علی) عُجیمیؒ، (شیخ) احمد نخلیؒ اور (شیخ) عبداللہ بصریؒ سے اور یہ چاروں حضرات (امام مسند شیخ محمد بن علا شافعی) بابلیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد ابوالفیض (شیخ عبدالرحیم دہلویؒ) سے، وہ شیخ ابراہیم کردیؒ سے، وہ (شیخ) احمد قشاشیؒ سے اور وہ (شیخ) احمد شناوی شافعیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں شیخ ابوطاہر مدنی شافعیؒ سے، وہ اپنے والد امام مجدد شیخ ابراہیم کردی شافعیؒ سے، اور وہ ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں، جس میں: (شیخ) محمد شریف کورانیؒ، (22) (شیخ) عبدالکریم کورانیؒ، (23) (شیخ) سلطان بن احمد مزاحیؒ، (24) (شیخ) نجم محمد بن محمد دمشقیؒ، شیخ امام احمد قشاشیؒ اور امام محمد بن علا بابلیؒ وغیرہ، شامل ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) عبدالرحمٰن بن احمد نخلیؒ سے، وہ اپنے والد شیخ احمد بن محمد نخلی شافعیؒ سے، اور وہ ایک جماعت (25) سے روایت کرتے ہیں، جس میں:

(شیخ) عبدالرحمٰن بن احمد مکناسیؒ، (شیخ) محمد بن عمر بن یحییٰ ردینی یمنیؒ، (شیخ) عبداللہ بن سعید باقشیر مکیؒ، (شیخ) محمد بن علا بابلیؒ، (شیخ) منصور بن عبدالرزاق طوخیؒ، (شیخ) احمد بن عبداللطیف بشیشیؒ، (شیخ) یحییٰ بن محمد بن محمد بن ابوالبرکاتؒ، (شیخ) عیسیٰ بن محمد جعفری مالکیؒ، (شیخ) ابراہیم کردیؒ، (شیخ) محمد بن محمد بن علان صدیقی مکیؒ، (شیخ) نور علی بن ابوبکر انصاری مکیؒ، (شیخ) احمد بن محمد بن احمد بناء مصریؒ، (شیخ) احمد بن سلیمان قرشی مصری مالکیؒ، (شیخ) احمد بن محمد بن عبدالرحمٰن ادریسیؒ، (شیخ) عبدالعزیز بن محمد بن عبدالعزیز زمزمیؒ، (شیخ) زین العابدین بن عبدالقادر طبری مکیؒ، (شیخ) عبداللہ دیری مصریؒ، (شیخ) محمد بن محمد شرنبلالی شافعیؒ، (شیخ) عبدالمالک بن محمد مغربی مالکیؒ، (شیخ) احمد بن عبدالعزیز مالکیؒ، (شیخ) عبداللہ بن علی سقافؒ، (شیخ) سید عامر بن نعمت اللہ قادریؒ، (شیخ) عبدالرحمٰن بن علی یمنیؒ، (شیخ) سعید بن محمود بلخی اکبرآبادیؒ اور (شیخ) عیسیٰ بن کنان صالحی حنبلیؒ شامل ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) عمر بن احمد بن عقیل مکیؒ سے، وہ اپنے دادا (شیخ) حافظ عبداللہ

www.rahimia.org

بن سالم بصری شافعیؒ سے، اور وہ ایک جماعت سے روایت کرتے ہیں، جس میں: (شیخ) محمد بن علا بابلیؒ، (شیخ) ابراہیم کردیؒ، (شیخ) محمد بن محمد بن سلیمان مغربیؒ، (شیخ) یحیٰ بن محمد شاویؒ، (شیخ) عیسیٰ بن محمد جعفریؒ، (شیخ) عبداللہ بن سعید باقشیریؒ، (شیخ) علی شبراملسیؒ، (شیخ) منصور طوخیؒ، (شیخ) علی بن جمال مکیؒ، (شیخ) امام زین الدین طبریؒ، (شیخ) امام علی بن عبدالقادر طبریؒ اور (شیخ) سید سعداللہ ہندیؒ (26) شامل ہیں۔

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد بن وفداللہ مکی مالکیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) حافظ محمد بن محمد بن سلیمان مغربی، مکی، دمشقی، مالکیؒ سے اور وہ درجِ ذیل مشائخ سے روایت کرتے ہیں:

(شیخ) ابوعبداللہ محمد بن محمد بن علی بن غازی عثمانیؒ، (شیخ) ابومہدی عیسیٰ مراکشیؒ، (شیخ) ابوالحسن علی اجھوریؒ، (شیخ) شہاب (الدین) خفاجیؒ، (شیخ) احمد بن سلامت قلیوبیؒ، (شیخ) محمد بن عمر شوبریؒ، (شیخ) محمد بن بدرالدین بلبانی صالحیؒ، (شیخ) محمد بن کمال الدین بن حمزہؒ، (شیخ) خیرالدین رملیؒ، (شیخ) حافظ (محمد بن علا) بابلیؒ، (شیخ) محمد بن مرابط دلائیؒ، (شیخ) برہان ابراہیم میمونیؒ، (شیخ) سلطان (بن احمد) مزاحیؒ، (شیخ) سعید قدورۃ جزائریؒ، (شیخ) محمد بن سعید سوسیؒ، (شیخ) ابوعبداللہ محمد بن ناصر درعیؒ۔

اور اسی طرح امام ولی اللہ دہلویؒ روایت کرتے ہیں شیخ ابوطاہر محمد بن ابراہیم بن حسن کردی مدنی شافعیؒ سے، اور وہ روایت کرتے ہیں: اپنے والد (شیخ ابراہیمؒ)، (شیخ حسن بن علی) عجیمیؒ، (شیخ احمد) نخلیؒ، (شیخ عبداللہ) بصریؒ، (شیخ محمد) ابن سلیمان مغربیؒ، (شیخ) شمس محمد برزنجیؒ، (شیخ) ابوحامد بدیریؒ، (شیخ) سید احمد ادریسیؒ، (شیخ) عبدالمالک تجموعیؒ، (شیخ) محمد سعید کوکنیؒ، (شیخ) یونس بن یونس صعیدیؒ، (شیخ) محمد بن داوٗد عنانیؒ، (شیخ) احمد بناء دمیاطیؒ، اور انھیں (شیخ) عبداللہ بن سعداللہ لاہوریؒ (27) کی اجازتِ عامہ حاصل ہے۔ اور وہ (شیخ) ابوسعود فارسیؒ اور ان کے بیٹے سے، یہاں تک کہ (شیخ) زید عبدالرحمٰن بن عبدالقادرؒ اور (شیخ) علی طولونیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

باب (2): اس دور کے اُن ائمہ کی اسانید میں، جو امام ولی اللہ دہلویؒ کے سلسلۂ سند سے نہیں ہیں

پہلی نوع: امام حبیب اللہ بن محمد مظہر جانِ جاناں دہلویؒ کی اسانید

(امامِ ربانی مجدد الف ثانیؒ کا) ''طریقۂ احمدیہ، مجددیہ'' ــــ جس کا نام ''قطبیہ'' یا ''قیومیہ'' بھی ہے ــــ کی امامتِ کبریٰ کا سلسلہ امامِ ربانی (مجدد الف ثانیؒ) کی اولاد میں امام محمد زبیرؒ تک جاتا ہے، جو کہ امام حجۃ اللہ بن امام محمد معصوم (بن امام ربانی مجدد الف ثانیؒ) کے پوتے ہوتے ہیں۔

ان کے بعد یہ طریقہ امام محمد مظہر علوی دہلویؒ کی جانب منتقل ہوجاتا ہے۔ وہ اپنے دور میں طریقۂ احمدیہ

www.rahimia.org

(مجددیہ) کے ''قیّم'' (نگران) اور سنتِ نبویہ کو زندہ کرنے والے ہیں۔ وہ شیخ محمد افضل (سیالکوٹی) دہلویؒ سے تعلیم حاصل کرنے میں امام ولی اللہ دہلویؒ کے شریک اور ساتھی ہیں۔ اللہ ان سے راضی ہو، وہ اس سلسلۂ (مجددیہ) کے دوسرے طبقے کے اماموں میں سے ہیں۔

آپؒ کے تربیت یافتہ اصحاب میں سے شیخ عبداللہ دہلویؒ (حضرت شاہ غلام علیؒ)، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اس سلسلے کے تیسرے طبقے کے ائمہ میں سے ہیں۔ پھر امام احمد سعید (مجددی دہلویؒ) اور شیخ عبدالغنی (مجددی دہلویؒ) اس سلسلے کے پانچویں طبقے کے ائمہ میں سے ہیں۔ جو کہ ''دیوبندی جماعت'' کے اہم رہنماؤں میں سے ہیں۔

فصل (1): امامِ ربانی (مجدد الف ثانیؒ) کی اولاد کی اسانید

امام محمد مظہر (مرزا مظہر جانِ جاناںؒ) راویت کرتے ہیں شیخ محمد افضل دہلویؒ اور شیخ محمد عابد سنامیؒ سے، اور یہ دونوں حضرات شیخ عبدالاحد (سرہندیؒ) سے اور وہ اپنے والد امام محمد سعید سہرندیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

امام محمد مظہر (مرزا مظہر جانِ جاناں) راویت کرتے ہیں شیخ نور محمد بدایونیؒ سے، وہ شیخ سیف الدین سہرندیؒ اور شیخ محمد محسن دہلویؒ سے، اور یہ دونوں حضرات امام محمد معصوم سہرندیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

امام محمد مظہر (مرزا مظہر جانِ جاناں) راویت کرتے ہیں شیخ محمد افضل دہلویؒ سے، وہ شیخ حجۃ اللہ سہرندیؒ سے اور وہ اپنے والد امام محمد معصوم سہرندیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

امام محمد مظہر (مرزا مظہر جانِ جاناں) راویت کرتے ہیں شیخ سعداللہ دہلویؒ سے، وہ شیخ محمد صدیق سہرندیؒ سے اور وہ اپنے والد امام محمد معصوم سہرندیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

فصل (2): حجاز وغیرہ کے ائمہ کی اسانید

امام محمد مظہر (مرزا مظہر جانِ جاناں) راویت کرتے ہیں شیخ محمد افضل دہلویؒ سے اور وہ شیخ عبداللہ بن سالم بصری، مکی، شافعیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

دوسری نوع: ''مجدّدیّین'' کا تسلسل رکھنے والی اسانید

عبیداللہ (سندھی) راویت کرتا ہے شیخ ابوالشرف عبدالقادر مجددی مکیؒ سے:

(الف) وہ اپنے والد شیخ محمد معصوم (مجددی) مدنیؒ سے، وہ اپنے والد شیخ عبدالرشید (مجددی) مدنیؒ سے، وہ اپنے والد امام احمد سعید (مجددی) دہلویؒ سے اور وہ اپنے والد (شیخ) ابوسعید (مجددی) دہلوی بن صفی القدر بن عزیز القدر بن محمد عیسیٰ بن سیف الدین بن امام محمد معصوم سہرندی (بن امام ربانی مجدد الف ثانیؒ) سے راویت کرتے ہیں۔

www.rahimia.org

(ب) وہ اپنے ماموں شیخ سراج احمد مجددیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) محمد مرشد (مجددیؒ) سے، وہ اپنے والد (شیخ) محمد ارشد (مجددیؒ) سے، وہ اپنے والد (شیخ) محمد فرخ (مجددیؒ) سے اور وہ اپنے والد امام محمد سعید خازن الرحمہ (مجددی) سہرندی (بن امام ربانی مجدد الف ثانیؒ) سے راویت کرتے ہیں۔

عبیداللہ (سندھی) راویت کرتا ہے شیخ الہند (مولانا محمود حسنؒ) سے، وہ امیر (حاجی) امداداللہ تھانوی (مہاجر مکیؒ) سے، وہ امیر نصیرالدین دہلویؒ سے، وہ شیخ محمد آفاق (دہلویؒ) سے، وہ (شیخ) ضیاء اللہ (مجددیؒ) سے، وہ امام محمد زبیر (مجددیؒ) سے، وہ اپنے دادا امام حجۃ اللہ (مجددیؒ) سے اور وہ اپنے والد امام محمد معصوم سہرندیؒ عروۃ الوثقیٰ (بن امام ربانی مجدد الف ثانی) سے راویت کرتے ہیں۔

تیسری نوع: سلسلۂ راشدیہ (قادریہ) کے ائمہ کی اسانید

عبیداللہ (سندھی) راویت کرتا ہے اپنے شیخ ابوالسراج (غلام محمد دین پوریؒ) (28) اور ابوالحسن (تاج محمود امروٹیؒ) (29) سے، یہ دونوں مشائخ راویت کرتے ہیں ہمارے شیخ سیدالعارفین حافظ محمد صدیق سندھیؒ (بھرچونڈی) (30) سے، وہ (شیخ) سید محمد حسن لاہوری سندھیؒ (31) سے اور وہ:

(الف) امام محمد راشد سندھیؒ سے

(ب) اور (شیخ) امیر صبغت اللہ (پیر پگاڑا اول) سندھیؒ (32) سے، وہ اپنے والد امام محمد راشد سندھیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

عبیداللہ (سندھی) روایت کرتا ہے امام رشیدالدینؒ (پیر جھنڈا سوم) سے، وہ اپنے بھائی (شیخ) سید فضل اللہؒ (پیر جھنڈا دوم) سے، وہ اپنے والد (شیخ) سید محمد یٰسینؒ (پیر جھنڈا اول) سے، وہ اپنے والد طریقۂ راشدیہ کے بانی امام (سید) محمد راشد حسینیؒ سے، وہ اپنے والد سید محمد بقا لکیاریؒ (33) سے، وہ شیخ محمد اسماعیل بریالوی سندھیؒ (34) سے، وہ شیخ سعدی لاہوریؒ (35) سے، وہ سلسلۂ احسنیہ کے امام شیخ آدم بنوریؒ سے اور وہ امامِ ربانی (مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ) سے راویت کرتے ہیں۔

چوتھی نوع: سلسلۂ نظامیہ لکھنویہ کے امام، امام قطب الدین سہالویؒ کی اسانید

(شیخ) سید مرتضیٰ بلگرامیؒ راویت کرتے ہیں (شیخ) صبغت اللہ خیرآبادیؒ سے، وہ (شیخ) قطب الدین شمس آبادیؒ سے اور وہ (شیخ) امام قطب الدین سہالویؒ سے راویت کرتے ہیں۔

(شیخ) علامہ بحرالعلوم عبدالعلی لکھنویؒ راویت کرتے ہیں اپنے والد (شیخ) علامہ نظام الدین لکھنویؒ سے اور وہ اپنے والد امام قطب الدین لکھنویؒ سے راویت کرتے ہیں۔

عبیداللہ (سندھی) روایت کرتا ہے (شیخ) ناظرالدین رام پوریؒ سے، وہ (شیخ) عبدالحق خیرآبادیؒ سے، وہ

(شیخ) فضل حق خیر آبادیؒ سے، وہ (شیخ) فضل امام خیر آبادیؒ سے اور وہ اپنے شیخ محبّ اللہ بہاریؒ کی اسانید کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ اور وہ (شیخ) قطب الدین شمس آبادیؒ سے اور وہ امام قطب الدین سہالویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

پانچویں نوع: ''سلسلۂ عُلایہ'' کے امام، امام ابوالعلا اکبر آبادیؒ کی اسانید

(شیخ) سید مرتضٰی بلگرامی راویت کرتے ہیں (شیخ) محمد فاخر الٰہ آبادیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) محمد یحییٰؒ سے، وہ اپنے چچا (شیخ) محمد افضل الٰہ آبادیؒ سے، وہ (شیخ) سید محمد کالبویؒ سے اور وہ امیر ابوالعلا اکبر آبادیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

چھٹی نوع: ''سلسلۂ حقانیہ'' کے امام، شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ کی اسانید

امام ولی اللہ دہلویؒ راویت کرتے ہیں اپنے والد شیخ عبدالرحیم دہلویؒ سے، وہ اپنے بھائی (شیخ) ابوالرضا محمد دہلویؒ سے اور وہ شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ سے راویت کرتے ہیں۔

(شیخ) علامہ بحرالعلوم (عبدالعلی لکھنویؒ) راویت کرتے ہیں اپنے والد (شیخ) علامہ نظام الدین (لکھنویؒ) سے، وہ (شیخ) غلام نقشبند (لکھنویؒ) سے، وہ (شیخ) پیر محمد (لکھنویؒ) سے، وہ شیخ نور الحق دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) سید مرتضٰی بلگرامیؒ راویت کرتے ہیں (شیخ) عبدالرحمٰن بن مصطفٰی عیدروسیؒ سے، وہ (شیخ غلام علی) آزاد بلگرامیؒ سے، وہ (شیخ) عبدالجلیل بلگرامیؒ سے، وہ (شیخ) سید مبارک بلگرامیؒ (36) سے، وہ شیخ نور الحق دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

عبیداللہ (سندھی) روایت کرتا ہے (شیخ) ابوالخیر (احمد بن عثمان بن علی ہندی مکیؒ) سے، وہ (شیخ) لطف اللہؒ سے، وہ (شیخ) عنایت احمد (کاکورویؒ) (37) سے، وہ (شیخ) نور الاسلام حقانیؒ سے، وہ اپنے والد شیخ سلام اللہ دہلویؒ سے، وہ اپنے والد شیخ، شیخ الاسلام دہلویؒ سے، وہ اپنے والد شیخ فخر الدین دہلویؒ سے، وہ اپنے والد شیخ نور الحق دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اور شیخ نور الحق دہلویؒ اپنے والد امام عبدالحق حقانی دہلویؒ سے راویت کرتے ہیں۔

عبیداللہ (سندھی) راویت کرتا ہے اپنے شیخ، شیخ الہند (مولانا محمود حسنؒ) سے، وہ شیخ عبدالغنی (مجددیؒ) سے، وہ شیخ اسماعیل رومیؒ سے راویت کرتے ہیں۔ نیز ہمارے شیخ، شیخ الہندؒ راویت کرتے ہیں (حجۃ الاسلام) مولانا محمد قاسم (نانوتویؒ) سے، وہ (شیخ) عبداللطیف بیروتیؒ سے، یہ دونوں حضرات (شیخ اسماعیل رومیؒ اور شیخ عبداللطیف بیروتیؒ) راویت کرتے ہیں (شیخ) سید مرتضٰی بلگرامیؒ سے، وہ (شیخ) سید عبدالرحمٰن بن مصطفٰی عیدروسیؒ سے، وہ (علامہ) سید غلام علی (آزاد) بلگرامیؒ سے، وہ (شیخ) سید طفیل محمد بلگرامیؒ سے، وہ (شیخ) سید سعد اللہؒ بلگرامی سے، وہ شیخ عبدالرحیم

www.rahimia.org

مرادآبادیؒ سے، وہ شیخ عبدالحکیم سیالکوٹیؒ سے، وہ شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اور (شیخ) سید عبدالرحمٰن بن مصطفیٰؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) قطب علی بن عبداللہ مقبلیؒ سے، وہ اپنے بھائی (شیخ) سید احمد سے، وہ (شیخ) سید جعفر صادق سے اور وہ شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ سے راویت کرتے ہیں۔

تیسری قسم؛ چھٹے دور 790ھ (1388ء) سے (آٹھویں دور کے اختتام) 1036ھ (1627ء) تک کی اسانید

(اس دور کی خصوصیات)

یہ قسم ہندوستان کی تاریخ کے تین ادوار پر مشتمل ہے:

1۔ چھٹا دور: 790ھ (1388ء) سے 855ھ (1451ء) تک ہے۔ (38)

2۔ ساتواں دور: 855ھ (1451ء) سے 982ھ (1575ء) تک ہے۔

3۔ آٹھواں دور: 982ھ (1575ء) سے 1036ھ (1627ء) تک ہے۔

گزشتہ ادوار اور ان تینوں ادوار کے درمیان فرق پیدا کرنے والی اہم بات یہ ہے کہ ان تینوں ادوار میں ہندوستان کی حکومت کا رُخ اسلامی خلافت کے مرکز کی طرف نہیں رہا۔ چھٹے دور سے پہلے ہندوستان کی سلطنت، خلافتِ (اسلامیہ) کے کچھ حقوق کا اعتراف کرتی تھی اور اس سے اظہارِ لاتعلقی نہیں کرسکتی تھی۔ (39) لیکن امیر تیمور ــــ جس کی حکومت کی ابتدا 768ھ (1367ء) میں ہوئی اور اس نے 802ھ (صحیح 807ھ/1405ء ہے۔ (40)) میں وفات پائی ــــ کے انقلاب کے بعد معاملہ بدل گیا۔ چناں چہ امیر تیمور کے 801ھ (1399ء) میں دہلی سے واپس چلے جانے کے بعد ہندوستان کے لوگ صرف اسی کے خاندان کی طرف ہی دیکھتے رہے۔ (41) اور اسی لیے علم کی ریاست وحکمرانی بھی (امیر تیمور کے صدر الصدور) علامہ (سعدالدین) تفتازانی اور (امیر تیمور کے منظورِ نظر) علامہ (سید) شریف (علی) جرجانی (خلیفہ خواجہ علاؤالدین عطار خلیفہ خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ) میں منحصر ہوکر رہ گئی۔ اور اگر ائمہ فقہا اور صوفیا ــــ جیسا کہ امام بہاؤالدین نقشبند بخاریؒ اور آپ کے ہم عصر لوگ ہیں ــــ اسلامی اجتماع کو زندہ کرنے میں جدوجہد اور کوشش نہ کرتے تو بہت تھوڑے عرصے میں عام ہندوستانی مسلمان اور صابی (ہندو) ایک ہی ملت بن کر رہ جاتے۔

ساتویں دور (855ھ/1451ء تا 982ھ/1575ء) میں ہندوستانی بادشاہوں کی کوشش سے مستقل ہندوستانی سلطنت کی بنیاد پڑی۔ اور ایسی ہندوستانی زبان رائج ہوئی، جو کہ مسلمانوں اور صابئین (ہندو) کے درمیان مشترک تھی۔ بادشاہوں کے ابھارنے سے ہندوؤں نے فارسی زبان سیکھنی شروع کی اور پھر حکومتی معاملات میں داخل

ہونے لگے۔ (42) ان میں بہت ذہین اور نابغۂ روزگار شخصیتیں پیدا ہوئیں۔جنھوں نے ائمہ صوفیا کی مدداور تعاون سے اپنے دھرم کی اصلاح کرنا شروع کردی۔ چناں چہ انھوں نے توحید کی دعوت دی اور رسوم کی اصلاح کی۔اس طرح عام لوگوں میں اسلامی روح پھیلادی۔ ہندوؤں میں سکھ سلسلے کے بانی بابا (گرو) نانک پنجابی (43) ان میں سے ایک ہیں۔ ہمارے شیخ، شیخ الاسلام مولانا رشیداحمد گنگوہیؒ بابا (گرو) نانک کومسلمان قرار دیتے ہیں۔ (44)

آٹھویں دور کے ابتدائی عرصے 987ھ (1579ء) میں سلطان جلال الدین (محمد) اکبر ــــ جس نے تیموری خاندان میں سب سے پہلے ہندوستان کو اپنا وطن بنایا ــــ کے عہد میں ہندوستانی حکومت کو اسلامی شریعت سے علاحدہ کرنے کی تحریک پیدا ہوئی۔اس کا والد سلطان نصیرالدین ہمایوں جب مدد حاصل کرنے کے لیے ایران چلا گیا،تو اس طرح وہ صفوی حکومت کے جال میں پھنس گیا۔(اس تحریک کے ذریعے) سلطان جلال الدین (محمد اکبر) صفوی حکمرانوں کے پھندے سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا۔نیز وہ اس بات کا بھی خواہش مند تھا کہ اُن جمود کے حامل فقہا کے تسلط سے بھی چھٹکارا حاصل کرلے، جو ہندوستان کے گزشتہ بادشاہوں کی یادگار تھے۔اس لیے کہ وہ سلطان کے خاندان کی حکومت کے قیام میں ایک دیوار کی طرح رکاوٹ بنے ہوئے تھے۔

اسی پس منظر میں اس نے شیخ مبارک بن خضر سندھیؒ اور امیر فتح اللہ شیرازیؒ کو اکبرآباد (آگرہ) میں جمع کیا۔ یہ دونوں حضرات ایسے ہم عصر تھے، کہ جنھوں نے علامہ جلال الدین دوانیؒ اور علامہ صدرالدین شیرازیؒ کے شاگردوں سے حکمتِ عملی اور حکمتِ نظری (فلسفے) کی تعلیم حاصل کی۔ شیخ مبارکؒ کی اولاد میں سے شیخ ابوالفیضؒ اور ابوالفضلؒ ان دونوں کے نقشِ قدم پر چلے۔ان لوگوں نے وطنی حکومت کے ایسے پروگرام کی بنیاد رکھی۔جس کی نظر میں تمام مذاہب یکساں حیثیت رکھتے تھے۔اور بہت سی مصلحتوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے انھوں نے صابی ہندوؤں میں سے ایسے لوگوں کو اپنے ساتھ (حکومت میں) داخل کرلیا، جو ان کے ساتھ اشتراک کرنا پسند کرتے تھے۔ یہ لوگ ''مصالح مرسلہ'' (عمومی فائدے کی مصلحتوں) کو سامنے رکھ کر کام کرنا پسند کرتے تھے۔انھوں نے اہل سنت کے فقہا کی مقرر کردہ شریعتوں کا پابند رہنا گوارانہیں کیا۔اس طرح انھوں نے ایسا عمومی دین گھڑ لیا تھا، جس میں ''دین الٰہی'' کے نام سے ''دین حنیفیت'' اور ''دین صابیت'' (ویدک دَھرم) کو ایک جگہ جمع کردیا تھا۔اور اِسے ہندوستان کی وطنی حکومت کا سرکاری مذہب قرار دے دیا تھا۔ یہ لوگ حکومتی امور کی ذمہ داریوں کے لیے صرف انھی لوگوں کو آگے بڑھاتے تھے، جو ان کے اس پروگرام سے اتفاق رکھتے تھے۔البتہ عام عمالِ حکومت کو مجبور نہیں کرتے تھے کہ وہ ''دین الٰہی'' کو قبول کریں۔تاہم سلطان کے ''دیوانِ عالی'' (مرکزی دفتر) کی رُکنیت صرف انھی لوگوں کو دی جاتی تھی، جو مسلمانوں اور ہندوؤں میں سے ''دین الٰہی'' کو قبول کرتے تھے۔

ایسے حالات میں امام مجدد شیخ احمد سہرندیؒ اور آپ کے پیروکار اس نئے جاری کردہ پروگرام کی بدعت کو ختم کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔اس طرح سلطان جہاں گیرؒ کے عہد میں امورِ حکومت میں اعتدال پیدا ہوگیا۔

www.rahimia.org

اس دور میں اربابِ حکومت ''دین الٰہی'' کی مدد نہیں کرتے تھے، البتہ اہل سنت کے مقابلے پر شیعہ جماعت کی مدد کرنے لگے۔ مجددی حضرات کی کامیابیوں کی ابتدا سلطان شہاب الدین شاہ جہاںؒ کے دور میں ہوئی اور اس پروگروام کا مکمل خاتمہ سلطان محی الدین عالم گیرؒ کے عہد میں ہوا۔ لیکن اس کے بعد (عمالِ حکومت میں) آپس کی لڑائیاں اور جھگڑے شروع ہوگئے، جنھوں نے (مغلیہ) سلطنت کو زوال تک پہنچا دیا۔

وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا (45) (اللہ کا مقرر کیا ہوا امر پورا ہو کر رہتا ہے)

باب (1) ہندوستان میں دین کے اہم رہنماؤں کی اسانید

پہلی نوع: قاضی عبدالمقتدر دہلویؒ متوفی 791ھ (1389ء) کی اسانید

فصل (1): ملک العلما (شیخ) شہاب الدین ہندیؒ کی اسانید

امام ولی اللہ (دہلویؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد (شیخ) عبدالرحیم (دہلویؒ) سے، وہ (شیخ) عبداللہ بن محمد باقی (خواجہ باقی باللہؒ) سے، وہ (شیخ) تاج الدین سنبھلیؒ سے، وہ شیخ اللہ بخش سنبھلیؒ سے، وہ شیخ علی قوام الدین جونپوریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اسی طرح امامِ ربانی (مجدد الف ثانیؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد شیخ عبدالاحد بن زین العابدین سہرندیؒ سے، وہ (شیخ) سید علی قوام الدین جونپوریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اسی طرح شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ روایت کرتے ہیں اپنے والد شیخ سیف الدین دہلویؒ سے، وہ (شیخ) سید علی قوام الدین دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اور (شیخ سید علی قوام الدین جونپوریؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) بہاؤالدین جونپوریؒ سے، وہ شیخ عیسیٰ جونپوریؒ سے اور وہ ملک العلما (شیخ) شہاب الدین ہندی (دولت آبادیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (2): قاضی عبدالمقتدر دہلویؒ کی اسانید

شیخ رفیع الدین (محمد) دہلویؒ روایت کرتے ہیں اپنے والد (شیخ) قطب العالم دہلویؒ سے، وہ اپنے والد امام عبدالعزیز بن حسن بن طاہر دہلویؒ سے، وہ (شیخ) قاضی خان مظفر آبادیؒ سے، وہ (شیخ) کمال الحق و الدین حسن بن طاہر دہلویؒ سے، وہ شیخ عبداللہ تلنبیؒ سے، وہ ملک العلما (شیخ) شہاب الدین ہندی (دولت آبادیؒ) سے اور وہ قاضی عبدالمقتدر دہلویؒ (46) سے روایت کرتے ہیں۔

www.rahimia.org

دوسری نوع: امام علاؤالحق لاہوری بنگالیؒ متوفی 800ھ (1398ء) کی اسانید

فصل (1): بحر مواج امام عبدالعزیز دہلویؒ کی اسانید

شیخ رفیع الدین (محمد) دہلویؒ روایت کرتے ہیں اپنے والد شیخ قطب العالم دہلویؒ سے اور وہ اپنے والد امام عبدالعزیز (بحر مواج) دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ عظمت اللہ اکبر آبادیؒ روایت کرتے ہیں اپنے والد شیخ عبداللطیف (اکبر آبادیؒ) سے، وہ اپنے والد شیخ بدرالدین سے اور وہ امام عبدالعزیز دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) سید شریف بلگرامیؒ روایت کرتے ہیں اپنے والد (شیخ) سید عمر بلگرامیؒ سے، وہ (شیخ) سید حسن بلگرامیؒ سے اور وہ امام عبدالعزیز (بحر مواج) دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ: سید شریف (بلگرامیؒ) کی اسناد کا ذکر (مولانا غلام علی) آزاد بلگرامیؒ نے (اپنی کتاب) ''مآثر الکرام'' میں کیا ہے۔

فصل (2): امام علاؤالحق لاہوریؒ کی اسانید

بحر مواج امام عبدالعزیز بن حسن بن طاہر دہلویؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) جمال الحق قاضی خان ناصحی مظفر آبادیؒ سے، وہ (شیخ) کمال الحق حسن بن طاہر دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اسی طرح شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ روایت کرتے ہیں اپنے والد شیخ سیف الدین دہلویؒ سے، وہ شیخ امان اللہ پانی پتیؒ سے، وہ شیخ محمد بن حسن بن طاہر خیالی دہلویؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) کمال الحق حسن بن طاہر دہلویؒ سے، وہ (شیخ) امیر سید حامد مانک پوریؒ سے اور وہ شیخ حسام الدین مانک پوریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اسی طرح شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) وجیہ (الدین) دہلوی علویؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن خطیر الدین گوالیاریؒ سے، وہ شیخ محمد غیاثؒ سے، وہ (شیخ) معین الدینؒ سے، وہ شیخ حسام الدین مانک پوریؒ سے، وہ شیخ (نور الحق المعروف ''نور) قطب عالم'' سے اور وہ اپنے والد شیخ علاؤالحق (بن اسعد لاہوریؒ) بنگالیؒ (47) سے روایت کرتے ہیں۔

اور ملک العلما (شیخ) شہاب الدین ہندیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) سید اشرف سمانی جونپوریؒ سے، وہ شیخ علاؤالحق بن اسعد لاہوری ثم بنگالیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

تیسری نوع: (شیخ) ابدال احمد عبدالحق ردولویؒ متوفی 836ھ (1433ء)

اور شیخ فتح اللہ اَوَدھیؒ متوفی 821ھ (1418ء) کی اسانید

فصل (1): شیخ ابوسعید گنگوہیؒ کی اسانید

ہمارے شیخ، شیخ الہندؒ روایت کرتے ہیں امیر (حاجی) امداداللہ تھانوی (مہاجر مکیؒ) سے، وہ شیخ نور محمد جھنجھانویؒ (48) سے، وہ شیخ عبدالرحیم (ولایتی) شہیدؒ (49) سے، وہ شیخ عبدالباری امروہیؒ (50) سے، وہ شیخ عبدالہادی امروہیؒ (51) سے، وہ شیخ عضدالدین محمد بن حامد بن عیسیٰ امروہیؒ سے، وہ اپنے چچا شیخ محمدی بن عیسیٰ اکبرآبادیؒ سے، وہ شیخ محبّ اللہ الہٰ آبادیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اسی طرح علامہ قطب الدین لکھنویؒ روایت کرتے ہیں قاضی گھاسی (بن داؤد الہٰ آبادی) سے، وہ شیخ محبّ اللہ الہٰ آبادیؒ سے اور وہ شیخ ابوسعید بن نورالدین بن عبدالقدوس گنگوہیؒ (52) سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (2): امام عبدالقدوس گنگوہیؒ کی اسانید

امامِ ربانی (مجدد الف ثانیؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد شیخ عبدالاحد سہرندیؒ سے، وہ شیخ رکن الدین گنگوہیؒ سے اور وہ اپنے والد امام عبدالقدوس گنگوہیؒ (53) سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ ابوسعید گنگوہیؒ روایت کرتے ہیں شیخ نظام الدین بلخیؒ (54) سے، وہ شیخ جلال الدین تھانیسریؒ (55) سے اور وہ امام عبدالقدوس گنگوہیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (3): (شیخ) ابدال احمد عبدالحق ردولیؒ اور شیخ فتح اللہ اودھیؒ کی اسانید

امام عبدالقدوس گنگوہیؒ روایت کرتے ہیں شیخ محمد بن عارف بن احمد (ردولویؒ) سے، وہ اپنے والد (شیخ عارف بن احمد ردولویؒ) سے، وہ اپنے والد امام احمد عبدالحق (ردولویؒ) (56) ــــ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہو ــــ سے روایت کرتے ہیں۔

اور امام عبدالقدوس گنگوہیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد قاسم اودھیؒ سے اور وہ شیخ فتح (اللہ) اودھیؒ (57) سے روایت کرتے ہیں۔

چوتھی نوع: شیخ عزیز اللہ متوکلؒ متوفی 912ھ (1506ء) کی اسانید

فصل (1): شیخ علی متقیؒ کی اسانید

شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ روایت کرتے ہیں شیخ عبدالوہاب متقی مکیؒ سے اور وہ شیخ علی متقی ہندی مکیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

www.tahimia.org

(شیخ حسن بن علی) عجیمیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) عبدالخالق ہندیؒ سے، وہ (شیخ) محمد عارف مکیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) عبدالوہاب متقیؒ سے اور وہ شیخ علی متقیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ حسن بن علی) عجیمیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابراہیم بیریؒ سے، وہ (شیخ) عبدالرحمٰن مرشدیؒ سے، وہ (شیخ) حمیدالدین سندھیؒ سے، وہ (شیخ) رحمت اللہ سندھیؒ سے اور وہ شیخ علی متقیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ (ملا) علی قاریؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) عبداللہ بن سعد سندھیؒ (58) سے اور وہ شیخ علی متقیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (2): شیخ عزیزاللہ متوکلؒ تک اسانید

شیخ علی متقی روایت کرتے ہیں شیخ عبدالحکیم ہندیؒ (59) سے، وہ اپنے والد (شیخ) باجن بن معزالدینؒ سے، وہ (شیخ) رحمتؒ اللہ سے، اور وہ اپنے والد (شیخ) عزیزاللہ متوکلؒ سے روایت کرتے ہیں۔

پانچویں نوع: امام جلال الدین بخاری اُچیؒ متوفی 785ھ (1383ء) کی اسانید

امام عبدالعزیز دہلوی (بحر مواجؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) سید عبدالوہاب بخاری دہلویؒ سے، وہ (شیخ) سید صدرالدین بخاری اُچیؒ سے اور وہ اپنے بھائی شیخ الاسلام، امام جلال الدین بخاری اُچیؒ (60) سے روایت کرتے ہیں۔

امام عبدالعزیز دہلوی (بحر مواجؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد (شیخ) حسن بن طاہر دہلویؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) طاہر جونپوریؒ سے، وہ شیخ یوسف ایرجیؒ سے اور وہ امام شیخ الاسلام جلال الدین بخاریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام عبدالقدوس گنگوہیؒ روایت کرتے ہیں شیخ محمد قاسم اَوَدھیؒ سے، وہ (شیخ) سید بدھنؒ سے، وہ (شیخ) سید اجملؒ سے اور وہ (شیخ) جلال الدین بخاریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) وجیہ الدین علویؒ سے، وہ اپنے ماموں (شیخ) ابن ابوالقاسم سے، وہ (شیخ) قطب الدینؒ سے، وہ (شیخ) ابوالبرکات محمدؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اور شیخ علی متقیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) حسام الدین متقی ملتانی سے، وہ (شیخ) ابوالبرکات محمدؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) برہان الدینؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) ناصرالدین محمودؒ سے اور وہ اپنے والد (شیخ) جلال الدین بخاریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

چھٹی نوع: امیر (کبیر سید) علی ہمدانی کشمیریؒ متوفی 786ھ (1386ء) کی اسانید

فصل (1): (شیخ) محمد بن خطیرالدین گوالیاریؒ کی اسانید

امام ولی اللہ دہلویؒ روایت کرتے ہیں شیخ معمر محمد سعید لاہوریؒ سے، وہ (شیخ) محمد اشرف لاہوریؒ سے، وہ

www.rahmia.org

(شیخ) عبدالملکؒ سے، وہ (شیخ) بایزید ثانیؒ سے، وہ (شیخ) وجیہ الدین علویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ حسن بن علی) عُجیمیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد صادقؒ سے، وہ (شیخ) عبدالرحمٰن مرشدیؒ سے، وہ (شیخ) غضنفرؒ سے، وہ (شیخ) وجیہ الدین علویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) احمد شناویؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) صبغت اللہ بروجیؒ سے، وہ (شیخ) وجیہ الدین علویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ عبدالحق دہلویؒ روایت کرتے ہیں شیخ وجیہ الدین علویؒ سے، وہ شیخ محمد بن خطیر الدین گوالیاریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ (ملا) علی قاریؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) سید سعید بن محمود بلخی اکبرآبادیؒ سے، وہ شیخ عیسیٰ سندھی برہان پوریؒ (61) سے، وہ شیخ لشکر محمد سے اور وہ شیخ محمد بن خطیر الدین گوالیاریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (2): امیر (کبیر سید) علی ہمدانی کشمیریؒ کی اسانید

امامِ ربانی (حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) یعقوب صرفی سیالکوٹی (کشمیریؒ) سے، وہ (شیخ) حسین خوارزمیؒ (62) سے، وہ (شیخ) محمد بن صدیق خوشانیؒ سے، وہ (شیخ) علی بیدوازیؒ سے، وہ (شیخ) رشید الدین بیدوازیؒ سے، وہ (شیخ) سید عبداللہ سے، وہ شیخ ابواسحاق ختلانیؒ سے اور وہ امیر (کبیر سید) علی ہمدانی (کشمیریؒ) (63) سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ محمد بن خطیر الدین گوالیاریؒ روایت کرتے ہیں شیخ حمیدؒ سے، وہ (شیخ) ہدایت اللہؒ سے، وہ (شیخ) علاؤالدین شطاریؒ سے، وہ (شیخ) عبداللہ شطاریؒ سے اور وہ امیر (کبیر سید) علی ہمدانی کشمیریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

ساتویں نوع: امام محمد بن شمس الدین قادری حلبی اُچیؒ متوفی 923ھ (1517ء) کی اسانید

شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) سید موسیٰ (پاک ملتانی) حسنیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) سید عبدالرزاق اُچیؒ سے، وہ اپنے والد امام عبدالقادر ثانی سے، وہ اپنے والد امام محمد حلبی اُچیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام محمد راشد (روضہ دھنی) سندھیؒ روایت کرتے ہیں اپنے والد (شیخ) محمد بقا (لکیاری) سندھیؒ سے، وہ شیخ عبدالقادر قادری خامسؒ ــــ جن کا سلسلۂ سند امام عبدالقادر ثانی (اُچیؒ) تک پہنچتا ہے ــــ اپنے والد امام محمد بن شمس الدین بن علی بن مسعود بن احمد بن صفی الدین بن عبدالوہاب بن امام محی الدین ابو محمد (شیخ) عبدالقادر جیلانی (بغدادیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ: امام محمد (اُچیؒ) حلب سے ملتان کے قریب اُچ میں 887ھ (1482ء) میں آئے۔

www.rahimia.org

آٹھویں نوع: شیخ بہاؤالدین شطاری قادریؒ متوفی 921ھ (1515ء) کی اسانید

امامِ ربانی (مجدد الف ثانی شیخ احمد سہرندیؒ) روایت کرتے ہیں اپنے والد شیخ عبدالاحد (سہرندیؒ) سے، وہ شیخ رُکن الدین گنگوہیؒ سے، وہ (شیخ) سید ابراہیم ایرجی دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اور امام ربانی (مجدد الف ثانیؒ) روایت کرتے ہیں شیخ عبدالرشید ملتانیؒ (64) سے، وہ (شیخ) نظام الدین کاکوریؒ سے اور وہ (شیخ) سید ابراہیم دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام عبدالعزیز بن حسن دہلویؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) سید ابراہیم دہلویؒ سے اور وہ شیخ بہاؤالدین شطاری قادریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام قطب الدین سہالویؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) عبدالسلام اعظمیؒ سے، وہ اپنے دادا شیخ عبدالکریم بن شہاب الدین بن نظام الدینؒ سے اور وہ اپنے دادا (شیخ) نظام الدینؒ سے روایت کرتے ہیں۔

نویں نوع: امام بہاؤالدین محمد بخاری نقشبندؒ متوفی 791ھ (1389ء) کی اسانید

فصل (1): امام رضی الدین محمد باقی دہلویؒ متوفی 1014ھ (1605ء) کی اسانید

امام محمد سعید سہرندیؒ، امام محمد معصوم سہرندیؒ اور شیخ آدم بنوریؒ تینوں حضرات روایت کرتے ہیں امامِ ربانی (حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سہرندیؒ) سے۔

اسی طرح شیخ عبداللہ بن امام رضی الدین (خواجہ خورد) دہلویؒ روایت کرتے ہیں شیخ حسام الدین دہلویؒ، شیخ اللہ داد دہلویؒ، شیخ رفیع الدین بن قطب العالم دہلویؒ، شیخ تاج الدین سنبھلی مکیؒ اور امام ربانی شیخ احمد سہرندیؒ سے، یہ پانچوں حضرات امام رضی الدین محمد (خواجہ) باقی (باللہ) دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) علامہ عبدالحکیم لاہوریؒ، شیخ محمد حسن بن محمد مؤمن خافی مکیؒ، شیخ نورالحق دہلویؒ تینوں حضرات روایت کرتے ہیں شیخ عبدالحق (محدث دہلویؒ) سے اور وہ امام رضی الدین (محمد) دہلویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام حسن بن علی عجیمیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد حسین خافیؒ سے، وہ (شیخ) تاج الدین سنبھلیؒ سے اور وہ امام رضی الدین محمد باقی (باللہ دہلویؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ: ''خلاصة الاثر'' میں لکھا ہے کہ:

> ''(امام رضی الدین محمد باقی دہلویؒ) نے دہلی شہر کو اپنا وطن بنا لیا تھا۔ آپؒ سے بہت سے عجیب و غریب امور ظاہر ہوئے۔ تھوڑی مدت میں آپؒ سے بہت زیادہ لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔ اور ''نقشبندیہ'' کا مبارک سلسلہ صرف انھی کے دم سے ہندوستان بھر میں پھیلا۔ آپؒ سے پہلے حضراتِ نقشبندیہ سے کوئی

واقف نہ تھا۔ آپؒ کی وفات بدھ کے روز 14/ جمادی الاخریٰ 1014ھ (1605ء) میں ہوئی۔ آپؒ ظاہر و باطن اور تصرفات کا علم رکھتے تھے۔'' انتھیٰ

فصل (2): امام عبیداللہ احرارؒ متوفی 895ھ (1479ء) کی اسانید

امام رضی الدین محمد باقی دہلویؒ روایت کرتے ہیں شیخ عبدالباقی امکنویؒ سے، وہ شیخ درویش محمد امکنویؒ سے، وہ شیخ محمد زاہد وخشویؒ سے اور وہ امام عبیداللہ احرارؒ (65) سے روایت کرتے ہیں۔

امیر ابوالعلا اکبرآبادیؒ اپنے چچا (شیخ) امیر عبداللہ اکبرآبادیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امامِ ربانی (مجدد الف ثانیؒ) اور علامہ عبدالحکیم سیالکوٹیؒ دونوں روایت کرتے ہیں شیخ کمال الدین کشمیریؒ سے، وہ امیر عبداللہ اکبرآبادیؒ سے، وہ اپنے ماموں شیخ محمد یحییٰ اکبرآبادیؒ سے، وہ اپنے چچا شیخ عبدالحق ہندیؒ سے اور وہ اپنے دادا امام عبیداللہ احرارؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اور شیخ احمد نخلیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) سعید بن محمود بلخیؒ سے، وہ (شیخ) محمد عرب بلخیؒ سے، وہ شیخ ابن یمینؒ سے، وہ شیخ عزیزان صغیرؒ سے اور وہ مخدومِ اعظم (شیخ احمد بن جلال الدینؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

اور (شیخ حسن بن علی) عُجیمیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد حسین خافیؒ سے، وہ (شیخ) ہاشم دھبیدیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) محمد امین دھبیدیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) احمد بن جلال الدین المعروف ''مخدومِ اعظم'' سے، وہ (شیخ) قاضی محمد شاشیؒ سے اور وہ امام عبیداللہ احرارؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) احمد شناویؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد بن محمد بن عبدالرحمٰن بھنسیؒ سے، وہ شیخ محمد امین بن اخت الجامیؒ سے، وہ (شیخ) غیاث الدین احمدؒ سے، وہ (شیخ) علاؤالدین محمدؒ سے، وہ (شیخ) نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ سے اور وہ امام عبیداللہ احرارؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اور (شیخ) احمد شناویؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) غضنفر بروجی زکریا ساریؒ سے، وہ (شیخ) اسماعیل شروانیؒ سے اور وہ امام عبیداللہ احرارؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اور شیخ محمد بن خطیرالدین گوالیاریؒ روایت کرتے ہیں شیخ حمیدؒ سے، وہ (شیخ) ہدیۃ اللہؒ سے، وہ (شیخ) علاؤالدین شطاری ہندیؒ سے اور وہ امام عبیداللہ احرارؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (3): (شیخ) عبدالرحمٰن جامیؒ کی اسانید

امام ربانی (مجدد الف ثانی شیخ احمد سہرندیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) یعقوب صیرفی سیالکوٹیؒ سے، وہ (شیخ) محمد عیانیؒ سے اور وہ (شیخ) عبدالرحمٰن جامیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اور شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ روایت کرتے ہیں اپنے والد (شیخ) سیف الدین دہلویؒ سے، وہ شیخ امان

(اللہ) پانی پتیؒ سے، وہ (شیخ سید) مودود لاریؒ سے، وہ (شیخ) رضی الدین عبدالغفور لاریؒ سے، اور وہ (شیخ) عبدالرحمٰن جامیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اور شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ملا عصام اسفرائنیؒ سے، اور وہ (شیخ) عبدالرحمٰن جامیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) احمد شناویؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) غضنفر (بروجی زکریا ساریؒ) سے، وہ (شیخ) محمد امین بن اخت الجامیؒ اور وہ (شیخ عبدالرحمٰن) جامیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) احمد شناویؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد بھنسیؒ سے، وہ (شیخ) محمد امین (بن اخت الجامیؒ) سے، وہ (شیخ) غیاث الدین احمدؒ سے، وہ (شیخ) علاؤالدین محمدؒ سے اور وہ (شیخ) عبدالرحمٰن جامیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (4): امام بہاؤالدین محمد بن محمد بخاری نقشبندؒ تک اسانید میں

امام عبیداللہ احرارؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) علاؤالدین غجدوانیؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن محمد حافظیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اور امام عبیداللہ احرارؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) یعقوب چرخیؒ سے، وہ (شیخ) علاؤالدین عطارؒ سے روایت کرتے ہیں۔

یہ دونوں حضرات (محمد بن محمد حافظیؒ اور علاؤالدین عطارؒ) روایت کرتے ہیں امام بہاؤالدین محمد بن محمد بخاری نقشبندؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) عارف عبدالرحمٰن جامیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) برہان الدین ابونصر بن محمد بن محمد حافظیؒ سے، وہ اپنے والد امام محمد حافظی بخاریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اور (شیخ) عارف (عبدالرحمٰن) جامیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) سعدالدین کاشغریؒ سے، وہ (شیخ) علاؤالدین عطارؒ سے، یہ دونوں حضرات (شیخ عطارؒ اور محمد بن محمد حافظیؒ) امام بہاؤالدین نقشبندؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اور عارف (عبدالرحمٰن) جامیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) علی سمرقندیؒ سے، وہ (شیخ سید) شریف علی جرجانیؒ سے، وہ (شیخ) علاؤالدین عطارؒ سے اور وہ امام بہاؤالدین نقشبندؒ (66) سے روایت کرتے ہیں۔

باب دوم: فقہ حنفی کے محدثین اور فقہا اساطین تک کی اسانید

پہلی نوع؛ اسانید امام اکمل الدین محمد بن محمد بن محمود بابرتیؒ متوفی 786ھ (1384ء)

(امام) کفویؒ فرماتے ہیں:

''(امام) اکمل (الدینؒ) سے ایک بہت بڑی جماعت نے فقہ کی تعلیم حاصل کی ہے۔ جن میں سیّد المحقّقین ابوالحسن سید شریف علی جرجانیؒ، شمس الدین محمد بن حمزہ فناریؒ اور بدرالدین محمود بن اسرائیلؒ وغیرہ شامل ہیں۔''

میں کہتا ہوں کہ: محبّ الدین ابوالولید بن شحنہؒ بھی ان میں شامل ہیں۔

چند فصلیں: متأخرین مجتہدینِ منتسبین کے امام محقق کمال الدین محمد بن ہمامؒ متوفی 861ھ (1456ء) کی اسانید

(امام جلال الدین) سیوطیؒ فرماتے ہیں:

''(امام کمال الدین محمد بن ہمامؒ) نے (شیخ) قاری الہدایہ سراجؒ سے فقہ حاصل کی۔ اور اصولِ فقہ وغیرہ میں ان کی پوری اتباع کی اور انھی سے پورا فائدہ اٹھایا۔ اور جب محبّ (الدین ابوالولید) بن شحنہؒ 813ھ (1310ء) میں قاہرہ تشریف لائے۔ تو ان کی صحبت میں بھی رہے۔ اور انھی کے ساتھ حلب تشریف لے آئے اور آخری عمر تک ان کے پاس رہے۔'' انتھٰی.

ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ:

''(امام کمال الدین محمد بن ہمامؒ) نے تمام معقولات و منقولات کا علم اپنے اندر اس طرح جمع کرلیا تھا کہ کوئی بھی انھیں اس طرح جمع نہیں کرسکا۔ چناں چہ ان کے بارے میں کہا گیا کہ یہ اپنے زمانے میں زمین والوں میں سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ محقق تھے اور اجتہاد میں ان کا درجہ کبھی کم نہیں کیا جاسکتا۔'' انتھٰی

فصل (1): علامہ محقق احمد بن یونس شلبیؒ متوفی تقریباً 1020ھ (1611ء) کی اسانید

امامِ ربانی (مجدد الف ثانی شیخ احمد سہرندیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) قطب الدین نہروالی مکیؒ سے اور وہ (علامہ محقق احمد بن یونس) شلبیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ بہلول لاہوریؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) قطب الدین لاہوری، نہروالی، مکیؒ سے اور وہ (علامہ محقق احمد) ابن (یونس) شلبیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ جمال الدین لاہوریؒ روایت کرتے ہیں علامہ قطب الدین بن علاؤالدین لاہوری، نہروالی، مکیؒ سے اور وہ (علامہ محقق احمد) ابن (یونس) شلبیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(الف) شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ (ملا) علی قاریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(ب) (شیخ) شمس الدین عتاقی مکیؒ (ملا) علی قاریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

www.rahimia.org

(ج) (شیخ) عبدالرحمٰن مرشدیؒ (ملا) علی قاریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اور ملا علی قاریؒ راویت کرتے ہیں (شیخ) قطب (لاہوری، نہروالی) مکیؒ سے اور وہ (علامہ محقق احمد) ابن (یونس) شلبیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) خیرالدین رملیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد بن عمر حانوتیؒ سے اور وہ (علامہ محقق احمد) ابن (یونس) شلبیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) شہاب (الدین) خفاجیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) علی بن غانم مقدسیؒ **(67)** سے اور وہ (علامہ محقق احمد) ابن (یونس) شلبیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) احمد شوبریؒ روایت کرتے ہیں (شیخ علی) ابن غانم مقدسیؒ اور (شیخ) عمر بن نُـجَیـمؒ سے اور یہ دونوں حضرات (علامہ محقق احمد) ابن (یونس) شلبیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل: (علامہ محقق احمد ابن یونس شلبیؒ) کی فقہائے شافعیہ اور مالکیہ سے مروی اسانید

(شیخ ابراہیم بن حسن) کردیؒ، (شیخ احمد بن محمد) نخلیؒ، (شیخ عبداللہ بن سالم) بصریؒ اور (شیخ) ابن سلیمانؒ چاروں حضرات روایت کرتے ہیں (شیخ محمد بن علا) بابلیؒ سے اور وہ (علامہ محقق احمد) ابن (یونس) شلبیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ حسن بن علی) عجیمیؒ اور شیخ ابوالفیض (امام) عبدالرحیم دہلویؒ دونوں روایت کرتے ہیں (شیخ محمد بن علا) بابلیؒ سے اور وہ (علامہ محقق احمد) ابن (یونس) شلبیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (2): محقق زین الدین بن نُجَیم متوفی 970ھ (1562ء) کی اسانید

(شیخ) خیرالدین رملیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد بن عمر حانوتیؒ سے اور وہ (شیخ) زین بن نجیم (مصریؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ حسن بن علی) عجیمیؒ اور (شیخ) احمد شوبریؒ دونوں روایت کرتے ہیں (شیخ) عبداللہ نحریریؒ اور (شیخ) عمر بن نجیم (مصری) سے اور یہ دونوں حضرات (شیخ) زین بن نجیم (مصریؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ حسن بن علی) عجیمیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد بن کمال بن حمزہ سے، وہ (شیخ) رمضان عکاریؒ **(68)** اور (شیخ) یوسف سقفیؒ سے، یہ دونوں حضرات (شیخ) محمد بن علی علمی مقدسیؒ سے اور وہ (شیخ) زین بن نجیم (مصریؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ علاؤالدین محمد) حصکفیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابن عبدالقادر ازہریؒ اور (شیخ) خیرالدین رملیؒ سے، یہ دونوں حضرات (شیخ) محمد بن عبداللہ غزیؒ سے اور وہ (شیخ) زین بن نجیم (مصریؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (3): اسانید (شیخ) حافظ شمس محمد بن طولون دمشقیؒ متوفی 953ھ (1546ء)

(شیخ حسن بن علی) عجیمیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد بن کمال الدین حسینیؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن منصور بن محبؒ سے، وہ (شیخ) محمد بھنسیؒ سے، اور وہ (حافظ شمس محمد) ابن طولونؒ سے روایت کرتے ہیں۔

ابن سلیمانؒ فرماتے ہیں: ''یہ سند جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، **مسلسل بالمحدّثین** ہے۔''

(شیخ علاؤالدین محمد) حصکفیؒ روایت کرتے ہیں اپنے والد علی بن محمد دمشقیؒ سے، وہ (شیخ) علاؤالدین بن ناصرالدین طرابلسیؒ سے، وہ (شیخ) محمد بھنسیؒ سے اور وہ (شیخ حافظ شمس محمد) ابن طولونؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ حسن بن عمار) شرنبلالیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) احمد محبیؒ سے، وہ (شیخ) زین الدین بن سلطانؒ سے اور وہ (شیخ حافظ شمس محمد) ابن طولونؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) عبدالغنی نابلسیؒ روایت کرتے ہیں اپنے والد (شیخ) اسماعیل نابلسیؒ سے، وہ (شیخ) عمر قاریؒ سے، وہ اسماعیل نابلسیؒ سے اور وہ (شیخ) شمس (محمد) بن طولونؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (4): اسانید (شیخ) سری الدین عبدالبر بن شحنہؒ متوفی 921ھ (1515ء)

امامِ ربانی (مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) قطب (لاہوری نہروالی) مکیؒ سے، وہ (علامہ محقق احمد) ابن (یونس) شلبیؒ سے اور وہ (شیخ) سری (الدین) عبدالبر بن شحنہؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) خیر (الدین) رملیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد بن عمر حانوتیؒ سے، وہ (شیخ) علی بن یٰسین طرابلسیؒ سے اور وہ (شیخ سری الدین عبدالبر) ابن شحنہؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ حسن بن علی) عجیمیؒ اور (شیخ خیرالدین) رملیؒ دونوں (شیخ) احمد بن امین الدین بن عبدالعالؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ امین الدینؒ) سے اور وہ (شیخ سری الدین عبدالبر) ابن شحنہؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) عمر بن نجیم (مصریؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) زین بن نجیم (مصریؒ) سے، وہ (شیخ) امین الدین بن عبدالعالؒ سے اور وہ (شیخ سری الدین عبدالبر) ابن شحنہؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) شمس محمد بن محمد طولونؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) لسان الدین محمودؒ سے اور وہ (شیخ سری الدین عبدالبر) ابن شحنہؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (5): اسانید (شیخ) سیف الدین قاسم بن قطلو بغاؒ متوفی 879ھ (1474ء)

(امام جلال الدین) سیوطیؒ فرماتے ہیں: ''(سیف الدین قاسم بن قطلو بغاؒ) نے قاری الہدایہ (شیخ) سراجؒ سے تعلیم حاصل کی۔ اور (شیخ کمال الدین) ابن ہمامؒ کی صحبت اختیار کی اور ان سے بہت نفع اٹھایا۔ اور (شیخ کمال

www.rahimia.org

الدین) ابن ہمامؒ ان کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ: ''وہ ملک مصر کے محقق ہیں۔''

ابن حجر مکیؒ نے لکھا ہے کہ:

''انھوں نے ابن ہمامؒ کی صحبت میں رہنے پر بہت زیادہ توجہ دی۔ چناں چہ انھوں نے (ابن ہمامؒ) سے بہت سے علوم کی سماعت کی اور ان کی اکثر تصنیفات و تالیفات ان سے پڑھیں۔ قوتِ حافظہ اور ذہانت آپؒ کی پہچان تھی۔ جو علوم و فنون میں آپ کی گرفت سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ (حافظ) ابن حجرؒ وغیرہ نے آپ کو ''محدث، حافظ اور فقیہ'' کے الفاظ کے ساتھ یاد کیا ہے۔ آپؒ نے بہت سے ماہرین علوم و فنون سے بہت کچھ سیکھا۔'' انتہیٰ

امامِ ربانی (مجدد الف ثانی شیخ احمد سہرندیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) قطب (الدین نہروالی) مکیؒ سے، وہ (علامہ محقق احمد) ابن (یونس) شلبیؒ سے، وہ (شیخ سری الدین عبدالبر) ابن شحنہؒ سے اور وہ (شیخ سیف الدین) قاسم بن قطلو بغاؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(الف) (شیخ حسن بن علی) عجیمیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد بن کمال الدین حسینی سے، وہ (شیخ) محمد بن منصوب بن محبّ سے، وہ (شیخ) محمد بھنسیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(ب) (شیخ علاؤالدین محمد) حصکفیؒ روایت کرتے ہیں اپنے والد (شیخ) علی بن محمد دمشقیؒ سے، وہ (شیخ) علاؤالدین طرابلسیؒ سے، وہ (شیخ) محمد بھنسیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ محمد بھنسیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) قطب الدین محمد بن سلطانؒ سے، وہ (شیخ) قاسم عجیمیؒ اور (شیخ خیرالدین) رملیؒ سے، وہ (شیخ) احمد بن امین الدین عبدالعالؒ سے اور وہ اپنے والد (شیخ امین الدینؒ) سے اور وہ (شیخ سیف الدین) قاسم (بن قطلو بغاؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) عمر نُجَیم (مصریؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) زین بن نجیم (مصریؒ) سے، وہ (شیخ) امین الدین بن عبدالعال سے اور وہ (شیخ سیف الدین) قاسم (بن قطلو بغاؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (6): اسانید (شیخ) کمال الدین ابن ہمامؒ متوفی 861ھ (1456ء)

ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں:

''میرے مشائخ میں سے کمال الدین محمد بن ہمامؒ سے زیادہ ذہین ترین کوئی نہیں تھا۔ انھوں نے ابوالولید بن شحنہؒ کی صحبت اختیار کی، جب وہ قاہرہ تشریف لائے تھے۔ پھر انھوں نے اُن کے ساتھ حلب کا سفر کیا۔ اور ان کی وفات تک ان کے پاس رہ کر پڑھتے رہے۔ اور محدثین کی ایک جماعت سے انھوں نے روایات کی سماعت کی، جن میں حافظ العصر ابن حجر (عسقلانیؒ) بھی ہیں۔ چناں چہ حافظ سخاویؒ نے

آپؒ کی روایت کی ہوئی احادیث میں سے چالیس احادیث کی تخریج کی ہے اور انھیں آگے روایت کیا ہے۔ اور ان سے بہت سے فضلا نے احادیث کی سماعت کی ہے۔ علم و فضل میں آپ اپنے ہم عصروں سے بہت بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ آپؒ کی فکر بہت صحیح اور درست تھی۔ اور بڑی عمدہ ذہانت رکھتے تھے۔ آپؒ نے (فقہ کی مشہور کتاب) ''ھدایہ'' کی ایک بڑی عمدہ شرح (فتح القدیر) لکھی، جو زبردست، بے مثال ہے اور تمام شروحات پر سبقت رکھتی ہے۔ یہ شرح ''کتاب الوکالہ'' تک لکھی جا سکی ہے۔ کاش ''ھدایہ'' کی یہ شرح مکمل ہو جاتی اس لیے کہ ہر حنفی اس شرح کا محتاج ہے۔ (69)

خلاصہ یہ ہے کہ انھوں نے تمام معقولات و منقولات کا علم اپنے اندر اس طرح جمع کر لیا تھا کہ کوئی اور اس طرح انھیں اپنے اندر جمع نہ کر سکا۔ چناں چہ ان کے بارے میں کہا گیا کہ یہ اپنے زمانے میں زمین والوں میں سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ ''محقق'' تھے۔ جو اجتہاد کے درجے سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے۔'' انتھٰی

امامِ ربانی (مجدد الف ثانی شیخ احمد سہرندیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) قطب (الدین نہروالی) مکیؒ سے، وہ (علامہ محقق احمد) ابن (یونس) شلبیؒ سے، وہ (شیخ سری الدین عبدالبر) ابن شحنہؒ سے، وہ (شیخ سیف الدین) قاسم بن قطلوبغاؒ سے اور وہ (شیخ محقق) کمال الدین ابن ہمامؒ سے روایت کرتے ہیں۔

شیخ عبدالحق دہلویؒ، (شیخ) شہاب الدین خفاجیؒ، اور (شیخ) عبدالرحمٰن مرشدیؒ تینوں حضرات روایت کرتے ہیں (شیخ) علی بن جاراللہ بن ظہیرہ مکیؒ سے، وہ اپنے والد (جاراللہ بن ظہیرہ مکیؒ) سے اور وہ (شیخ کمال الدین) ابن ہمامؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ابوالفیض (شیخ عبدالرحیم) دہلویؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) خیر (الدین) رملیؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن عمر حانوتیؒ سے، وہ (علامہ محقق احمد) ابن (یونس) شلبیؒ سے، وہ (شیخ سری الدین) ابن شحنہؒ سے اور وہ (شیخ کمال الدین) ابن ہمامؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل: (شیخ) کمال الدین ابن ہمامؒ کی فقہائے شافعیہ اور مالکیہ سے مروی اسانید

امامِ ربانی (مجدد الف ثانی شیخ احمد سہرندیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) یعقوب صیرفی سیالکوٹیؒ، وہ (شیخ) ابن حجر مکیؒ سے، وہ شیخ الاسلام زکریا انصاریؒ سے اور وہ (شیخ کمال الدین) ابن ہمامؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(علامہ محقق احمد) ابن (یونس) شلبیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) جمال یوسف بن زکریاؒ سے، وہ اپنے والد شیخ الاسلام (زکریا انصاریؒ) سے، وہ (شیخ) ابن امیر الحاجؒ اور (شیخ) قاسم (بن قطلوبغاؒ) سے اور یہ دونوں حضرات (شیخ کمال الدین) ابن ہمامؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) شہاب الدین خفاجیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) ابراہیم بن عبدالرحمٰن علقمیؒ سے، وہ (شیخ) جلال الدین سیوطیؒ سے، وہ (شیخ) قاسم (بن قطلو بغاؒ) سے اور وہ (شیخ کمال الدین) ابن ہمامؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) حافظ محمد بن سلیمان مکیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) سعید جزائریؒ سے، وہ (شیخ) قاری سعید بن احمدؒ سے، وہ (شیخ) سفیان سے، وہ شیخ الاسلام زکریا (انصاریؒ) سے اور وہ (شیخ کمال الدین) ابن ہمامؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل: فقہ شافعی میں (شیخ) کمال الدین بن ہمامؒ کی اسانید میں

(شیخ) حافظ محمد بن سلیمان نے ''صلة الخلف'' میں لکھا ہے کہ:

''(شیخ) کمال الدین بن ہمامؒ نے اصول (فقہ) شافعی، (شیخ) عز بن جماعتؒ سے حاصل کیے ہیں، انھوں نے (شیخ) یوسف بن محمد بن ابراہیم دمشقیؒ سے، انھوں نے (شیخ) حسین بن ابراہیم دربلیؒ سے، انھوں نے (شیخ) ابوطاہر برکات بن ابراہیم خشوعیؒ سے، انھوں نے (شیخ) ھبة اللّٰہ بن محمد اکفانیؒ سے، انھوں نے (شیخ) ابوبکر محمد بن علی بن موسیٰ حدادؒ سے، انھوں نے (شیخ) تمام بن محمد رازیؒ سے، انھوں نے (شیخ) حسن بن حبیب بن عبدالملک حصائریؒ سے، انھوں نے (شیخ) ربیع بن سلیمان مرادیؒ سے اور انھوں نے امام شافعیؒ سے، جو کہ سب سے پہلے اصول (فقہ) لکھنے والے ہیں۔'' انتھیٰ

فصل: فقہ حنفی میں شیخ کمال الدین بن ہمامؒ کی (شیخ) محبّ الدین ابوالولید بن شحنۃؒ متوفی 815ھ (1412ء) کی اسانید

ابن خطیبؒ فرماتے ہیں کہ:

''محبّ الدین (ابوالولید بن شحنۃؒ) حدیث اور محدثین سے بے انتہا محبت رکھتے تھے۔ اپنے امام کے مذہب کے اندر رہتے ہوئے اجتہاد کرتے تھے اور انھی کے اصول وقواعد کے مطابق (مسائل کی) تخریج کرتے تھے۔ اور ایسے اقوال اختیار فرماتے تھے، جن پر عمل کیا جاتا تھا۔'' انتھیٰ

میں (عبیداللہ سندھی) کہتا ہوں کہ: امام عبدالعزیز دہلویؒ اور آپ کے شاگردوں سے لے کر ہمارے مشائخ شیخ الاسلام مولانا محمد قاسم دیوبندیؒ اور شیخ الاسلام مولانا رشید احمد گنگوہیؒ تک کوئی بھی فقہ، حدیث اور معقول ومنقول کی جامعیت میں (شیخ) محبّ الدین ابوالولید بن شحنۃؒ، (شیخ محقق) کمال الدین بن ہمامؒ اور (شیخ سیف الدین) قاسم بن قطلو بغاؒ سے کم درجے میں نہیں تھا۔

ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ (70)

''یہ ہم پر اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔''

امامِ ربانی (مجدد الف ثانی شیخ احمد سہرندیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) قطب (الدین نہروالی) مکیؒ سے، وہ (علامہ محقق احمد) ابن (یونس) شلبیؒ سے، وہ (سری الدین) عبدالبر بن شحنہؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) محبّ الدین ابوالفضل بن شحنہؒ سے اور وہ اپنے والد (شیخ) محبّ الدین ابوالولید بن شحنہؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ابوالفیض (شیخ عبدالرحیم) دہلویؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) خیر (الدین) رملیؒ سے، وہ (شیخ محمد بن عمر) حانوتیؒ سے، وہ (علامہ محقق احمد) ابن (یونس) شلبیؒ سے، وہ (شیخ سری الدین عبدالبر) ابن شحنہؒ سے، (شیخ) قاسم (بن قطلوبغاؒ) سے، وہ (شیخ کمال الدین) ابن ہمامؒ سے اور وہ (شیخ) ابوالولید بن شحنہؒ سے روایت کرتے ہیں۔

چند فصلیں: (شیخ) شمس الدین محمد بن حمزہ فناریؒ متوفی 834ھ (1430ء) کی اسانید

فصل (1): (شیخ) محقق علامہ ابراہیم کرکیؒ متوفی 923ھ کی اسانید

امامِ ربانی (مجدد الف ثانی شیخ احمد سہرندیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) قطب (الدین نہروالی) مکیؒ سے، وہ (شیخ احمد) ابن (یونس) شلبیؒ سے اور وہ (شیخ، محقق، علامہ) ابراہیم کرکیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) خیر (الدین) رملیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد بن عمر حانوتیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) عمر حانوتیؒ سے اور وہ (شیخ) ابراہیم کرکیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ حسن بن علی) عجیمیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) عبداللہ بن محمد نحریریؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ محمد نحریریؒ) سے اور وہ (شیخ) ابرہیم کرکیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (2): (شیخ) محمد بن سلیمان کافیجیؒ متوفی 823ھ (1420ء) تک اسانید

امامِ ربانی (مجدد الف ثانیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) قطب (الدین نہروالی) مکیؒ سے، وہ (شیخ احمد) ابن (یونس) شلبیؒ سے، وہ (شیخ) ابراہیم کرکیؒ سے اور وہ (شیخ) محمد بن سلیمان کافیجیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امامِ ربانی (مجدد الف ثانیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) یعقوب صیرفیؒ سے، وہ (شیخ) ابن حجر مکیؒ سے، وہ (شیخ) جلال الدین سیوطیؒ سے اور وہ (شیخ) محی الدین محمد بن سلیمان کافیجیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (3): اسانید (شیخ) شمس الدین محمد بن حمزہ فناریؒ متوفی 834ھ (1430ء)

(علامہ) شوکانی نے "بدر الطالع" میں لکھا ہے کہ:

''وہ (شمس الدین محمد بن حمزہ فناریؒ) "فصول البدائع" کے مصنف ہیں۔ جس میں انھوں نے "المنار"، "اصولِ بزدوی"، امام رازی کی کتاب "محصول" اور ابن حاجب کی "المختصر" وغیرہ کو جمع کیا ہے۔ انھوں نے اپنے اس کام میں تقریباً 30 سال صَرف کیے۔ یہ کتاب اصولی کتب میں

سے سب سے اہم تر، زیادہ نفع بخش اور بہت سے فوائد کی حامل ہے۔ اس کتاب سے ملک روم میں شعبۂ قضا سے وابستہ طلبا نے بہت فائدہ حاصل کیا۔'' انتھٰی

امامِ ربانی (مجدد الف ثانیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) قطب (الدین نہروالی) مکیؒ سے، وہ (شیخ احمد) ابن (یونس) شلبیؒ سے، وہ (شیخ ابراہیم) کرکیؒ سے، وہ (شیخ) محی الدین کافیجیؒ سے اور وہ (شیخ) شمس (الدین محمد بن حمزہ) فناریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امامِ ربانی (مجدد الف ثانیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) یعقوب صیرفیؒ سے، وہ (شیخ) ابن حجر مکیؒ سے، وہ شیخ الاسلام، (شیخ) زکریا انصاریؒ سے، وہ (شیخ) حافظ ابن حجر (عسقلانیؒ) سے اور وہ (شیخ) شمس (الدین محمد بن حمزہ) فناریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

چند فصلیں: علمائے روم کی اسانید بالخصوص (شیخ) علامہ شمس فناریؒ تک

فصل (1): ابن کمال پاشاؒ کی اسانید

(شیخ) شہاب (الدین) خفاجیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) علی بن غانم مقدسیؒ سے، وہ (شیخ) عبداللہ بن عبدالعزیزؒ سے اور وہ (شیخ) ابن کمال پاشاؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (2): مفسر (شیخ) ابو سعودؒ کی اسانید

(شیخ) شہاب الدین خفاجیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) سعد الدین بن حسنؒ سے اور وہ (شیخ) ابو سعود محمد عمادیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (3): اسانید (شیخ) سعد اللہ بن عیسیٰ بن امیر خان المشہور ''سعدی چلپیؒ''

(شیخ حسن بن عمار) شرنبلالیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) فتح اللہ بن محمود بیونیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ محمود بیونیؒ) سے، وہ (شیخ) نور اللہؒ سے اور وہ (شیخ سعد اللہ بن عیسیٰ بن امیر خان) سعدی چلپیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (4): اسانید (شیخ) محمد بن فراموز المشہور ''ملا خسروؒ'' متوفی 885ھ (1451ء)

کتاب ''شقائق'' کے مصنف لکھتے ہیں کہ:

''(محمد بن فراموز) کے والد (فراموز) اصلاً رومی تھے، پھر مسلمان ہوگئے۔ ان کی ایک بیٹی تھی، جس کا خاوند خسرو نام کا ایک امیر تھا۔ فراموز کے اس بیٹے محمد نے خسرو کی گود میں پرورش پائی۔ اور اپنے والد کی وفات کے بعد ''اخی زوجۃ خسرو'' (خسرو کی بیوی کے بھائی) کے نام سے مشہور ہوئے۔

www.rahimia.org

پھر خسرو کا نام غالب آ گیا۔ اور یوں ''ملا خسروؒ'' مشہور ہو گئے۔ آپ کے شاگردوں میں یوسف بن جنید، حسن چلپی بن محمد شاہ فناریؒ اور حسن بن عبدالصمد سامسونیؒ وغیرہ ہیں۔'' انتھی

(مفسر شیخ) ابو سعود (محمد عمادیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) حسن چلپیؒ (71) سے اور وہ (شیخ) علامہ (محمد بن فراموز ملا) خسروؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(مفسر شیخ) ابو سعود (محمد عمادیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) عبدالرحمٰن بن علی مؤیدؒ سے، وہ (شیخ) سعداللہ سامسونیؒ سے اور وہ اپنے والدؒ سے اور وہ (شیخ) علامہ (محمد بن فراموز ملا) خسروؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (5): (شیخ) محمد بن ادمغان کی شمس الدین فناریؒ سے روایت کردہ اسانید

(شیخ) ابن کمال پاشاؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) مصلح الدین قسطلانیؒ اور (شیخ) لطف اللہ توقانیؒ سے، یہ دونوں حضرات دوسرے کے والد مولانا (شیخ) خضر بیگؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اسی طرح (شیخ) علامہ (محمد بن فراموز ملا) خسروؒ روایت کرتے ہیں (شیخ برہان الدین) حیدر (بن محمود) ہرویؒ (تلمیذ علامہ تفتازانیؒ) سے، وہ (شیخ علاؤالدین) علی عربی (حلبیؒ) سے اور وہ (شیخ) خضر بیگؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اسی طرح ابن کمال پاشاؒ روایت کرتے ہیں محی الدین محمدؒ سے اور وہ اپنے والد ابراہیم خطیبؒ سے روایت کرتے ہیں۔

یہ دونوں (شیخ خضر بیگؒ اور ابن کمال پاشاؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) محمد بن ادمغانؒ سے اور وہ (شیخ) شمس الدین محمد بن حمزہ فناریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

چند فصلیں: (شیخ) عزالدین عبدالرحمٰن فراتؒ متوفی 851ھ (1447ء) کی اسانید

فصل (1): اسانید (شیخ) جمال الدین محمد بن ابراہیم مرشدی مکیؒ

امامِ ربانی (مجدد الف ثانیؒ) روایت کرتے ہیں قطب (الدین نہروالی) مکیؒ سے، وہ (شیخ) ابن (یونس) شلبیؒ سے، وہ (شیخ سری الدین عبدالبر) ابن شحنہؒ سے، وہ (شیخ سیف الدین) قاسم بن قطلوبغاؒ سے اور وہ (شیخ) جمال ابوالمحاسن محمد بن ابراہیم مرشدی (مکیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

امامِ ربانی (مجدد الف ثانیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) یعقوب صیرفیؒ سے، وہ (شیخ حافظ) ابن حجر مکیؒ سے، وہ شیخ الاسلام، (شیخ) زکریا انصاریؒ سے، وہ (شیخ) نجم عمر بن فہد مکیؒ اور (شیخ) عبدالرحمٰن بن محمد بن ابراہیمؒ سے، یہ دونوں حضرات دوسرے کے والد (شیخ) محمد بن ابراہیم مرشدی (مکیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

www.rahimia.org

فصل (2): (شیخ) عز (الدین عبدالرحیم) بن فراتؒ تک اسانید میں

امامِ ربانی (مجدد الف ثانیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) قطب مکیؒ سے، وہ (شیخ احمد) ابن (یونس) شلبیؒ سے، وہ (شیخ) ابراہیم کرکیؒ سے اور وہ (شیخ) عزالدین عبدالرحیم بن فراتؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ حسن بن علی) عجیمیؒ اور (شیخ خیرالدین) رملیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) احمد بن امین الدین بن عبدالعالؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ امین الدینؒ) سے اور وہ (شیخ عزالدین عبدالرحیم) ابن الفراتؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) عمر بن نجیم (مصریؒ) روایت کرتے ہیں اپنے بھائی (شیخ) زین بن نجیم بن امین الدین بن عبدالعالؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ نجیمؒ) سے وہ اپنے دادا (شیخ) عبدالعالؒ سے اور وہ (شیخ عزالدین عبدالرحیم) ابن الفراتؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ربانی (مجدد الف ثانیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) یعقوب صیرفیؒ سے، وہ (شیخ حافظ) ابن حجر مکیؒ سے، وہ (شیخ) زکریا انصاریؒ سے، وہ (شیخ) عبدالرحمٰن بن محمد بن ابراہیمؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ محمد بن ابراہیمؒ) سے اور وہ (شیخ عزالدین عبدالرحیم) ابن الفراتؒ سے روایت کرتے ہیں۔

پہلی نوع کی فصلوں کا خاتمہ: امام اکمل الدین بابرتیؒ کی اسانید

(شیخ) محمد قاسمؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) کمال الدین بن ہمامؒ سے، وہ (شیخ) محبّ الدین ابوالولید بن شحنہؒ سے اور وہ (امام) اکمل الدین بابرتیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) ابراہیم کرکیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) محی الدین محمد بن سلیمان کافیجیؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن شہاب بن محمود خافیؒ سے، وہ (شیخ) محقق (سید شریف) علی جرجانیؒ سے اور وہ (امام اکمل الدین) بابرتیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امامِ ربانی (مجدد الف ثانی) روایت کرتے ہیں (شیخ) قطب مکیؒ سے، وہ (شیخ احمد) ابن (یونس) شلبیؒ سے، وہ (شیخ سری الدین عبدالبر) ابن شحنہؒ سے، وہ محمد قاسمؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن ابراہیم مرشدیؒ سے اور وہ (امام اکمل الدین) بابرتیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امامِ ربانی (مجدد الف ثانیؒ) روایت کرتے ہیں (قطب) مکیؒ سے، وہ (شیخ احمد) ابن (یونس) شلبیؒ سے، وہ (شیخ ابراہیم) کرکیؒ سے، وہ (شیخ محبّ الدین محمد بن احمد) اقصرائیؒ سے اور وہ (امام اکمل الدین) بابرتیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امامِ ربانی (مجدد الف ثانیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) قطب مکیؒ سے، وہ (شیخ احمد) ابن (یونس) شلبیؒ سے، وہ (شیخ) ابراہیم کرکیؒ سے، وہ (شیخ) عزالدین (عبدالرحیم) بن فراتؒ سے اور وہ (امام اکمل الدین) بابرتیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

www.rahmia.org

امام ابوالفیض (شیخ عبدالرحیم) دہلویؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) خیر (الدین) رملیؒ سے، وہ (شیخ محمد بن عمر) حانوتیؒ سے، وہ (شیخ احمد) ابن (یونس) شلبیؒ سے، وہ (شیخ ابرہیم) کرکیؒ سے، وہ (شیخ محمد بن سلیمان) کافیجیؒ سے، وہ (شیخ) شمس الدین محمد بن حمزہ فناریؒ سے اور وہ (امام اکمل الدین) بابرتیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

دوسری نوع: اسانید امام علاؤالدین علی سیرامیؒ متوفی 791ھ (1388ء)

فصل (1): اسانید (شیخ) ابوحامد بن محمد بن احمد بن ضیا مکیؒ متوفی 854ھ (1450ء)

شیخ عبدالحق دہلویؒ، (شیخ) شہاب الدین خفاجیؒ اور (شیخ) عبدالرحمٰن مرشدیؒ تینوں حضرات روایت کرتے ہیں (شیخ) قاضی علی بن جاراللہ بن ظہیرہ مکیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) جاراللہ بن ظہیرہؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) امین الدینؒ سے، وہ (شیخ) محمد نجمیؒ سے اور وہ (شیخ) ابوحامد محمد بن احمد بن ضیا عمری مکیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (2): اسانید (شیخ) ابوالبقا محمد بن احمد بن ضیا مکیؒ متوفی 854ھ (1450ء)

(شیخ حسن بن علی) عُجیمیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) عبدالفتاح خاصؒ سے، وہ اپنے بھائی (شیخ) محمد سے، وہ اپنے والد (شیخ) محمد خاصؒ سے، وہ (شیخ) ابوالقاسم بن عبدالعلیم قربتیؒ سے، وہ (شیخ) زین الدین احمد بن محمد شرجیؒ سے، وہ (شیخ) ابوالبقا محمد بن احمد بن ضیا مکیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اور یہ دونوں بھائی (شیخ) ابوالبقاؒ اور (شیخ) ابوحامدؒ اپنے والد (شیخ) احمد بن ضیا مکیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (3): اسانید امام علاؤالدین احمد بن محمد سیرامیؒ متوفی 790ھ (1388ء)

(شیخ سیف الدین) محمد قاسم بن قطلو بغاؒ اور (شیخ) کمال الدین بن ہمامؒ دونوں راویت کرتے ہیں (شیخ) سراج الدین عمر قاریٔ ہدایہؒ سے اور وہ (امام) علاؤالدین (احمد بن محمد) سیرامیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

(شیخ سیف الدین) محمد قاسم بن قطلو بغاؒ اور (شیخ) کمال الدین ابن ہمامؒ دونوں راویت کرتے ہیں (شیخ) بدرالدین محمود عینیؒ سے اور وہ (شیخ) علاؤالدین (احمد بن محمد) سیرامیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

(شیخ) ابوالبقا محمد بن احمد بن ضیاؒ اور (شیخ) ابوحامد محمد بن احمد بن ضیاؒ دونوں راویت کرتے ہیں (شیخ سراج الدین عمر) قاریٔ ہدایہؒ سے اور وہ (شیخ) علاؤالدین (احمد بن محمد) سیرامیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

(شیخ ابراہیم) کرکیؒ راویت کرتے ہیں (شیخ) محبّ الدین محمد بن احمد اقصرائیؒ سے، وہ (شیخ) علامہ سراج الدین عمر بن علی کناتی قاریٔ ہدایہؒ سے اور وہ (شیخ) علاؤالدین (احمد بن محمد) سیرامیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

امامِ ربانی (مجدد الف ثانیؒ) راویت کرتے ہیں (شیخ) قطب مکیؒ سے، وہ (شیخ احمد) ابن (یونس) شلبیؒ سے وہ (شیخ ابراہیم) کرکیؒ سے، وہ (شیخ) تقی الدین محمد شمنیؒ اور (شیخ) امین الدین یحییٰ بن محمد اقصرائیؒ سے اور یہ دونوں

حضرات (امام علاؤالدین احمد بن محمد) سیرامیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

تیسری نوع: اسانید (شیخ) شمس الدین قونویؒ متوفی 788ھ (1386ء)

فصل (1): اسانید (شیخ) سعدالدین بن شمس الدین دیریؒ متوفی 868ھ (1363ء)

(شیخ) شمس بن طولونؒ راویت کرتے ہیں ابوالفتح مزیؒ سے اور وہ (شیخ) سعدالدین (بن شمس الدین) دیریؒ سے راویت کرتے ہیں۔

امامِ ربانی (مجدد الف ثانیؒ) راویت کرتے ہیں (شیخ) قطب مکیؒ سے، وہ (شیخ احمد) ابن (یونس) شلبیؒ سے، وہ (شیخ) ابراہیم کرکیؒ سے اور وہ (شیخ) سعدالدین (بن شمس الدین) دیریؒ سے راویت کرتے ہیں۔

امامِ ربانی (مجدد الف ثانیؒ) راویت کرتے ہیں (شیخ) قطب مکیؒ سے، وہ (شیخ احمد) ابن (یونس) شلبیؒ سے، وہ (شیخ سری الدین عبدالبر) ابن شحنہؒ سے، وہ (شیخ) قاسمؒ سے اور وہ (شیخ) سعدالدین (بن شمس الدین) دیریؒ سے راویت کرتے ہیں۔

اسی میں سے ایک **فصل**: امامِ ربانی (مجدد الف ثانیؒ) راویت کرتے ہیں (شیخ) بہلول بدخشیؒ سے، وہ (شیخ) عبدالرحمٰن بن فہدؒ سے، وہ اپنے چچا (شیخ) جاراللہ بن فہدؒ سے، وہ (شیخ) شمس سخاویؒ سے اور وہ (شیخ) سعدین (بن شمس الدین) دیریؒ سے راویت کرتے ہیں۔

(شیخ) شمس بن طولونؒ راویت کرتے ہیں (شیخ) ابوالبقا محمد بن عماد عمریؒ سے، وہ (شیخ) شمس الدین سخاویؒ سے اور وہ (شیخ) سعدالدین (بن شمس الدین) دیریؒ سے راویت کرتے ہیں۔

فصل (2): اسانید (شیخ) شمس قونویؒ، عبدالکریم کرمانیؒ، اور (محمد بن شہاب) بزازیؒ

قاضی القضاۃ (شیخ) سعدالدین (بن شمس الدین) دیریؒ راویت کرتے ہیں (شیخ) شمس الدین قونویؒ اور وہ (شیخ) عبدالکریم کرمانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) سعدالدین دیریؒ اور (شیخ محمد بن سلیمان) کافیجیؒ دونوں راویت کرتے ہیں (شیخ) حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب الدینؒ سے اور وہ اپنے والد (شیخ) محمد بن شہاب بزازیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

(شیخ) یوسف چلپیؒ راویت کرتے ہیں (شیخ) احمد بن عبداللہ قریمیؒ سے، وہ (شیخ) شرف الدین بن کمال قریمیؒ سے، وہ (شیخ) حافظ الدین (محمد بن محمد بن شہاب الدینؒ) سے، وہ اپنے والد (شیخ) محمد بن شہاب الدین بزازیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

www.rahimia.org

چوتھی نوع: اسانید امام ابوالوقت نظام الدین عبدالاول برہانی (مرغینانیؒ)

(شیخ محمد بن سلیمان) کا فیجیؒ راویت کرتے ہیں (شیخ) محمد بن شہاب بن محمود خافیؒ سے اور وہ (شیخ) نظام الدین عبدالاول بن علی مرغینانیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

پانچویں نوع: اسانید امام قوام الدین امیر کاتب اتقانیؒ متوفی 758ھ (1356ء)

ہم اس باب میں ان کا تذکرہ اس لیے لائے ہیں، تاکہ فقہا کی اسانید کا نظام زیادہ مربوط انداز میں سامنے آئے۔ آپؒ حنفیہ کے سربراہ تھے اور فقہ میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ انھیں اپنے اوپر بڑا اعتماد تھا۔ اور اپنے مخالفین کے حوالے سے بڑی عصبیت رکھتے تھے، جیسا کہ اس کا ذکر (امام) کفویؒ نے کیا ہے۔ اور محبّ ابوالولید بن شحنہؒ نے طویل مدت تک آپ کی صحبت اختیار کی، جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

(شیخ) خیر (الدین) رملیؒ راویت کرتے ہیں (شیخ) محمد بن عمر حانوتیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ عمر حانوتیؒ) سے، وہ (شیخ) محمد بن جرباشؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن محمد حریریؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) محمد بن علی حریریؒ سے اور وہ امام قوام الدین اتقانیؒ (72) سے راویت کرتے ہیں۔

باب (3): تحصیل، اصول، کلام اور حکمت جیسے علوم وفنون کے اہم رہنماؤں کی اسانید

فصل (1): اسانید علامہ محقق (شیخ) جلال الدین دوانیؒ متوفی 908ھ (1502ء)

امام ابوالفیض (شیخ) عبدالرحیم دہلویؒ راویت کرتے ہیں علامہ (شیخ) میرزاہد ہروی اکبرآبادیؒ سے، وہ علامہ (شیخ) محمد فاضل بدخشیؒ سے، وہ محقق (شیخ) محمد یوسف قراباغیؒ سے، وہ محقق (شیخ) حبیب اللہ میرزا جان شیرازیؒ سے، وہ علامہ (شیخ) محمود شیرازیؒ سے اور وہ محققین کے امام، علامہ (شیخ) جلال الدین دوانیؒ (73) سے راویت کرتے ہیں۔

محقق علامہ (شیخ) ابراہیم کردی مدنیؒ راویت کرتے ہیں (شیخ) عبدالکریم کورانیؒ سے، وہ (شیخ) احمد کردیؒ سے، وہ (شیخ) میرزا جان شیرازیؒ سے، وہ (شیخ) محمود شیرازیؒ سے اور وہ علامہ (شیخ جلال الدین) دوانیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

اور اسی طرح علامہ (شیخ) ابراہیم کورانیؒ راویت کرتے ہیں (شیخ) عبدالملک بن عبداللطیف بنبانیؒ سے، وہ (شیخ) قطب مکیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ علاؤالدین احمد بن محمد نہروالیؒ) سے اور وہ (علامہ محقق شیخ جلال الدین) دوانیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

امام ربانی (مجدد الف ثانیؒ) راویت کرتے ہیں (شیخ) قطب مکیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) علاؤالدین احمد بن محمد نہروالیؒ سے اور وہ محققین کے استاذ (شیخ) جلال الدین محمد دوانیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

www.rahimia.org

(الف) امامِ ربانی (مجدد الف ثانیؒ) شیخ بہلول بدخشی لاہوریؒ سے راویت کرتے ہیں۔

(ب) علامہ (شیخ) میرزاہد اکبرآبادیؒ راویت کرتے ہیں اپنے والد (شیخ) میر محمد اسلم کابلیؒ سے اور وہ شیخ بہلول بدخشیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ بہلول بدخشی لاہوریؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) عبدالرحمٰن بن فہد مکیؒ سے، وہ اپنے چچا (شیخ) جابر اللہ بن فہدؒ سے، وہ (شیخ) اسماعیل بن برہان الدین علویؒ سے، وہ (شیخ) عبدالرحمٰن ایجیؒ سے اور وہ محقق (علامہ، شیخ) جلال الدین دوانیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) وجیہ الدین علویؒ سے، وہ (شیخ) عماد الدین طارمیؒ اور وہ محقق (جلال الدین) دوانیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

(شیخ) ابوسعود استنبولیؒ راویت کرتے ہیں (شیخ) عبدالرحمٰن بن علی بن مؤیدؒ سے اور وہ محقق (علامہ، شیخ جلال الدین) دوانیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

شیخ احمد شناویؒ راویت کرتے ہیں (شیخ) سید غضنفر بروجیؒ سے، وہ (شیخ) ابوالفضل کازرونیؒ سے اور وہ علامہ (شیخ جلال الدین) دوانیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

(شیخ) حسن بن علی عجیمیؒ راویت کرتے ہیں (شیخ) محمد علی بن حسین بن علی حسینی لاہوریؒ سے، وہ (شیخ) سید عبداللہ بن عارفؒ سے، وہ (شیخ) بہاؤالدین حسین عاملیؒ سے، وہ (شیخ) عبداللہ یزدیؒ سے، وہ (شیخ) جمال الدین شیرازیؒ سے، وہ (علامہ، شیخ) جلال الدین دوانیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

اسی طرح (شیخ) محمد علی لاہوریؒ راویت کرتے ہیں (شیخ) میرزا ابوالقاسم بن عباس جیلانیؒ سے، وہ (شیخ) سید محمد باقر استرابادیؒ سے، وہ (شیخ) فخر الدین محمد بن حسین سماکیؒ سے، وہ (شیخ) جمال الدینؒ شیرازی سے اور وہ (محقق علامہ، شیخ) جلال (الدین) دوانیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

اسی طرح (میرزا ابوالقاسم بن عباس) جیلانیؒ راویت کرتے ہیں (شیخ) سلطان حسین اللہ وشتیؒ سے، وہ (شیخ) میرزا جانؒ سے، وہ (شیخ) جمال الدین محمود شیرازیؒ سے اور وہ (محقق، علامہ، شیخ) جلال (الدین) دوانیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

امام محمد سعید (سرہندیؒ) اور امام محمد معصوم (سرہندیؒ) دونوں حضرات راویت کرتے ہیں شیخ طاہر لاہوریؒ سے، وہ (شیخ) امیر فتح اللہ شیرازیؒ سے، وہ (شیخ) محمود شیرازیؒ سے اور وہ محقق (علامہ شیخ جلال الدین) دوانیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

علامہ قطب الدین سہالویؒ راویت کرتے ہیں (شیخ) عبدالسلام اعظمیؒ سے، وہ (شیخ) عبدالسلام لاہوریؒ سے، وہ (شیخ) امیر فتح اللہ شیرازیؒ سے، وہ (شیخ) جمال الدین محمود شیرازیؒ سے اور وہ محقق (علامہ شیخ جلال الدین) دوانیؒ

www.rahmia.org

سے راویت کرتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ: اسی طرح (شیخ) ابوالفیضؒ اور (شیخ) ابوالفضلؒ اپنے والد شیخ مبارک بن خضر سندھی اکبرآبادیؒ سے راویت کرتے ہیں، وہ (شیخ) رفیع الدین صفوی اکبرآبادیؒ سے اور وہ محقق (علامہ شیخ) جلال الدین دوانیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

اور (شیخ) امیر فتح اللہ شیرازیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) غیاث الدین شیرازیؒ سے، وہ علامہ صدرالدین شیرازیؒ سے، جو کہ امام جلال الدین دوانیؒ کے مخالف ہیں۔

اسی طرح (شیخ) عبدالرحمٰن بن مؤیدؒ راویت کرتے ہیں (شیخ) صدرالدین شیرازیؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) غیاث الدین شیرازیؒ سے اور وہ (شیخ) قوام الدین کلیاریؒ سے راویت کرتے ہیں۔

فصل (2): اسانید علامہ (سید) شریف علی جرجانیؒ

(محقق، علامہ، شیخ) جلال (الدین) دوانیؒ راویت کرتے ہیں اپنے والد (شیخ) اسعد دوانیؒ اور (شیخ) مظہرالدین کازرونیؒ سے اور وہ دونوں علامہ (سید) شریف (علی) جرجانیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

(شیخ) احمد شناویؒ راویت کرتے ہیں (شیخ) غضنفر نہروالیؒ سے، وہ (شیخ) عبدالرحمٰن بن مسعود کازرونیؒ سے، وہ (شیخ) نورالدین احمد طاویؒ سے اور وہ علامہ (سید شریف علی) جرجانیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

(شیخ) عارف جامیؒ راویت کرتے ہیں (شیخ) علی سمرقندیؒ سے اور وہ علامہ (سید شریف علی) جرجانیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

علامہ (محمد بن سلیمان) کافیجیؒ راویت کرتے ہیں محمد بن شہاب بن محمود خافیؒ سے اور وہ علامہ (سید شریف علی) جرجانیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

(شیخ) محمد بن ادمغانؒ راویت کرتے ہیں (شیخ) فخر عجمیؒ سے اور وہ علامہ (سید شریف علی) جرجانیؒ سے راویت کرتے ہیں۔

فصل (3): اسانید علامہ (شیخ) سعدالدین مسعود تفتازانیؒ

(شیخ) جلال الدین دوانیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) مظہرالدین کازرونیؒ سے اور وہ علامہ (شیخ سعدالدین مسعود) تفتازانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ محمد) قاسم بن قطلو بغاؒ اور (شیخ کمال الدین) ابن ہمامؒ دونوں روایت کرتے ہیں (شیخ بدرالدین محمود) عینیؒ سے، وہ (شیخ) یحییٰ سیرامیؒ سے اور وہ علامہ (شیخ سعدالدین مسعود) تفتازانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ محمد) قاسم بن قطلو بغاؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) علاؤالدین محمد بن محمد بن محمد بخاریؒ سے اور وہ (علامہ شیخ

سعدالدین مسعود) تفتازانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ تقی الدین محمد) شمنیؒ اور (شیخ محبّ الدین محمد بن احمد) اقصرائیؒ دونوں روایت کرتے ہیں (شیخ) یحییٰ سیرامیؒ سے اور وہ علامہ (سعدالدین مسعود) تفتازانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

محقق (تقی الدین محمد) شمنیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) علاء (الدین محمد بن محمد) بخاریؒ سے اور وہ علامہ (سعدالدین مسعود) تفتازانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

علامہ (محمد بن سلیمان) کافیجیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) حیدرہ بن احمدؒ سے اور وہ علامہ (سعدالدین مسعود) تفتازانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(شیخ) عارف جامیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) شمس الدین جاجرمیؒ سے اور وہ علامہ (سعدالدین مسعود) تفتازانیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

باب (4): ائمہ شافعیہ اور مالکیہ وغیرہ کی اسانید

فصل (1): اسانید شیخ (حافظ) ابن حجر مکیؒ

امامِ ربانی (مجدد الف ثانیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) یعقوب صیرفی سیالکوٹیؒ سے اور وہ (شیخ حافظ) ابن حجر مکیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اسی طرح امامِ ربانی (مجدد الف ثانیؒ) کو (شیخ حافظ) ابن حجر مکیؒ سے عمومی اجازت حاصل ہے۔

شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) عبدالوہاب متقیؒ سے، وہ (شیخ) علی متقیؒ سے اور وہ (شیخ حافظ) ابن حجر مکیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ابوالفیض (شیخ عبدالرحیم) دہلویؒ روایت کرتے ہیں شیخ محمد بن علاؤالدین بابلیؒ سے، وہ (شیخ) ابوبکر شنوانیؒ سے اور وہ (شیخ حافظ) ابن حجر مکیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (2): اسانید شیخ عبدالوہاب شعراویؒ (شعرانی)

امام ابوالفیض (شیخ عبدالرحیم) دہلویؒ روایت کرتے ہیں شیخ ابراہیم کردیؒ سے وہ (شیخ) احمد قشاشیؒ سے، وہ (شیخ) احمد شناویؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) علی بن عبدالقدوس شناویؒ سے اور وہ شیخ عبدالوہاب شعراویؒ (74) سے روایت کرتے ہیں۔

اسی طرح شیخ ابراہیم کردیؒ روایت کرتے ہیں شیخ عبدالباقی حنبلیؒ سے، وہ شیخ عبدالرحمٰن بن یوسف حنبلی بہوتیؒ سے اور وہ شیخ عبدالوہاب شعراویؒ سے روایت کرتے ہیں۔

www.rahmia.org

فصل (3): اسانید امام جلال الدین سیوطیؒ

امامِ ربانی (مجدد الف ثانیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) بہلول بدخشی لاہوریؒ سے، وہ شیخ عبدالرحمٰن بن فہد مکیؒ سے، وہ اپنے چچا (شیخ) جاراللہ بن فہدؒ سے اور وہ امام (شیخ) جلال الدین سیوطیؒ (75) سے روایت کرتے ہیں۔

اسی طرح (شیخ احمد) ابن (یونس) شلبیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) یوسف بن عبداللہ ارمیونیؒ سے اور وہ (امام جلال الدین) سیوطیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (4): اسانید

(شیخ) شہاب (الدین) خفاجیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) شمس (الدین) رملیؒ سے، وہ شیخ الاسلام (زکریا) انصاریؒ (76) سے روایت کرتے ہیں۔

اسی طرح (شیخ احمد) ابن (یونس) شلبیؒ اور (شیخ) عبداللہ نحریریؒ دونوں روایت کرتے ہیں (شیخ) جمال یوسف بن زکریاؒ سے اور وہ اپنے والد شیخ الاسلام زکریا انصاریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (5): اسانید (شیخ) حافظ ابن حجر (عسقلانیؒ)

امام ابوالفیض (شیخ) عبدالرحیم دہلویؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) میرزاہد اکبرآبادیؒ سے، وہ (شیخ) محمد فاضل بدخشیؒ سے، وہ (شیخ) محمد یوسف قراباغیؒ سے، وہ (شیخ) میرزا جان شیرازیؒ سے، وہ (شیخ) محمود شیرازیؒ سے، وہ (شیخ) جلال الدین دوانیؒ سے اور وہ (شیخ) حافظ ابن حجر (عسقلانیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

اور امامِ ربانی (مجدد الف ثانیؒ) روایت کرتے ہیں (شیخ) بہلول بدخشیؒ سے، وہ (شیخ) عبدالرحمٰن بن فہدؒ سے، وہ اپنے والد (شیخ) عبدالقادرؒ اور اپنے چچا (شیخ) جاراللہ بن عبدالعزیزؒ سے، وہ دونوں اپنے والد (شیخ) حافظ عبدالعزیز بن فہدؒ سے، وہ اپنے دادا (شیخ) حافظ تقی الدین محمد بن فہدؒ سے، وہ (شیخ) حافظ ابن حجر (عسقلانیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

ابن حجر مکیؒ روایت کرتے ہیں وہ شیخ الاسلام زکریا انصاریؒ، (شیخ) عبدالحق سنباطیؒ اور (شیخ) جلال الدین سیوطیؒ سے، ان میں سے تیسرے (جلال الدین سیوطیؒ)، (شیخ) حافظ ابن حجر (عسقلانی) سے روایت کرتے ہیں۔

اسی طرح (شیخ) عبدالوہاب شعراویؒ روایت کرتے ہیں (شیخ الاسلام) زکریا انصاریؒ سے اور وہ حافظ ابن حجر (عسقلانیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

اسی طرح (شیخ سیف الدین) محمد قاسم بن قطلو بغاؒ اور (شیخ) کمال الدین ابن ہمامؒ دونوں (شیخ) حافظ ابن حجر (عسقلانیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

www.rahimia.org

فصل (6): اسانید قطب اسماعیل (بن ابراہیم ہاشمی زبیدی) جبرتیؒ

شیخ عبدالحق دہلویؒ روایت کرتے ہیں شیخ عبدالوہاب متقیؒ سے، وہ شیخ علی متقیؒ سے، وہ (شیخ) ابوالحسن محمد بن محمد بکریؒ سے، وہ (شیخ) رضی الدین عامری غزیؒ سے، وہ (شیخ) عارف شرف الدین محمد بن زین الدین مراغیؒ سے اور وہ قطب اسماعیل بن ابراہیم ہاشمی جبرتی زبیدیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (7): اسانید امام احمد زروقؒ

شیخ عبدالحق (محدث) دہلویؒ روایت کرتے ہیں شیخ عبدالوہاب متقیؒ سے، وہ شیخ علی متقیؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن محمد سخاویؒ سے، وہ (شیخ) طاہر زواویؒ سے، وہ (شیخ) احمد بن موسیٰ بنتینیؒ سے اور وہ امام احمد زروقؒ سے روایت کرتے ہیں۔

فصل (8): اسانید شیخ الاسلام احمد بن علی وفائی مفلحی حنبلی اور شیخ عبدالرحمٰن بہوتیؒ

امام ابوالفیض (شیخ) عبدالرحیم دہلویؒ روایت کرتے ہیں شیخ ابراہیم کردیؒ سے، وہ (شیخ) محمد بن محمد بن سلیمان دوانیؒ سے، وہ (شیخ) ابوعبداللہ محمد بن بدرالدین بلبانی صالحیؒ سے اور وہ شیخ الاسلام شہاب الدین احمد بن علی وفائی مفلحی حنبلی قادریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

اسی طرح شیخ ابراہیم کردیؒ روایت کرتے ہیں (شیخ) عبدالباقی حنبلیؒ سے اور وہ (شیخ) عبدالرحمٰن بن یوسف حنبلی بہوتیؒ سے روایت کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالہ جات وحواشی

1۔ منشی ذکاء اللہ نے ''تاریخ ہندوستان'' میں لکھا ہے: ''شاہ جہاں بارہویں روز 08/شہر (ماہ) جمادی الثانی 1037ھ مطابق 06/فروری 1668ء کو گھوڑے پر سوار ہوکر دولت خانۂ ارک دارالخلافہ اکبر آباد میں آیا اور ساڑھے تین گھڑی بعد سر پر تاج اور تخت پر قدم رکھا۔ اربابِ سیف وقلم اور اعیانِ دولت وحشم نے مبارک باد دی۔....جب شاہ جہاں نے تختِ سلطنت پر جلوس کیا، تو اُس کو مراسم ملتِ مصطفوی وشریعتِ محمدی کا، جس میں کچھ خلل پڑ گیا تھا، ایسا پاس ولحاظ تھا کہ اول اُس نے یہ حکم دیا کہ سجدہ کرنے کی تعظیم کا معبودِ حقیقی سزاوار ہے۔ اب آئندہ کوئی دوسرے کے لیے اپنی پیشانی کو خاکِ مذلت پر نہ رکھے۔ یعنی اکبری عہد میں بادشاہ کو جو سجدہ کرنے کا دستور تھا، وہ موقوف کیا۔...اور یہ مقرر کیا کہ جس وقت بادشاہ سے ملاقات ہو، تو السلام علیکم کریں۔ اور جب رخصت ہو تو فاتحہ پڑھیں۔'' (دیکھئے! تاریخ ہندوستان۔ از منشی ذکاء اللہ۔ ج: ہفتم۔ ص:53، 55، 56۔ طبع سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور)

2۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمیؒ حاشیے میں لکھتے ہیں کہ: ''مجھے یہ حوالہ ''مآثر الکرام'' میں نہیں ملا۔ اور اللہ زیادہ جانتا ہے۔''

www.rahimia.org

3۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ایک رسالے ''ردّ روافض'' کا عربی زبان میں ترجمہ ''المقدمة السَنِية فی إنتصار الفرقة السُنّية'' لکھا ہے۔ یہ رسالہ انھوں نے مدینہ منورہ میں قیام کے دوران حضرت شیخ ابوطاہر کردی کی فرمائش پر تحریر کیا تھا۔ اس رسالے میں حضرت مجدد الف ثانیؒ کے بارے میں شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں: ''الرسالة التی أنشاء ها أوحد زمانه، و فريد اوانه، الجهبذ الراسخ فی الشريعة و الطريقة، و الطود الشامخ فی المعرفة و الحقيقة، ناصر السنة، قامع البدعة، سراج اللّٰه الموضوع يستضیء به من شاء من عباده المؤمنين، و سيف اللّٰه المسلول علٰی أعدائه من الكفرة و المبتدعين الإمام العارف، العالم الألمعی مولانا الشيخ أحمد الفاروقی الماتريدی الحنفی النقشبندی السهرندی. جزاهُ اللّٰه سبحانهٗ عن المسلمين خيرالجزاء و أحلّه بحبوبه الخلد و بوّأهٗ حظيرة الرضا.'' (یہ رسالہ لکھنے والی شخصیت وہ ہے، جو اپنے زمانے میں منفرد ہے، اپنے وقت کی یکتا ہے، شریعت اور طریقت میں بڑ راسخ اور ماہر عالم ہیں، معرفت اور طریقت کے اونچے پہاڑ ہیں، سنت کی مدد کو پھیلانے والے ہیں، بدعت کا قلع قمع کرنے والے ہیں، اللہ کا ایسا چراغ ہیں، جس سے اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں میں سے جسے چاہتا ہے، منور کرتا ہے۔ اللہ کے دشمنوں کافروں اور بدعتیوں کے مقابلے پر اللہ کی کھلی تلوار ہے، امام، عارف، ذہین عالم مولانا شیخ احمد فاروقی ماتریدی، حنفی، نقشبندی، سرہندی، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ مسلمانوں کی جانب سے انھیں اچھی جزا دے اور انھیں جنت الفردوس میں پہنچائے۔ اور اپنی رضامندی کے حظیرۃ القدس میں ٹھکانہ دے۔)

اسی رسالے میں حضرت مجدد صاحبؒ کے پانچ تجدیدی امور کا ذکر کرنے کے بعد شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''ان امور کی وجہ سے شیخ کی یہ حالت ہے کہ سوائے مؤمن متقی کے اور کوئی ان سے محبت نہیں کرتا۔ اور سوائے بدبخت فاسق و فاجر کے کوئی ان سے بغض و عداوت نہیں رکھتا۔'' (دیکھیے! تذکرہ امام ربانی مجدد الف ثانی۔ مرتبہ محمد منظور نعمانی۔ ص:303 وہ 306۔ مطبوعہ: مکتبہ سراجیہ، موسیٰ زئی شریف، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان)

4۔ القرآن (83:4)۔

5۔ ایضاً۔

6۔ حضرت خواجہ حافظ سید عبداللہ اکبرآبادیؒ: حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ''انفاس العارفین'' میں لکھا ہے کہ: ''حضرت والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سید عبداللہ قصبہ ''کھیڑی'' کے رہنے والے تھے، جو ''بارہہ'' کے نواح میں واقع ہے۔ ان کے والد نے کھیڑی کو وطن بنا لیا تھا۔ کم سنی ہی میں ان کے والدین فوت ہوگئے تھے اور ان کے دل میں اُسی وقت سے خداطلبی کا جذبہ پیدا ہوا۔ جگہ جگہ اولیائے کرام کی تلاش کرتے رہے، یہاں تک کہ پنجاب کے ایک بزرگ کی خدمت میں پہنچے، جو علم قرأت میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے اور صحرائے پنجاب کی ایک مسجد میں اپنا وقت گزار رہے تھے۔ لوگوں کے میل جول اور آمد و رفت سے بالکل فارغ البال اور انتہائی متوکل علی اللہ تھے۔ سید صاحبؒ ان کی خدمت میں رہ کر راہِ حق طلب کرنے لگے۔ ان بزرگ نے سید صاحب سے فرمایا کہ: تمھاری تلقین و ہدایت ایک اور بزرگ سے وابستہ ہے، جہاں تم ان شاء اللہ ضرور پہنچو گے۔ البتہ ہاں حفظ قرآن کی نعمت مجھ سے حاصل کیجیے.... جب حفظِ قرآن سے فراغت حاصل ہوئی تو اس بزرگ نے رخصت عطا فرمائی کہ جاؤ اور جہاں بھی کوئی صاحبِ ولایت ملے، اُس کی خدمت گزاری میں انتہائی کوشش کرو۔ یہ سیر کرتے ہوئے ''سامانہ'' میں حضرت شیخ اِدریس سامانی کی خدمت میں جا پہنچے۔ کافی عرصہ ان کی صحبت میں رہے، پھر وہاں سے حضرت شیخ آدم بنوری قدس سرہٗ کی صحبت میں تشریف لے گئے اور کافی عرصہ ان کی خدمت میں رہے۔ ان کے اجل خلفا میں شامل ہوئے۔

والد ماجد (شاہ عبدالرحیم دہلویؒ) نے فرمایا کہ: سید عبداللہ فرماتے تھے: جن دنوں شیخ آدم بنوری قدس سرہٗ نے حج بیت اللہ کا عزمِ مصمم کیا تو میں نے بھی ان کے ساتھ جانے کا ارادہ کرلیا۔ انھوں نے مجھے جانے سے روک دیا۔ اور فرمانے لگے کہ: تمھارا

ٹھہرانا حکمت پر مبنی ہے، جو تمھیں بعد میں معلوم ہوجائے گا۔ اب معلوم ہوا کہ وہ حکمت تمھاری تربیت سے عہدہ برآ ہونا تھا۔...

والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ: جن دنوں اورنگ زیب عالم گیر اکبر آباد (آگرہ) میں تھا، میں میرزاہد ہرویؒ محتسبِ لشکر سے کچھ اسباق پڑھتا تھا۔ اسی تقریب کے بہانے میں اپنے والد کے ہمراہ میں اکبر آباد گیا تھا۔ سید عبداللہ بھی وہاں موجود تھے۔ انھی دنوں انھیں ایک عارضہ لاحق ہوا اور وہ رحمتِ حق سے واصل ہوئے۔ انھوں نے وصیت کی کہ مجھے مسکینوں کے قبرستان میں دفن کرنا، تاکہ کوئی پہنچان نہ سکے۔'' اس سے اندازا ہوتا ہے کہ غالبًا آپؒ کی وفات 1099ھ/1688ء میں ہوئی۔ (دیکھئے! انفاس العارفین۔ تذکرہ حافظ عبداللہ اکبر آبادیؒ۔ ص:06 تا 14۔ طبع: مجتبائی، دہلی۔ اردو ترجمہ۔ ص: 40 تا 57۔ طبع: دیوبند)

7۔ شیخ، عارف، سید آدم بن اسماعیل کاظمی بنوری قدس سرہٗ: آپؒ مشائخ نقشبندیہ میں بڑے اونچے مرتبے پر فائز تھے۔ سرہند کے قریب بستی ''بنور'' میں پیدا ہوئے۔ طریقت کا ابتدائی سلسلہ آپؒ نے مجدد الف ثانی کے صحبت یافتہ حاجی خضر رومانی سے ملتان میں حاصل کیا۔ ان کے حکم سے سرہند میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور طویل مدت تک ان کی صحبت اختیار کی۔ آپ ان کے خلیفہ اجل ہیں۔ آپؒ کو سلسلۂ قادریہ کے مشائخ میں حضرت شاہ کمال کیتھلی قدس سرہٗ کا فیض حضرت شیخ محمد طاہر بندگی لاہوری قدس سرہٗ سے حاصل ہوا۔ اس طرح آپؒ سے نقشبندیہ مجددیہ اور قادریہ مجددیہ کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپؒ 1052ھ/1642ء میں لاہور آئے تو آپؒ کے ساتھ دس ہزار علما و مشائخ اور ہر طبقے کے افراد تھے۔ سلطان شاہ جہاں بھی اس زمانے میں لاہور میں تھا۔ اس کو جب معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ بہت بڑا اجتماع ہے، تو اس نے اپنے وزیر اعظم نواب سعداللہ خان کو ان کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے بھیجا۔ (نزہۃ الخواطر۔ ج:05۔ ص:04)

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''انفاس العارفین'' میں لکھتے ہیں: ''شاہ جہان نے اپنے وزیر سعداللہ خان اور ملا عبدالحکیم سیالکوٹی کو شیخ کی حقیقتِ حال کا پتا چلانے کے لیے بھیجا۔ دونوں شیخ کی خدمت میں پہنچے تو شیخ اس وقت مراقبے میں تھے۔ کافی دیر دورازے پر بیٹھے رہے۔ جب شیخ حالتِ مراقبہ سے باہر نکلے تو دونوں ان کے حجرے میں داخل ہوگئے۔ شیخ ان کی تعظیم بجا نہ لائے۔ یہ دیکھ کر دونوں بزرگوں کا مزاج بگڑ گیا۔ سعداللہ خان نے کہا کہ: چلو میں تو اہل دنیا ہوں، مشائخ کے نزدیک تعظیم کا مستحق نہیں، مگر مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی تو بڑے عالم دین ہیں، ان کی تعظیم ضروری ہے۔ حضرت شیخ آدم بنوریؒ نے فرمایا: ''حدیث میں آتا ہے: ''**العلماء أمناء الدّين مالم يخالطوا الملوک، فإذا خالطوهم فهم اللّصوص.**'' (علما اُس وقت تک دین کے محافظ ہوتے ہیں، جب تک وہ بادشاہوں سے دور رہیں۔ جب بادشاہوں کی بارگاہوں تک پہنچ جائیں تو وہ علما نہیں، چور ہیں۔) یہ سن کر دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور شاہ جہان سے جا کر کہا کہ: یہ ایک عام اور متکبر فقیر ہے، جو لمبے چوڑے دعوے کرتا ہے، لیکن پٹھان اس کے بے حد معتقد ہیں۔ اسے چھیڑنے سے خوف ہے کہ کہیں فتنہ نہ کھڑا ہوجائے۔ یہ سن کر شاہ جہان بگڑ گیا۔ قاصد کے ہاتھ شیخ کو کہلا بھیجا کہ آپ حج کو چلے جائیں۔ شیخ انتہائی عجلت میں عازمِ مکہ ہوگئے اور سورت سے جہاز میں سوار ہوگئے۔ جب سوار ہوگئے تو بادشاہ کا حکم سورت کے حاکم کو پہنچا کہ اس فقیر کو جلد واپس لوٹایئے، کیوں کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ اس درویش کا باہر جانا میرے ملک کے لیے زوال کا باعث ہوگا۔ حاکم سورت نے معذرت لکھی کہ شاہی حکم پہنچنے سے پہلے حضرت شیخ جہاز پر سوار ہوگئے۔ بہت ہی جلد بادشاہ قید ہوا اور اِدھر شیخ کی وفات مدینہ منورہ میں 23رشوال 1053ھ/ جنوری 1644ء کو ہوگئی اور حضرت عثمان کے مزار کے قریب جنت البقیع میں آپؒ مدفون ہوئے۔

(دیکھئے! انفاس العارفین۔ فارسی۔ ص:13۔ اردو ترجمہ: ص:56-55)

8۔ شیخ، عالم، کبیر، علامہ عبداللہ بن (خواجہ باقی باللہ) عبدالباقی نقشبندی، کابلی ثم دہلویؒ: آپ شہر دہلی میں 07ر رجب 1010ھ (جنوری 1602ء) میں اپنے بڑے بھائی عبیداللہ کی وِلادت کے بعد پیدا ہوئے۔ آپؒ کے والد حضرت خواجہ باقی باللہ کا انتقال آپؒ کے بچپن میں ہی ہوگیا تھا۔ چناں چہ آپؒ نے شیخ حسام الدین دہلویؒ کی گود میں پرورش پائی۔ آپؒ نے درسی کتابیں شیخ شاکر

www.rahimia.org

محمد اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے پڑھیں۔ پھر سرہند کا سفر کیا۔ اور بعض کتابیں امام ربانی (مجدد الف ثانی) شیخ احمد سرہندی سے پڑھیں۔ اور آپؒ سے طریقت حاصل کی۔ ایک طویل مدت تک آپؒ کی صحبت اختیار کی اور پھر دہلی تشریف لے گئے۔ آپؒ کو حضرت شیخ حسام الدین اور شیخ الہ داد نے اجازت عطا فرمائی۔ چناں چہ آپ درس و تدریس اور افادہ واستفادہ میں مشغول ہو گئے۔ آپؒ کو شیخ محی الدین ابن عربی کے طریقے کے مطابق معارفِ الٰہیہ پر بڑی قدرت حاصل تھی۔ ان کی کتاب ''فصوص الحکم'' اور ''فتوحاتِ مکیہ'' آپ کی نوکِ زبان پر ہر وقت رہتی تھیں۔ آپؒ نے ان دونوں کتابوں پر بڑے عمدہ حواشی لکھے ہیں۔ آپؒ کا انتقال بدھ کے روز 25/ جمادی الاولیٰ 1074ھ (دسمبر 1663ء) میں ہوا۔

(دیکھیے! نزہۃ الخواطر۔ ج:05۔ ص:255۔ طبع: دائرۃ المعارف، حیدر آباد دکن)

9۔ شیخ، عالم، محدث محمد افضل سیالکوٹی ثم دہلوی: آپؒ اصل سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں اور مشہور محدثین میں سے ہیں۔ آپؒ نے حضرت شیخ عبدالاحد بن شیخ محمد سعید سرہندیؒ سے تعلیم حاصل کی اور ان سے بہت زیادہ فیض اٹھایا۔ حدیث کی سند بھی انھی سے لی۔ پھر حرمین شریفین کا سفر کیا اور وہاں حضرت شیخ سالم بن عبداللہ بصریؒ کی صحبت اٹھائی۔ پھر واپس ہندوستان تشریف لائے اور دہلی میں مستقل سکونت اختیار کی۔ آپؒ مدرسہ غازی خان میں حدیث کا درس دیا کرتے تھے۔ آپؒ سے حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں وغیرہ بہت سے علما نے تعلیم حاصل کی اور فیض اٹھایا۔ آپؒ کا انتقال 1146ھ/1733ء میں ہوا۔ (دیکھئے! نزہۃ الخواطر۔ ج:06۔ ص:288)

10۔ شیخ محدث عبدالاحد بن محمد سعید بن امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ: آپؒ اپنے والد کے بیٹوں میں سے پانچویں ہیں۔ اور ان کے علوم و معارف کے وارث ہیں۔ آپؒ کی پیدائش سرہند شہر میں 1050ھ (1640ء) میں ہوئی۔ آپؒ نے اپنے والد سے تعلیم حاصل کی اور ان سے علم حدیث اور سلسلۂ طریقت اخذ کیا۔ والد کے انتقال کے بعد آپؒ نے اپنے چچا شیخ محمد معصوم سرہندیؒ کی صحبت اختیار کی اور ان سے ان کی نسبتِ خاصہ حاصل کی۔ آپؒ بڑے عالم اور عارف، نیز بہت عمدہ شعر کہنے والے شاعر تھے۔ شیخ حجۃ اللہ محمد نقشبند سرہندیؒ آپؒ کے بارے میں کہتے ہیں کہ: ''بے شک اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے ہمارے آباؤ اجداد میں علم و معرفت میں کوئی تفریق نہیں رکھی۔ آج بھی ایک شخص، جس میں یہ دونوں چیزیں جمع ہیں، وہ شیخ عبدالاحد ہیں۔'' آپؒ کا انتقال جمعہ کے دن 27/ ذی الحج 1127ھ (1714ء) میں دہلی میں ہوا۔ آپؒ کے متعلقین نے آپؒ کا تابوت سرہند منتقل کیا۔ اور وہیں دفن ہوئے۔

(دیکھیے! نزہۃ الخواطر۔ ج:06۔ ص:135۔ طبع: دائرۃ المعارف، حیدر آباد دکن)

11۔ ان سے مراد شیخ، عارفِ کبیر، حجۃ اللہ محمد نقشبند بن خواجہ محمد معصوم بن امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ ہیں۔ آپ نقشبندی مشائخ میں بہت اونچے مرتبے کے لوگوں میں سے ہیں۔ آپؒ کی پیدائش سرہند شہر میں جمعہ کے دن 27/ رمضان 1034ھ (1625ء) میں ہوئی۔ آپؒ نے اپنے والد سے تعلیم اخذ کی اور پھر ان کی صحبت میں ہمیشہ رہے۔ یہاں تک کہ ایسے بلند رتبے تک پہنچے کہ آپؒ کے والد کے اصحاب میں سے کوئی بھی اس مقام پر نہیں پہنچا۔ آپؒ کے والد نے ان کے بارے میں ''قیومیت'' کی خوش خبری دی تھی۔ آپؒ سے سلسلہ اخذ کرنے والے شیخ محمد زبیر نقشبندیؒ اور بہت سی مخلوق ہے۔ آپؒ کا انتقال 29/ محرم 1114ھ (1702ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! نزہۃ الخواطر۔ ج:06۔ ص:265۔ طبع: دائرۃ المعارف، حیدر آباد دکن)

12۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ان کے حالات میں ایک مستقل رسالہ ''النُبذۃ الإبریزیۃ فی اللطیفۃ العزیزیۃ'' کے نام سے لکھا ہے۔ یہ رسالہ ''انفاس العارفین'' کا حصہ ہے۔

13۔ شیخ معمر محمد سعید شطاری نقشبندی لاہوری: آپؒ بہت زیادہ عمر والے مشائخ میں سے ایک ہیں۔ آپؒ نے سلسلۂ شطاریہ حضرت شیخ محمد اشرف لاہوریؒ سے حاصل کیا اور طریقۂ نقشبندیہ شیخ سعد اللہ نقشبندیؒ سے اور سلسلۂ قادریہ سید محمود بن علی حسینی کردیؒ سے مدینہ منورہ میں حاصل کیا۔ آپؒ نے دو دفعہ حج اور عمرے کا شرف حاصل کیا۔ آپؒ کی عمر 120 سال سے زائد تھی۔ اس لیے آپؒ کو

www.rahimia.org

''معمر'' کہا جاتا ہے۔ حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے آپؒ سے لاہور میں ملاقات کی اور ان سے علوم کی سند حاصل کی۔ اور آپؒ کے بارے میں اپنی کتاب ''الإنتباہ فی سلاسل اولیاء اللّٰہ'' میں ''الصالح''، ''الثقہ'' اور ''المعمّر'' کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ آپؒ کا انتقال 1166ھ/ 1753ء میں لاہور میں ہوا۔ (دیکھئے! نزہۃ الخواطر۔ ج:06۔ص:323)

14۔ شیخ سید محمد راشد سندھیؒ: آپؒ ''روضہ دھنی'' کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپؒ کی پیدائش 06 رمضان المبارک 1170ھ/ 1757ء میں ہوئی۔ آپؒ کے والدِ گرامی حضرت سید محمد بقا شاہ شہیدؒ بن سید محمد امام شاہ حسینی ہیں۔ آپؒ نے ابتدائی تعلیم حافظ زین الدینؒ اور مولانا محمد اکرمؒ سے حاصل کی۔ ابتدائی کتابوں کی تعلیم کے بعد علامہ فقیر اللہ علوی شکارپوریؒ سے تعلیم حاصل کی۔ اور پھر حضرت مخدوم یار محمد کوٹری کبیر (ضلع نواب شاہ) کے درس میں رہے۔ آپؒ کا سلسلۂ بیعت اپنے والدِ گرامی حضرت سید محمد بقا لکیاریؒ سے ہے اور ان کے انتقال 1198ھ/ 1783ء کے بعد آپؒ سلسلۂ قادریہ میں ان کے جانشین بنے۔ قادریہ راشدیہ سلسلہ آپؒ سے ہی ہوا۔ آپؒ کا انتقال پیر جو گوٹھ (سندھ) میں یکم رشعبان 1233ھ/ 1818ء کو ہوا۔ آپؒ کا جسدِ خاکی پہلے پُرانی درگاہ میں دفن کیا گیا تھا، پھر سیلاب کے خطرے کے پیشِ نظر آپؒ کے پوتے سید گوہر علی شاہ نے جمادی الاولیٰ 1250ھ/ اکتوبر 1834ء میں آپؒ کا تابوت نئی خانقاہ میں منتقل کیا۔ جہاں آپؒ کا مزار قائم ہے۔ (دیکھئے! مخزنِ فیضان، ملفوظات حضرت سائیں محمد راشد روضہ دھنی مع تاریخ خاندانِ راشدیہ پیرانِ پگاڑا۔ مترجم: حکیم ابوالحسان۔ ص:395 تا 406۔ طبع: جمعیت علمائے سکندریہ، درگاہ شریف، پیر جو گوٹھ، خیر پور، سندھ)

15۔ شیخ، عالم کبیر محمد حسین بن محمد مراد بن یعقوب حافظ بن محمود انصاری سندھیؒ: پاک سرزمین سندھ میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ علم اپنے والد سے حاصل کیا اور پھر انھی کے ساتھ سرزمین عرب کی طرف ہجرت کی۔ آپ کے والد محمد مراد ''شیخ الاسلام'' کے لقب سے مشہور تھے۔ اور انھوں نے شیخ مخدوم محمد ہاشم بن شیخ عبدالغفور ٹھٹھوی سندھیؒ سے روایت کی ہے۔ شیخ محمد حسین سندھیؒ کی ان کے علاوہ بھی اور اسانید ہیں۔ آپؒ کو علم طب میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ صرف ونحو اور فقہ حنفی اور اس کے اصول اور تمام علوم میں بڑی دسترس رکھتے تھے۔ سرزمین عرب میں آپ کو بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ (نزہۃ الخواطر۔ ج:07۔ص:438)

16۔ شیخ یوسف بن علاؤالدین مزجاجی حنفی: آپؒ کی پیدائش قریباً 1140ھ (1728ء) میں ہوئی۔ آپؒ نے یمن کے شہر زبید میں پرورش پائی۔ اور علوم اپنے والد اور شیخ عبدالخالق بن ابوبکر مزجاجی سے حاصل کیے۔ آپؒ بڑے عالم اور حافظ محقق اور مشہور رہنما تھے۔ امام شوکانی کے بھی آپ استاد تھے۔

(دیکھیے! نیل الوطر۔ ج:02۔ص:425۔ تالیف: محمد بن محمد یمنی صنعانی۔ طبع: قاہرہ، مصر)

17۔ شیخ، عالم کبیر، علامہ، مولانا محمد فاضل بدخشی لاہوری: آپؒ بدخشاں کے قریب ایک قصبے ''روستاق'' میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ آپؒ قاضی عین القضاۃ ہمدانی کی اولاد میں سے ہیں۔ آپؒ نے اپنے علاقے کے علما سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر کابل تشریف لائے اور مولانا محمد صادق حلوانی کے پاس طویل زمانہ قیام کر کے تعلیم حاصل کی۔ پھر توران چلے گئے اور وہاں فاضل مرزا جان شیرازی اور ان کے شاگرد ملا یوسف کوسج سے تعلیم حاصل کی اور اکثر درسی کتابیں انھی سے پڑھیں۔ پھر ہندوستان آئے اور اصولِ فقہ اور تفسیر و حدیث وغیرہ شیخ جمال الدین تلوی لاہوری سے حاصل کیا۔ پھر سلطان جہاں گیر کے زمانے میں لشکر کی عدالت کے قاضی مقرر ہوئے اور شاہ جہاں کے سنِ جلوس کے آٹھویں سال تک اس منصب پر فائز رہے۔ پھر غالباً 1044ھ/ 1634ء میں اس خدمت سے استعفیٰ دے دیا اور وظیفے اور زمین کی آمدنی پر قناعت اختیار کی۔ پھر آپؒ نے لاہور میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا، جس سے بہت سے علما نے فیض حاصل کیا۔ آپؒ کا انتقال لاہور میں 1050ھ/ 1642ء میں ہوا اور آپؒ کا مزار بھی لاہور میں ہے۔ (دیکھئے! نزہۃ الخواطر۔ ج:05۔ص:415)

18۔ شیخ، عالم کبیر، علامہ جمال الدین تلوی لاہوریؒ: آپؒ لاہور کے بڑے مشہور اساتذہ اور محدثین و مفسرین میں سے ہیں۔ آپؒ کے

www.rahimia.org

معاصرین میں سے درس و تدریس اور افادے میں کوئی بھی آپؒ کے برابر نہیں پہنچ سکا۔ آپؒ نے قرآن حکیم حفظ کیا اور شیخ اسماعیل بن ابدال شریف حسنی اُچی سے علم حاصل کیا۔ پھر شیخ اسحاق بن کاکو لاہوریؒ اور ان کے شاگرد شیخ سعداللہ سے تعلیم حاصل کی اور ان کی کافی طویل مدت تک صحبت اختیار کی، یہاں تک کہ علوم و فنون میں بہت ماہر ہو گئے۔ آپؒ نے باقی تمام عمر علوم کے پھیلانے میں صرف کر دی۔ اپنے زمانے میں لاہور شہر کی علمی سربراہی صرف آپؒ کو ہی حاصل تھی۔ لوگ دور دراز کے شہروں سے علوم حاصل کرنے کے لیے آپؒ کے پاس آتے تھے اور کثیر تعداد میں علما نے آپؒ سے استفادہ کیا۔ آپؒ بہت عمدہ طریقے سے بات سمجھاتے تھے۔ نرم اور میٹھی گفتگو کرتے تھے۔ بحث و مباحثہ میں آپؒ کا اندازِ گفتگو انتہائی سچائی اور نرمی لیے ہوتا تھا۔ آپؒ کو تمام علوم میں مکمل گرفت حاصل تھی۔ خاص و عوام میں آپؒ کی بڑی مقبولیت تھی۔ ابوالفیض ناگوری نے 'سواطع الإلهام' بے نقط تفسیر لکھی تو اُس میں ان سے مدد لی۔ (دیکھئے! نزہۃ الخواطر۔ ج:05۔ ص:128)

19۔ شیخ عمر بن عبدالقادر غزیؒ، المعروف ''مشرقی'': آپؒ قاضیوں میں سے ہیں۔ غزۂ ہاشم میں آپ کو حنفیہ کی قضا پر مقرر کیا گیا تھا۔ آپؒ کی تصانیف میں ''الدر و العقیان فی طبائع الإنسان'' ہے۔ آپؒ کا انتقال 1074ھ (1663ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! معجم المؤلفین۔ تالیف: عمر رضا کحالہ۔ ج:07۔ ص:292)

20۔ شیخ عبدالغنی بن اسماعیل نابلسیؒ: آپؒ نقشبندی، قادری اور حنفی عالم ہیں۔ ''نابلسی'' کی نسبت سے مشہور ہیں۔ بڑے عالم، ادیب، نثر نگار، شعر گوئی پر قدرت رکھنے والے، صوفی اور علوم کی تمام اقسام پر دسترس رکھنے والے تھے۔ آپؒ کی پیدائش ذی الحج 1050ھ (1641ء) میں دمشق میں ہوئی اور پھر بغداد تشریف لے گئے۔ دوبارہ شام تشریف لائے اور پھر وہاں سے فلسطین، لبنان منتقل ہو گئے۔ پھر مصر اور حجاز کا سفر کیا اور پھر آخر زمانے میں دمشق میں مستقل قیام پذیر ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ کا 24/ شعبان 1143ھ (1731ء) میں انتقال ہوا۔ آپؒ کی بہت تصانیف ہیں۔ ''مجموعۂ فتاویٰ'' فقہ حنفی میں اور ''جواهر النصوص فی حل کلمات الفصوص لإبن عربی'' تحریر کی۔ (حوالہ بالا۔ ج:05۔ ص:271)

21۔ ان سے مراد شیخ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن علاؤالدین بابلی شافعی حافظ الرحلہ ہیں: آپؒ حدیث و فقہ کے بہت مشہور علما میں سے ہیں۔ آپؒ نے شیخ نور زیادیؒ کی بہت زیادہ صحبت اختیار کی اور انھی سے تعلیم حاصل کی۔ نیز شیخ سالم سنہوری اور ان کے ماموں شیخ سلیمان بن عبدالدائم اور شیخ محمد حجازی، شیخ برہانی لقانی اور شیخ احمد بن عیسیٰ وغیرہ سے۔ اور آپ سے تعلیم حاصل کرنے والی لاتعداد جماعتیں ہیں۔ آپؒ کی تمام مرویات اور آپ کے مشائخ کی ایک پوری فہرست ہے، جسے آپ کے شاگرد علامہ عیسیٰ مغربی نے جمع کیا ہے۔ آپؒ کا انتقال 1077ھ (1666ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! خلاصة الأثر۔ ج:04۔ ص:39)

22۔ ان سے مراد شیخ محمد بن شریف کورانی شافعی ہیں۔ آپؒ بڑے مفسر اور حکیم تھے۔ آپؒ کی تصنیفات میں ''حاشیہ علیٰ انوار التنزیل للبیضاویؒ'' فن تفسیر میں، اور ''حاشیة علیٰ تحافة الفلاسفة'' اور ''حاشیة علی الإشارات للطوسی'' فلسفہ وغیرہ میں ہے۔ آپؒ کا انتقال یمن میں 1078ھ (1667ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! معجم المؤلفین۔ ج:10۔ ص:68)

23۔ شیخ عبدالکریم بن ابوبکر بن ہدایت اللہ حسینی کورانی شافعی: آپؒ مدینہ منورہ میں تشریف رکھتے تھے۔ بڑے مفسر اور واعظ تھے۔ آپؒ کی تصنیفات میں قرآن حکیم کی تفسیر، تین جلدوں میں ہے، جو سورۂ النحل تک پہنچی تھی۔ اور ایک کتاب مواعظ میں ہے۔ آپؒ کا انتقال 1050ھ (1640ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! معجم المؤلفین۔ عمر رضا کحالہ۔ ج:05۔ ص:314)

24۔ ان سے مراد شیخ سلطان بن احمد بن سلامہ مزّاحی، مصری، شافعی ہیں۔ ''مزّاح'' مصر میں ایک بستی کا نام ہے۔ آپؒ علامۃ الزمان اور خاتمۃ الحفاظ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپؒ نے علوم شیخ نور زیادی اور بہت سے لوگوں سے حاصل کیے۔ آپؒ کی مجلس اور دعا کی برکت سے بہت سے لوگوں نے نفع اٹھایا۔ آپؒ سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں بڑے محقق علما شامل ہیں۔ جن میں شیخ شمس بابلی اور شیخ ابراہیم کردی وغیرہ ہیں۔ آپؒ کا انتقال 1075ھ (1665ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! خلاصۃ الاثر۔ ج:02۔ ص:120)

www.rahimia.org

25۔ اگر اس جماعت کے تمام افراد کے تذکرے کی تفصیل مطلوب ہو تو ''بغية الطالبين'' تصنیف: شیخ احمد نخلیؒ، مطبوعہ دائرۃ المعارف، دکن کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

26۔ اگر اس سند کی تفصیل چاہیے تو شیخ عبداللہ بن سالم مصریؒ کی اسانید ''الإمداد'' مطبوعہ دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن کا مطالعہ کیجیے۔

27۔ میں کہتا ہوں کہ: ''الأمم'' میں یہ لکھا ہے کہ: ''ہم نے سماعت کرتے ہوئے ایک بڑی نسبت رکھنے والے نیک بندے، معمر، صوفی عبداللہ بن ملا سعداللہ لاہوری، نزیل مدینۂ منورہ ــــ اللہ تعالیٰ اس کے شرف میں اضافہ کرے ــــ سے ان کی تمام ثلاثیات کی روایت کی۔'' اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے شیخ سے بالمشافہ روایت سنی ہے۔
(دیکھیے! الأمم لإيقاظ الهمم۔ تصنیف: شیخ ابراہیم بن حسن کردی کورانی۔ ص:05۔ طبع: دائرۃ المعارف۔ حیدرآباد دکن)

28۔ شیخ ابوالسراج غلام محمد دین پوریؒ: آپؒ کے والدِ گرامی کا نام حاجی نور محمد تھا۔ آپؒ کا خاندان ''اکیانہ بلوچ'' کے نام سے مشہور ہے، جو دریائے جہلم کے کنارے ضلع جھنگ میں مغلوں کے زمانے سے آباد ہے۔ اسی خاندان کے ایک سردار حاجی نور محمد خان ہیں۔ آپؒ کی پیدائش ان کے ہاں 1251ھ/ 1835ء میں موضع عالمے خان شرقی، ضلع جھنگ میں ہوئی۔ بچپن میں ہی آپؒ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ بچپن میں ہی بستی مولویان ضلع رحیم یار خان میں مولوی شریف اللہ مرحوم کے خاندان میں آ گئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں کے مدرسے میں مولوی فقیراللہ صاحبؒ سے حاصل کی۔ اور پھر وہیں حضرت سید العارفین حافظ محمد صدیق سے بیعت ہوئے اور اُن سے تربیت حاصل کی اور تقریباً 28 سال ان کی خدمت اور صحبت میں رہے۔ حضرت سید العارفین نے آپؒ کو اپنا خلیفہ بنایا۔ آپؒ نے تقریباً 1876ء میں خان پور کٹورہ کے نزدیک ایک بستی میں قیام کیا، جو بعد میں دین پور کے نام سے مشہور ہوئی۔ آپؒ سے بہت زیادہ فیض جاری ہوا۔ 1888ء میں مولانا عبیداللہ سندھیؒ اسلام لانے کے بعد سب سے پہلے دین پور میں آپؒ کی خدمت میں آئے اور انھی کے ذریعے سے حضرت سید العارفین مولانا حافظ محمد صدیق سے بیعت ہوئے۔ آپؒ کی ایک شادی حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی صاحبزادی سے ہوئی، جن سے ڈاکٹر ظہیرالحق دین پوری پیدا ہوئے۔ آپؒ نے حضرت سندھیؒ کے تمام کاموں کی سرپرستی فرمائی اور خاص طور پر تحریک ریشمی رومال کے لیے بھی انتہائی جدوجہد اور کوشش کی۔ آپؒ کا انتقال 30/ ذی الحج 1354ھ بمطابق 24/ مارچ 1936ء کو دین پور شریف میں ہوا اور وہیں آپؒ کا مزار ہے۔
(دیکھئے! ید بیضا۔ سوانح عمری حضرت خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ۔ طبع: دین پور، ضلع رحیم یار خان)

29۔ شیخ ابوالحسن مولانا سید تاج محمود امروٹیؒ: آپؒ کے والدِ گرامی سید عبدالقادر شاہ اپنے وقت کے بڑے عالم و فاضل تھے۔ آپؒ کی ولادت گوٹھ دیوانی (ضلع خیر پور میرس سندھ) میں غالباً 1859ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والدِ محترم سے حاصل کی۔ پھر مولانا عبدالقادر پھنواری پنو عاقل، ضلع سکھر سے تعلیم حاصل کی۔ ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد حضرت سید العارفین حافظ محمد صدیق کی صحبت بابرکت میں تشریف لے گئے اور تربیت حاصل کر کے فیض یاب ہوئے۔ آپؒ نے حضرت سید العارفین سے خلافت حاصل کرنے کے بعد امروٹ شریف تعلقہ گڑھی یٰسین میں مستقل قیام فرما کر خانقاہ کی بنیاد ڈالی۔ آپؒ سندھ کے بڑے عالم دین اور بزرگِ کامل تھے۔ آپؒ نے قرآن مجید کا سندھی زبان میں ترجمہ بھی کیا، جس میں حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے معاونت کی۔ دیوبند سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد حضرت سندھیؒ امروٹ شریف میں کئی سال تک قیام پذیر رہے۔ آپؒ نے انگریزوں کے خلاف جدوجہدِ آزادی میں بڑا کام کیا۔ بقول مولانا سید ابوالحسن علی ندوی: ''مولانا سید تاج محمود امروٹی پر جلال اور جذبۂ جہاد غالب تھا۔ کراماتِ جلیہ کا ان سے ظہور ہوا۔ کئی بار انگریزوں کو چیلنج کیا اور ان کے مقابلے میں آ گئے، مگر حکومت عام شورش کے خطرے کی وجہ سے کنارہ کر گئی۔'' (دیکھئے! پرانے چراغ۔ ص:148) آپؒ کا انتقال 03/ جمادی الثانیہ 1348ھ مطابق 05/ نومبر 1929ء کو ہوا۔ (دیکھئے! ید بیضا۔ ص:71 تا 73۔ طبع: دین پور، ضلع رحیم یار خان)

30۔ شیخ سید العارفین حافظ محمد صدیق سندھیؒ بھرچونڈی: آپؒ کے والدِ گرامی کا نام میاں محمد ملوک تھا۔ آپؒ کا تعلق ''سمہ'' قوم سے ہے۔

www.rahimia.org

آپؒ کی پیدائش بارہویں صدی ہجری کے آخری عشرے میں میاں محمد ملوک کے ہاں ہوئی۔ ابتداء آپؒ نے حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی سے فیض حاصل کیا اور پھر سوئی شریف میں حضرت سید محمد حسن جیلانی لاہوریؒ، خلیفہ حضرت امام محمد راشد سندھیؒ کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ حفظِ قرآن بھی انھی سے کیا اور ابتدائی علوم کی کتابیں بھی انھیں سے حاصل کیں۔ آپؒ نے ان سے بیعت سلوک کے ساتھ ساتھ بیعتِ جہاد بھی فرمائی تھی۔ اور سوئی شریف میں سید احمد شہیدؒ کے لشکر کی آمد پر سید صاحبؒ کی زیارت بھی کی۔ حضرت سید محمد حسن جیلانی نے پٹن منارہ میں کفر و شرک کے خلاف جو جہاد کیا تھا، اس کے سپہ سالار بھی حضرت مولانا حافظ محمد صدیق صاحب تھے۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے ابتداء آپؒ سے ہی فیض حاصل کیا۔ حضرت سندھیؒ لکھتے ہیں: ''اللہ کی خاص رحمت سے جس طرح ابتدائی عمر میں اسلام کی سمجھ آسان ہوگئی تھی، اس طرح کی خاص رحمت کا اثر یہ بھی ہے کہ سندھ میں حضرت حافظ محمد صدیق صاحب کی خدمت میں پہنچ گیا، جو اپنے وقت کے جنید اور سید العارفین تھے۔ چند ماہ ان کی صحبت میں رہا۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ اسلامی معاشرت میرے لیے اس طرح طبیعتِ ثانیہ بن گئی، جس طرح ایک پیدائشی مسلمان کی ہوتی ہے۔'' (ذاتی ڈائری) آپؒ کا انتقال 10/ جمادی الثانیہ 1308ھ/ 1891ء کو بھرچونڈی شریف میں ہوا، وہیں آپؒ کا مزار ہے۔ (ید بیضا۔ تذکرہ سید العارفین حضرت محمد صدیق بھرچونڈیؒ۔ تالیف: میاں خلیل احمد دین پوری۔ ص:59 تا 65)

31۔ شیخ سید محمد حسن جیلانی لاہوری سندھیؒ: آپؒ اصل میں لاہور کے رہنے والے تھے اور حضرت سید عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں سے تھے۔ آپؒ امام محمد راشد سندھیؒ سے بیعت ہوئے اور پھر انھی کے حکم سے سوئی شریف سندھ میں خانقاہ قائم کی۔ آپؒ نے سید احمد شہیدؒ کی تحریک میں مدد اور تعاون کیا۔ 1241ھ/ 1826ء میں جب حضرت سید صاحبؒ کی جماعت سوئی میں تشریف لائی تو سید صاحبؒ نے جہاد کی حقیقت آپؒ کے سامنے بیان کی اور شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ نے احادیثِ جہاد کی تشریح کی۔ آپؒ نے شریعتِ محمدی کے نفاذ اور تبلیغ توحید کے مقاصد کے لیے پٹن منارہ میں ایک جہاد بھی کیا تھا۔ اور وہاں سے غلط رسومات کو مٹا کر دین کے غلبے کا اعلان کیا۔ آپؒ کا وصال: 1254ھ/ 1838ء میں ہوا۔ (ید بیضا۔ ص:61-60۔ طبع: دین پور)

32۔ شیخ امیر صبغت اللہ پیر پگاڑا اول سندھیؒ: آپؒ کی ولادت 1183ھ/ 1769ء کے آخر میں ہوئی۔ آپؒ نے تمام تر تعلیم و تربیت اپنے والدِ گرامی شیخ امام محمد راشد سندھیؒ ''روضہ دھنی'' سے حاصل کی۔ آپؒ کو ''پیر پگاڑا اول'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ شیخ امام محمد راشد سندھیؒ کے انتقال کے بعد ان کے سجادہ نشین آپؒ بنے۔ اور اپنے والدِ گرامی کی پگڑی آپؒ کے سر پر باندھی گئی، جب کہ دوسرے بھائی سید محمد یٰسین شاہ کے پاس امام محمد راشد سندھیؒ کا علم (جھنڈا) تھا۔ اس لیے انھیں ''پیر جھنڈا اول'' کہا جاتا ہے اور یہ ''پیر پگاڑا اول'' کے نام سے مشہور ہوئے۔ حضرت سید احمد شہیدؒ جب جہادِ حریت کے لیے یاغستان کے علاقے میں جا رہے تھے تو راستے میں حیدرآباد میں قیام کے دوران حضرت امیر صبغت اللہ شاہ نے آپؒ کو پیر جو گوٹھ آنے کی دعوت دی اور حضرت سید صاحبؒ کے لشکر کو اپنے پاس پندرہ دن تک قیام کروایا۔ بعد میں حضرت سید صاحبؒ کے اہل و عیال اور پورا خاندان بھی آپؒ کے پاس قیام پذیر رہا۔ اور حضرت سید صاحبؒ نے ہی آپؒ کی جماعت کو ''حُرّ'' کا خطاب دیا۔ آپؒ کا انتقال 06/ رمضان المبارک 1246ھ/ فروری 1831ء میں ہوا۔ (دیکھیے! مخزنِ فیضان، ملفوظات حضرت سائیں محمد راشد روضہ دھنی۔ مترجم: حکیم ابوالحسان۔ ص: 407 تا 409۔ طبع: جمعیت علمائے سکندریہ، درگاہ شریف، پیر جو گوٹھ، خیر پور، سندھ)

33۔ سید محمد بقا شہید بن سید محمد امام شاہ حسینی: آپؒ کی پیدائش یکم/ شعبان 1135ھ/ 1723ء کو ضلع خیر پور میرس (سندھ) کے قریب ایک بستی ''رحیم ڈنہ کلہوڑا'' میں ہوئی۔ آپؒ نے سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے مشہور بزرگ حضرت شیخ مخدوم محمد اسماعیل بریالویؒ خلیفہ حضرت شیخ سعدی لاہوریؒ سے فیض حاصل کیا اور ایک طویل عرصے تک ان کی صحبت میں رہے۔ پھر انھوں نے فرمایا کہ: ''آپؒ کی اصل امانت ایک دوسرے بزرگ کے پاس ہے، جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد میں سے ہیں۔'' چناں چہ پیر کوٹ، ضلع جھنگ کے بزرگ حضرت شیخ سید عبدالقادر آخرین سے وابستہ ہوئے، اُن سے بھی فیض حاصل کیا اور پھر اُن کی جانشین بنے۔ ایک

www.rahimia.org

سفر کے دوران چند قزاقوں نے آپؒ پر حملہ کر دیا، جس سے آپؒ شدید زخمی ہو گئے۔ اسی حالت میں آپؒ کی شہادت 10/محرم الحرام 1198ھ/ 1783ء کو ہوئی۔ (حوالہ بالا ص: 388 تا 394)

34۔ شیخ محمد اسماعیل بریالوی سندھیؒ: آپؒ بھریالو کے رہنے والے ہیں۔ آپؒ نے حضرت شیخ سعدی لاہوریؒ سے سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ حاصل کیا۔ آپؒ کا انتقال 08/ربیع الاول 1174ھ/ 1761ء میں ہوا۔ (حوالہ بالا۔ص: 392)

35۔ شیخ سعدی لاہوریؒ: شیخ کبیر سعدی بلخاری لاہوری۔ آپؒ ہندوستان کے مشہور مشائخ میں سے ایک ہیں۔ آپؒ اپنی عمر کے آٹھویں سال میں تھے کہ جب آپؒ کی ملاقات حضرت شیخ آدم بنوری قدس سرہٗ سے ہوئی۔ اور آخر تک ان کی صحبت میں رہے۔ اپنے زمانے کے اساتذہ سے علم حاصل کیا اور سلسلۂ طریقت حضرت شیخ آدم بنوریؒ سے حاصل کیا۔ آپؒ کے ساتھ ہی حجاز تشریف لے گئے اور ان کی وفات تک مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے۔ پھر ہندوستان واپس آئے اور لاہور میں قیام پذیر رہے۔ آپؒ سے بہت سے علما و مشائخ نے فیض حاصل کیا۔ آپؒ کو بڑی قبولیت حاصل ہوئی۔ آپؒ کا انتقال بدھ کے دن 03/ربیع الاول 1108ھ / 1696ء میں عالم گیر کے زمانے میں ہوا۔ (دیکھئے! نزہۃ الخواطر۔ج:06۔ص:105)

36۔ سید مبارک بن فخر الدین حسینی بلگرامیؒ: آپؒ عالم اور محدث ہیں۔ آپ کی پیدائش 1033ھ (1624ء) میں ہوئی۔ آپؒ نے بعض درسی کتابیں شیخ طیب بلگرامی سے اپنے شہر میں ہی پڑھیں۔ پھر دہلی کا سفر کیا۔ اور باقی تمام کتابیں خواجہ عبداللہ بن خواجہ باقی باللہ نقشبندی دہلویؒ سے پڑھیں۔ اور حدیث کا علم شیخ نور الحق بن شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور شیخ ابورضا بن اسماعیل سے حاصل کیا۔ پھر اپنے شہر بلگرام تشریف لائے اور تعلیم و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ آپ سے علم حاصل کرنے والوں میں شیخ عبدالجلیل بلگرامیؒ اور دیگر بہت سے علما ہیں۔ (دیکھیے! نزہۃ الخواطر۔ ج:06۔ص:248۔طبع دائرۃ المعارف۔حیدرآباد دکن)

37۔ مفتی عنایت احمد کاکورویؒ: ان کی پیدائش 1228ھ (1813ء) میں ہوئی۔ انھوں نے مولانا حیدر علی ٹونکی اور مولانا نور السلام دہلویؒ سے تعلیم حاصل کی۔ اور ایک طویل مدت تک ان کی صحبت میں رہے۔ آپ کی تصنیفات میں ''علم الصیغہ'' مشہور کتاب ہے۔ آپؒ کا انتقال 1279ھ (1862ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! نزہۃ الخواطر۔ ج:07۔ص:341)

38۔ پانچویں دور کا اختتام سلطان فیروز شاہ تغلق کی تاریخ وفات یعنی 03/رمضان 790ھ/23/اکتوبر 1388ء پر ہو جاتا ہے۔ (تاریخ ہندوستان۔ ج:02۔ص:206) چھٹے دور کا آغاز اسی سن سے ہوتا ہے۔ اس دور کے ابتدائی دس سال طوائف الملوکی میں گزرے اور 801ھ/ 1399میں امیر تیمور نے ہندوستان پر حملہ کر کے پچھلے دور کے تمام نقوش مٹا دیے۔ چھٹے دور کا اختتام سلطان بہلول لودھی کی حکومت قائم کرنے پر ہوا۔ 17/ربیع الاول 855ھ/ 1451ء کو لودھی نے ہندوستان کی حکومت کا نظم و نسق سنبھالا ہے۔ (دیکھئے! تاریخ ہندوستان۔ ج:02۔ص:330)

39۔ سلطان محمد شاہ تغلق نے 744ھ/ 1343ء میں مصر میں خلیفہ عباسی کی غائبانہ بیعت کا اعلان کیا اور سکے میں اپنے نام کے بجائے خلیفہ کا نام کندہ کرایا۔ اور اپنا ایلچی بھیج کر خلافت کا منشورِ حکمت اور خلعتِ خلافت منگوایا۔ اور خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اور خطبے میں سے اُن تمام بادشاہوں کا نام نکلوا دیا، جنھوں نے خلیفہ کے حکم کے بغیر سلطنت کی تھی، یہاں تک کہ اپنے باپ کا نام بھی نکلوا دیا۔ (دیکھئے! تاریخ ہندوستان۔ ازمنشی ذکاء اللہ۔ ج:02۔ص:127۔طبع: سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور)

40۔ ''التمہید'' کے مطبوعہ اور قلمی نسخوں میں یہاں پر امیر تیمور کی وفات کا سن 802ھ لکھا ہے، غالبًا یہ کاتبوں اور خوش نویسوں کی غلطی ہے۔ صحیح تاریخ 17/شعبان 807ھ/ 1405ء ہے۔ (دیکھئے! تاریخ ہندوستان۔ ج:03۔ص:25)

41۔ امیر تیمور لنگ ہندوستان پر حملے کے ارادے سے رجب 800ھ/ 1408ء میں سمرقند سے روانہ ہوا، کوہستان کے پہاڑوں میں فتح اور غلبہ پاتا ہوا 08/محرم 801ھ/ 1398ء کو دریائے سندھ پار کر کے ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ دریائے جہلم سے ہوتا ہوا تلمبہ، ملتان، دیپالپور کو فتح کرتا ہوا پانی پت، دہلی پہنچا اور 07/ربیع الثانی 801ھ/1398ء کو دہلی فتح کر لیا۔ چند دن قیام کے بعد

www.rahimia.org

میرٹھ فتح کرتا ہوا ہردوار فتح کیا اور پھر جموں تک کوہِ شوالک کے تمام پہاڑوں کو فتح کرتا ہوا اپنے امیروں کے ذریعے سے لاہور پر قبضہ کیا۔ 20/رجب 801ھ/1399ء کو واپس دریائے سندھ عبور کر کے سمرقند چلا گیا۔

(تفصیل کے لیے دیکھئے! تاریخ ہندوستان۔ ج:02۔ص:245 تا 290)

امیر تیمور نے نہ صرف ہندوستان فتح کیا، بلکہ مختصر سی مدت میں اپنی چھتیس سالہ حکمرانی کے زمانے میں ماوراء النہر کے تمام علاقے، خوارزم، ترکستان، خراسان، عراق، آذر بائیجان، فارس، کرمان، خوزستان، مصر، شام، روم تمام معلوم دنیا کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا۔ اور تمام علاقے فتح کرنے کے بعد واپس سمرقند پہنچ کر 807ھ/1405ء میں بہت بڑا جشن منایا۔ اور جشن کے فوراً بعد دنیا کے بڑے ملک چین کو فتح کرنے کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ سردی کے سخت موسم کے باوجود سمرقند سے تین سو میل دور لاکھوں لشکر لے کر ''اترار'' کے قریب خیمہ زن تھا کہ موت نے آلیا۔ 17/شعبان، بروز بدھ 807ھ/1405ء میں اس کا انتقال ہوا اور لاش سمرقند واپس لا کر 22/شعبان کو دفن کی گئی۔ (دیکھئے! تاریخ ہندوستان۔ ج:03۔ص:20 تا 25)

42۔ منشی ذکاء اللہ نے ''تاریخ ہندوستان'' میں لکھا ہے کہ: ''سلطان سکندر لودھی کے عہد سے پیش تر مسلمان بادشاہوں کے زمانے میں ہندوؤں میں فارسی زبان پڑھنے کا رواج نہ تھا۔ جب سلطان کو نوکری کے لیے فارسی خوان ہندوؤں کی ضرورت ہوئی تو اُس نے فرمایا کہ: ''کدام ہندو بچہ است کہ فارسی ے داند؟'' (کون سا ہندو بچہ ہے، جو فارسی جانتا ہے؟) جواب ملا کہ: ''کوئی نہیں۔'' اس پر اس نے ہندوؤں سے درخواست کی کہ وہ فارسی زبان پڑھیں۔ چناں چہ شودروں میں سے کائستوں نے، جو پہلے سے سنسکرت کی لکھائی کی اُجرت سے گزر اوقات بسر کرتے تھے، بسر و چشم اس حکم کو قبول کیا۔ اپنے حاکموں کی زبان سمجھنے کی وجہ سے مسلمانوں کے عہدِ سلطنت میں اُن کا پہلے سے زیادہ عروج ہو گیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں ہندوؤں کو مسلمانوں کے علوم سے ایسی آگاہی ہو گئی کہ وہ ان علوم کا درس دینے لگے۔ پنڈت ڈوگرمل تو شاعر بھی ہو گئے۔ بادشاہ کو تصنیفات کا ایسا شوق تھا کہ وہ ہر علم میں کتابیں علما سے تصنیف کرواتا۔ اُس نے اپنے حکم سے مہا ویدک کا ترجمہ سنسکرت سے فارسی زبان میں کرایا۔ اُس نے خراسان اور ہندوستان کے طبیبوں کو جمع کیا۔ دونوں طرح کی طب کی کتابوں سے اُس نے انتخاب کرایا۔ اور اس کا نام ''طب سکندری'' رکھا، جو ایک معتبر کتاب علم طب میں سمجھی گئی۔'' (تاریخ ہندوستان۔ جلد:02۔ص:79-378)

43۔ بابا گرونانک کی پیدائش 1469ء کی ہے اور ان کا انتقال 1539ء کو ہوا۔ یہ شیخوپورہ کے قریب ہندو کھتریوں کے ایک خاندان میں پیدا ہوئے۔ نوجوانی میں انھوں نے دولت خان لودھی کے پاس بطورِ اکاؤنٹینٹ کی ملازمت کی، جو شمالی ہندوستان کے قصبے سلطان پور کا حاکم تھا۔ اسی عرصے میں 18 یا 22 سال کی عمر کے دوران نانک نے مذہبی تجربہ کیا اور ایک مسلم گویے کے ہمراہ بصیرت کی تلاش میں طویل اسفار کیے۔ بالآخر 1520ء میں شمالی ہندوستان کے خطے پنجاب میں واپس آئے۔ ان کی زندگی کے باقی سال لاہور سے شمال کی جانب واقع ایک گاؤں ''کرتار پور'' میں بسر ہوئے۔ اولین روایات کے مطابق نانک نے بغداد اور مکہ مکرمہ کے سفر بھی کیے۔ بعد میں دیگر جگہوں کی سیاحت بھی کی۔ نانک کی تعلیمات کو مختصراً ایک عقیدۂ نجات کے طور پر بیان کیا جا سکتا ہے۔ (دیکھئے! عالمی انسائیکلوپیڈیا۔ ج:02۔ص:2055۔ طبع: فیصل ناشران، لاہور)

44۔ ''تذکرۃ الرشید'' میں ''ارشادات'' کے ضمن میں حضرت گنگوہیؒ کا ایک ارشاد بیان کیا گیا ہے: ''ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ: ''شاہ نانک، جن کو سکھ لوگ بہت مانتے ہیں، حضرت بابا فریدالدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے خلفا میں سے ہیں۔ چوں کہ اہل جذب سے تھے، اس وجہ سے اُن کی حالت مشتبہ ہو گئی۔ مسلمانوں نے کچھ ان کی طرف توجہ نہ کی۔ سکھ اور دوسری قومیں (اُن کے) کشف و کرامات دیکھ کر اُن کو ماننے لگے۔'' (تذکرۃ الرشید۔ ج:02۔ص:232۔ طبع: مکتبہ مدنیہ، اردو بازار، لاہور)

45۔ القرآن۔ سورۃ احزاب، آیت نمبر 38۔

46۔ قاضی، امام، عالم کبیر، علامہ عبدالمقتدر بن محمود بن سلیمان شریحی، کندی، تھانیسری، ثم دہلویؒ: آپؒ کی پیدائش تھانیسر میں ہوئی۔ اور

www.rahimia.org

دارالحکومت دہلی میں پرورش پائی۔ اور شیخ شمس الدین محمد بن یحییٰ اَوَدھی کی صحبت میں رہے۔ اور ان سے درسی کتابیں پڑھیں۔ علم فقہ میں اصولِ بزدوی اور تفسیر کشاف شیخ نصیرالدین محمود بن یحییٰ اودھیؒ سے پڑھیں۔ اور طریقت کا سلسلہ بھی انھی سے حاصل کیا۔ انھوں نے اپنی زندگی کے اکثر اوقات درس و تدریس اور افادہ میں گزارے۔ ان سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں اُن کے پوتے شیخ ابوالفتح بن عبدالحئی بن عبدالمقتدر، قاضی شہاب الدین دولت آبادی اور دیگر بہت سے علما ہیں، جنھوں نے آپؒ سے استفادہ کیا۔ آپ کا انتقال 791ھ (1389ء) میں ہوا۔ (دیکھیے! نزہۃ الخواطر۔ ج:02۔ ص:73 تا 88۔ طبع: ملتان)

47۔ شیخ علاؤالدین علاؤالحق لاہوری بنگالیؒ: آپؒ شیخ اسعد لاہوریؒ کے بیٹے ہیں۔ پہلے آپؒ کا شمار امرا اور ارا کینِ سلطنت میں ہوتا تھا، بعد میں آپؒ سب کچھ ترک کر کے شیخ سراج الدین عثمان کے مرید ہوئے۔ اور مرشد کی اتنی خدمت کی کہ دیکھنے والے حیران ہوتے تھے۔ شیخ جلال الدین تبریزیؒ کی طرح اپنے مرشد کا کھانا گرم کرنے کے لیے انگیٹھی اپنے سر پر اٹھائے رہتے تھے، حتیٰ کہ آپؒ کے سر کے بال جل گئے۔ مرشد سے فیض حاصل کرنے کے بعد آپؒ ان کے جانشین ہوئے۔ بادشاہِ وقت نے آپؒ کو بنگال کا دارالخلافہ ''گوڑ'' چھوڑ کر سنار گاؤں میں رہنے کا حکم دیا۔ آپؒ کی وفات 800ھ/ 1398ء میں ہوئی اور آپؒ کا مزار ''پنڈوہ'' میں ہے، جو گوڑ سے سات میل کے فاصلے پر بڑی زیارت گاہ ہے۔ آپؒ کے جانشین آپؒ کے فرزندِ ارجمند شیخ نورالحق المعروف نور قطب عالم تھے۔ ان کے ذریعے سے آپؒ کا فیض پورے بنگال میں پھیلا۔ ان کا انتقال 813ھ/ 1410ء یا 818ھ/ 1415ء میں ہوا۔ آپؒ کا مزار بھی پنڈوہ ضلع مالدہ، مغربی بنگال میں ہے۔ (آبِ کوثر۔ از شیخ محمد اکرم۔ ص:06-305۔ طبع: ادارہ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور)

48۔ شیخ میاں جیو نور محمد علوی جھنجھانویؒ: آپؒ کے والدِ گرامی سید جمال الدین محمد ہیں۔ آپؒ کی پیدائش جھنجھانہ میں 1201ھ/ 1787ء میں ہوئی۔ حضرت میاں جی صاحبؒ اگرچہ عالم نہ تھے، تاہم دینی معلومات اور فارسی زبان پر عبور حاصل تھا اور کچھ عربی زبان بھی جانتے تھے۔ البتہ تعلیم کے لیے آپؒ دہلی تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپس آ کر تھانہ بھون کے قریب قصبہ لوہاری میں قرآن پاک اور فارسی کی تعلیم دینے لگے۔ اسی دوران آپؒ نے حضرت شاہ عبدالرحیم ولایتی شہیدؒ سے سہارن پور میں بیعت کی، انھی سے فیض حاصل کیا اور ان کے خلیفہ ہوئے۔ اور پھر جب سید احمد شہیدؒ سہارن پور تشریف لائے تو حضرت شاہ عبدالرحیم ولایتی شہیدؒ نے قاضی مغیث الدین سہارن پوریؒ کے ذریعے سے حضرت میاں جیو نور محمد کو جھنجھانہ سے بلوا کر حضرت سید احمد شہیدؒ سے بیعت کروایا۔ تحریکِ جہاد و حریت میں اپنے پیر و مرشد کی طرح حضرت میاں جیو بھی شریک ہوئے۔ رَسد اور فنڈ کا انتظام کرنے کے سلسلے میں آپؒ کو ہندوستان آنا پڑا، اس لیے معرکہ بالاکوٹ میں شریک نہ ہو سکے۔ آپؒ کے اجل خلفا میں حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی قدس سرہٗ ہیں۔ آپؒ کا انتقال 04 رمضان المبارک 1259ھ/ 1843ء کو ہوا۔ آپؒ کا مزار جھنجھانہ میں ہے۔ (دیکھیے! میاں جیو نور محمد جھنجھانوی۔ تالیف: نسیم احمد علوی۔ طبع: لاہور)

49۔ شیخ حاجی شاہ عبدالرحیم فاطمی ولایتی شہیدؒ: آپؒ اپنے زمانے کے نہایت اونچے درجے کے مشائخ میں سے تھے۔ پہلے آپؒ نے نسبتِ قادریہ شاہ رحم علی سادھورویؒ سے حاصل کی، پھر نسبتِ چشتیہ کے لیے شاہ عبدالہادیؒ کی خدمت میں امروہہ حاضر ہوئے۔ اور اُن کے انتقال کے بعد شاہ عبدالباری سے رجوع کیا اور انھی سے نسبتِ چشتی حاصل ہوئی۔ جب حضرت سید احمد شہیدؒ سہارن پور تشریف لائے تو اُن کے ہاتھ پر بیعتِ طریقت و جہاد کی۔ اور سلسلۂ نقشبندیہ میں اجازت حاصل کی۔ آپؒ چاروں نسبتوں کے حامل تھے۔ حضرت سید احمد شہیدؒ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوئے اور 1241ھ/ 1830ء میں ''جنگِ مایار'' میں تورو، مردان کے قریب لڑتے ہوئے شہیدؒ ہو گئے اور وہیں آپؒ کا مزار ہے۔ (وقائع سید احمد شہیدؒ وغیرہ)

50۔ شیخ عبدالباری صدیقی امروہیؒ: آپؒ کے والدِ گرامی شیخ ظہوراللہ اور دادا شیخ عبدالہادی امروہیؒ ہیں۔ آپؒ اپنے دادا کے خلیفہ اور تربیت یافتہ ہیں۔ آپؒ کا انتقال 11 شعبان 1226ھ/ 1811ء میں ہوا۔ آپؒ کا مزار امروہہ میں ہے۔ (دیکھیے! تسلسلاتِ امدادیہ۔ از ڈاکٹر ماجد علی خان۔ ص:78۔ طبع: سہارنپور)

www.rahmia.org

51۔ شیخ عبدالہادی صدیقی امروہیؒ: آپؒ نے شیخ عضدالدین امروہیؒ سے سلسلۂ چشتیہ کی تربیت حاصل کی۔ آپؒ کا انتقال 04/ رمضان 1190ھ/ 1776ء کو ہوا۔ آپؒ کا مزار بھی امروہہ میں ہے۔ (حوالہ بالا)

52۔ شیخ، فقیہ ابوسعید بن نورالدین بن عبدالقدوس گنگوہیؒ: آپؒ شیخ جلال الدین عمری تھانیسری کے نواسے ہیں۔ آپ کی پیدائش اور پرورش گنگوہ میں ہوئی۔ آپؒ نے سلسلۂ طریقت حضرت شیخ نظام الدین تھانیسری سے حاصل کیا۔ آپؒ سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں شیخ محبّ اللہ الٰہ آبادی اور شیخ محمد صادق گنگوہیؒ اور دیگر بہت سے حضرات ہیں۔ آپؒ کا انتقال 1049ھ (1439ء) کو گنگوہ میں ہوا اور وہیں دفن ہیں۔ (دیکھیے! نزہۃ الخواطر۔ ج:05۔ ص:19۔ طبع: حیدرآباد دکن)

53۔ شیخ الاجل امام عبدالقدوس بن اسماعیل بن صفی ردولوی ثم گنگوہیؒ: آپؒ ہندوستان کے مشہور مشائخ میں سے ہیں۔ آپؒ کی پیدائش اور پرورش ردولی میں ہوئی۔ صرف ونحو کی بعض کتابیں آپؒ نے ملا فتح اللہ سے پڑھیں۔ پھر بحث ومناظرہ چھوڑ کر شیخ احمد بن داؤد عمری ردولویؒ سے کی قبر کے مجاور بن گئے اور ایک لمبے عرصے تک اس کے مجاور رہے۔ پھر علم ظاہری حاصل کیا اور پھر سلسلۂ طریقت اُن کے پوتے شیخ محمد بن احمد بن احمد ردولوی سے حاصل کیا۔ پھر آپؒ شہ آباد منتقل ہوگئے اور وہاں سے گنگوہ آکر مستقل قیام کیا۔ آپؒ بہت اونچے مقامات کے حامل ہیں۔ آپؒ سے بہت کرامات صادر ہوئیں۔ اتباعِ سنت پر پورا عمل کرتے تھے۔ آپؒ کی بہت سی تصنیفات بھی ہیں۔ ''عوارف المعارف'' کی ایک بسیط شرح اور تصوف کی کتاب ''التعرّف'' پر حاشیہ۔ آپؒ کے بہت سے رسائل آپؒ کے شاگردوں نے جمع کیے ہیں۔ آپؒ کا انتقال 22/ جمادی الاخریٰ 944ھ/ 1537ء میں گنگوہ میں ہوا۔ (نزہۃ الخواطر۔ ج:04۔ ص:78-177)

54۔ شیخ، عالم، فقیہ، زاہد نظام الدین بن عبدالشکور عمری، بلخی، تھانیسریؒ: آپؒ چشتیہ مشائخ میں سے ایک ہیں۔ آپؒ نے علم وعمل اور ریاضت ومجاہدے کو ایک جمع کردیا تھا۔ آپؒ کے چچا اور سسر شیخ جلال الدین عمری تھانیسریؒ ہیں۔ آپؒ ان کے بعد ان کے جانشین بنے۔ آپؒ 1007ھ/ 1598ء میں حجاز کا سفر کیا اور 1020ھ/ 1611ء میں واپس ہندوستان لوٹے، پھر تھانیسر میں درس وافادہ میں مشغول رہے۔ جب خسرو بن جہانگیر نے اپنے والد کے خلاف بغاوت کی اور تھانیسر سے گزرا اور ان سے ملاقات کی، اس پر جہانگیر ناراض ہوگیا اور اُس نے آپؒ کو ہندوستان سے جلاوطن کردیا۔ تو آپؒ بلخ تشریف لے گئے۔ وہاں آپؒ طویل زمانے تک عبادت اور افادہ میں مشغول رہے۔ آپؒ سے بہت سے علما نے فیض حاصل کیا۔ سلطان امام قلی ازبک ہر ہفتے آپؒ کے پاس آتا تھا اور برکت حاصل کرتا تھا۔ آپؒ نے چند بڑی تصنیفات لکھی ہیں، جن میں سے مشہور ''شرح اللمعات للعراقی''، ''شرح السوانح للغزالی''، ''تفسیر نظامی''، ''رسالة الحقیقة'' اور ''رسالة البلخیه'' ہیں۔ آپؒ کے جانشین حضرت ابوسعید گنگوہی ہوئے۔ آپؒ کا انتقال 26/ شوال 1024ھ/ 1615ء یا 1036ھ/ 1626ء کو بلخ میں ہوا۔ (دیکھئے! نزہۃ الخواطر۔ ج:05۔ ص:53-452)

55۔ شیخ، صالح، معمر جلال الدین محمود عمری تھانیسریؒ: آپؒ بڑے مشائخ میں سے ہیں۔ قرآن پاک حفظ کیا اور علم میں مشغول رہے۔ اور اپنے زمانے کے علما میں سب سے زیادہ بحث ومباحثے میں مشغول رہے پھر ایک طویل زمانے تک درس وتدریس اور افتا کیا۔ تصانیف وتالیفات کیں۔ پھر حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ سے سلسلۂ طریقت حاصل کیا۔ اور اُن کے جانشین اور اُن کے خلیفہ بنے۔ آپؒ کی عمر 93 سال ہوئی۔ بڑی ریاضتِ شدیدہ کی زندگی بسر کی۔ آپؒ کا انتقال 14/ ذی الحج 969ھ/ 1561ء یا 989ھ/ 1581ء میں ہوا۔ (دیکھئے! نزہۃ الخواطر۔ ج:04۔ ص:66)

56۔ شیخ امام احمد بن عمر داؤد عدوی عمری شیخ عبدالحق ردولویؒ: آپ مشہور اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ زہد وتقویٰ میں آپ کے زمانے میں ایسا اور کوئی نہیں ہے۔ آپ کی پیدائش اور پرورش سرزمین ''اَوَدھ'' کے ایک بڑے قصبے ''ردولی'' میں ہوئی۔ آپؒ نے اپنے بھائی شیخ تقی الدین کے ساتھ دہلی کا سفر کیا۔ اور پھر وہاں سے پانی پت تشریف لے گئے، جہاں ان کی ملاقات شیخ جلال الدین محمود

گازرونی سے ہوئی۔ آپؒ ان کی صحبت میں رہے اور ان سے سلسلۂ طریقت حاصل کیا۔ اور اس کے بعد آپ شیخ کبیر بنے۔ آپؒ کا انتقال 15/ جمادی الاخریٰ 836ھ (1433ء) میں ردولی میں ہوا اور وہیں دفن ہیں۔ (نزہۃ الخواطر۔ ج:03۔ ص:07)

57۔ شیخ فتح اللہ بن نظام الدین صوفی اَوَدھی: آپ علومِ عربیہ اور علم فقہ اور اصولِ فقہ کے مشہور علما میں سے ہیں۔ آپ نے دارالحکومت کی بڑی جامع مسجد میں ایک طویل زمانے تک درس دیا۔ آپ سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں شیخ محمد بن قاسم اودھی ہیں، جنھوں نے ''آداب السالکین'' لکھی ہے۔ اور شیخ محمد بن عیسیٰ جون پوری اور بہت سے علما ہیں۔ آپؒ کا انتقال 27/ ربیع الثانی 821ھ (1418ء) میں ہوا۔ آپؒ کی قبر اپنے شہر اودھ میں ہے۔ (دیکھیے! نزہۃ الخواطر۔ ج:03۔ ص:112)

58۔ شیخ، محدث عبداللہ بن سعداللہ متقی، سندھی، مہاجر مدنیؒ: آپؒ کی پیدائش اور پرورش سرزمین سندھ میں ہوئی۔ پھر شیخ عبداللہ بن ابراہیم سندھیؒ کی معیت میں حرمین شریفین کا سفر کیا۔ اور وہاں اپنے زمانے کے ائمہ سے علم حدیث حاصل کیا۔ خاص طور پر شیخ علی بن حسام الدین متقی برہان پوری سے علوم حاصل کیے۔ آپؒ سے بہت سی مخلوق نے فیض اٹھایا۔ اپنے زمانے میں آپؒ حدیث وتفسیر کے بڑے عالم تھے۔ آپؒ کی تصنیفات میں ''**جمع المناسک**'' اور ''**حاشیہ علی العوارف للسہروردی**'' ہیں۔ آپؒ کا انتقال مکہ مکرمہ میں ذی الحج 984ھ/ 1577ء میں ہوا۔ (نزہۃ الخواطر۔ ج:04۔ ص:205۔ طبع: حیدرآباد دکن)

59۔ شیخ عبدالحکیم ہندیؒ: آپؒ اپنے والد شیخ باجن کے خلفا میں سے ہیں۔ آپؒ کی قبر اپنے والد کے روضے میں ہے۔ آپؒ کے بڑے خلفا میں سے شیخ احمد رئیس اور ملک شیر خلوتی بن مالک ہیں۔ (دیکھیے! اذکارِ ابرار ترجمہ گلزارِ ابرار۔ ص:265۔ طبع: مفید عام، آگرہ)

60۔ شیخ الاسلام، امام سید جلال الدین بن سید احمد کبیر بن سید جلال الدین (بخاری سرخ) بخاری، اُچیؒ: آپؒ کا لقب ''مخدوم جہانیاں جہان گشت'' ہے۔ آپؒ کی پیدائش 14/ شعبان 707ھ/ 19/ جنوری 1308ء بروز جمعرات اُچ شریف میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے خاندان کے بزرگوں سے حاصل کی۔ حدیث کا درس شیخ جمال سے لیا۔ پھر ملتان تشریف لائے اور شیخ رُکن الدین ابوالفتح کی زیرنگرانی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ پھر استفادۂ علمی کے لیے حرمین شریفین تشریف لے گئے۔ مکہ مکرمہ میں امام عبداللہ یافعی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے تعلیم حاصل کی۔ آپؒ نے بہت سیر وسیاحت فرمائی۔ تین سو سے زیادہ بزرگوں سے ملے اور ان سے فیوض و برکات حاصل کیے۔ کئی سال مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں رہے۔ عراق، عرب، شام، مصر، بلخ، خراسان وغیرہ کی سیر وسیاحت فرمائی۔ اور پورے ہندوستان میں اسفار کے ذریعے سے لاکھوں خاندانوں کو مسلمان کیا۔ اسی لیے آپؒ کا لقب ''جہان گشت'' قرار پایا اور اپنے بزرگوں کی جانب سے ''مخدوم جہانیاں'' کا لقب ملا۔ آپؒ کا وصال 10/ ذی الحج 785ھ/ 02/ فروری 1384ء بروز بدھ کو اوچ شریف میں ہوا اور وہیں آپؒ کا مزار ہے۔

(دیکھیے! سوانح حضرت مخدوم جہانیاں جہان گشت۔ مؤلفہ: پروفیسر محمد ایوب قادری۔ طبع: ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی)

راقم سطور عرض کرتا ہے کہ ہمارے جدِامجد ریاست رائے پور کے راجہ کے بیٹے بھی حضرت مخدوم جہانیاں جہان گشت کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور انھوں نے ان کا اسلامی نام راؤ جمال الدین رکھا۔ (آزاد)

61۔ علامہ، محدث، عیسیٰ بن قاسم بن یوسف سندھی برہان پوریؒ: آپؒ علمائے ربانیین میں سے ایک ہیں۔ آپؒ کی پیدائش سرزمین برار کے علاقے ''ایرج'' میں 962ھ/ 1555ء میں ہوئی۔ آپؒ کے والد کا انتقال 980ھ/ 1572ء میں ہوگیا۔ اس کے بعد آپؒ اپنے چچا کے پاس برہان پور چلے گئے۔ ان سے اور دیگر علما سے علم حاصل کیا اور طریقت کا سلسلہ شیخ لشکر محمد شطاری برہان پوریؒ سے حاصل کیا۔ اُن کے بعد رُشد وہدایت کا سلسلہ آپؒ سے چلا۔ آپؒ درس وتدریس اور مخلوق کو فائدہ پہنچانے میں مشغول رہے۔ آپؒ سے تعلیم حاصل کرنے والوں میں آپؒ کے بیٹے عبدالستار، فتح محمد، برہان الدین برہان پوریؒ وغیرہ ہیں۔ اور شیخ اسماعیل بن محمود شطاری سندھیؒ اور بہت سی خلقِ خدا نے آپؒ سے فیض اٹھایا۔ (دیکھیے! نزہۃ الخواطر۔ ج:05۔ ص:29)

62۔ شیخ حسین خوارزمیؒ: شاید ان سے مراد علامہ حسین خوارزمی ہیں، جن کا انتقال 880ھ/ 1436ء کے آس پاس ہوا ہے۔ آپؒ کا لقب

www.rahimia.org

''کمال الدین'' ہے۔ آپؒ نے ''قصیدہ بردہ شریف'' کی بھی ایک شرح لکھی ہے، جیسا کہ حاجی خلیفہ نے ''کشف الظنون'' میں ذکر کیا ہے اور اُن سے عمر رضا کحالہ نے ''معجم المؤلفین'' میں بیان کیا ہے۔ (معجم المؤلفین. ج:03۔ص:232)

63۔ شیخ، الرحالہ، امیر کبیر سید علی بن شہاب بن محمد بن علی حسینی ہمدانی کشمیریؒ: آپؒ حضرت اسماعیل بن علی بن محمد بن علی بن حسین کی اولاد میں سے ہیں۔ آپؒ کی پیدائش 12/رجب 714ھ/ 1314ء میں ہوئی۔ آپؒ نے علوم شیخ نجم الدین محمد اذکانی سے پڑھے اور انھی سے علم حدیث حاصل کیا۔ طریقت کا سلسلہ آپؒ نے شیخ شرف الدین محمد بن عبداللہ مزوقانی اور شیخ تقی الدین علی دوسی سے حاصل کیا۔ یہ دونوں حضرات شیخ رُکن الدین احمد بن محمد المعروف علاؤالدولہ سمنانی کے خلفا میں سے ہیں۔ اس کے بعد آپؒ دنیا کی سیاحت کے لیے نکل کھڑے ہوئے اور بڑے بڑے مشائخ کو آپ نے پایا۔ جب آپ واپس خراسان تشریف لائے تو آپؒ کے درمیان اور امیر تیمور گورگان کے درمیان حکمت کے معنی کی تشریح میں اختلاف ہو گیا۔ اس لیے آپؒ اُسے چھوڑ کر 773ھ/ 1371ء میں کشمیر میں تشریف لے آئے۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ 780ھ/ 1378ء میں کشمیر آئے۔ آپؒ کے ساتھ آپؒ کے مریدین کی سات سو افراد پر مشتمل جماعت تھی۔ کشمیر میں رہنے والوں کی اکثریت آپؒ کے ہاتھ پر ہی مسلمان ہوئی۔ آپؒ کی وفات یاغستان کی سرزمین میں ''تیراہ'' کے مقام پر ہوئی۔ آپؒ کے خلفا نے آپؒ کا جسدِ مبارک بدخشاں کے قریب ''ختلاز'' کے علاقے میں منتقل کیا اور وہیں پر آپؒ کو دفن کیا گیا۔ آپؒ کا انتقال 786ھ/ 1384ء میں ہوا۔ (نزہۃ الخواطر۔ ج:02۔ص:87)

64۔ عالم، صالح، شیخ عبدالرشید بن محمد سعید حسینی، بخاری، ملتانی: آپؒ شیخ جلال الدین حسین بن احمد حسین بخاری کی اولاد میں سے ہیں۔ آپؒ نے شیخ نظام الدین کاکورویؒ سے تعلیم حاصل کی اور اُن کی صحبت میں بیس سال تک رہے۔ انھی سے درسی کتابیں پڑھیں اور انھی سے سلسلۂ طریقت حاصل کیا۔ امامِ ربانی مجدد الف ثانی نے ان سے ''تفسیر بیضاوی'' پڑھی ہے۔
(دیکھئے! نزہۃ الخواطر۔ ج:05۔ص:230)

65۔ امام، ناصرالدین، خواجہ عبیداللہ احرارؒ: آپؒ تاشقند کے قریب یاغستان میں ماہِ رمضان المبارک 806ھ/ 1404ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن سے ہی رُشد و ہدایت کے آثار آپؒ پر غالب تھے۔ آپؒ کے ماموں خواجہ ابراہیمؒ، آپؒ کی تعلیم کے لیے تاشقند سے سمرقند لے گئے۔ شغلِ باطنی کا غلبہ علمِ ظاہری کی تکمیل میں مانع رہا۔ 22 سال کی عمر سے 29 برس کی عمر تک آپؒ سفر میں رہے۔ سمرقند میں آپؒ مولانا نظام الدین خلیفہ حضرت علاؤالدین عطارؒ کی صحبت میں حاضر ہوتے تھے۔ سمرقند ہی میں آپؒ سید قاسم تبریزیؒ کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ پھر دیگر بزرگوں سے فیض پاتے ہوئے خواجہ یعقوب چرخیؒ کی خدمت میں پہنچے۔ مولانا یعقوب فرمایا کرتے تھے: ''جو طالب کسی بزرگ کی صحبت میں آنا چاہے، اُسے خواجہ عبیداللہ کی طرح آنا چاہیے کہ چراغ اور تیل بتی سب تیار ہے، صرف دیا سلائی دکھانے کی دیر ہے۔'' حضرت خواجہ یعقوب چرخیؒ سے خلافت حاصل کی۔ آپؒ نقشبندی سلسلے کے بڑے بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپؒ کی تاریخ وفات 29/ربیع الاول 895ھ/ 1490ء ہے۔
(دیکھئے! تذکرہ مشائخ نقشبند۔ از نور بخش توکلی۔ ص:143 تا 158۔ طبع: لاہور)

66۔ خواجہ خواجگان، امام سید بہاؤالدین نقشبندؒ: آپؒ کی ولادت باسعادت 04/محرم الحرام 718ھ/ 1317ء کو ''قصر عارفان'' میں ہوئی، جو بخارا شہر سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ بچپن سے ہی آپؒ پر ولایت کے آثار اور کرامت و ہدایت کی انوار ظاہر تھے۔ آپؒ کی تعلیم و تربیت اور آدابِ طریقت کی تعلیم سید امیر کلال سے حاصل ہوئی۔ حضرت امیر کلال سے صحبت حاصل کرنے کے بعد آپؒ مولانا عارف دیک کرانیؒ کی خدمت میں سال سال تک رہے اور اُن سے فیض حاصل کیا۔ سلسلۂ نقشبند کا آغاز آپؒ سے ہی ہوا ہے۔ آپؒ نے ہی اس سلسلے کے بنیادی اصول اور طریقۂ کار وضع کیا ہے۔ آپؒ کا انتقال 03/ربیع الاول 791ھ/ 1389ء میں ہوا۔ آپؒ کا مزارِ مبارک ''قصر عارفان'' میں ہے۔ (حوالہ بالا۔ ص:101 تا 134)

67۔ شیخ علی بن محمد المعروف ''ابن غانم'' مقدسی، حنفی، مصریؒ: آپؒ کی پیدائش اوائل ذی قعدہ 920ھ/ 1514ء میں مصر میں ہوئی اور

انتقال جمادی الآخرہ 1004ھ/ 1596ء میں ہوا۔ آپؒ بڑے فقیہ، لغوی، محدث ہیں۔ آپؒ کی تصنیفات میں ''کنز الدقائق'' کی شرح، ''**حاشیه علی القاموس فیروز آبادیؒ**'' اور ''**تعلیق علی الأشباہ و النظائر لإبن نجیمؒ**'' شامل ہیں۔
(دیکھئے! معجم المؤلفین۔ ج:07۔ ص:195)

68۔ شیخ رمضان بن عبدالحق عکاریؒ: آپؒ کی پیدائش 984ھ/ 1576ء میں ہوئی اور انتقال 1056ھ/ 1646ء میں ہوا۔ آپؒ حنفی فقیہ ہیں۔ اہل دمشق میں سے ہیں۔ آپؒ نے کئی تصنیفات لکھی ہیں۔ (دیکھئے! الأعلام. خیر الدین زرکلی۔ ج:03۔ ص:60)

69۔ محقق ابن ہمامؒ نے فقہ حنفی کی عظیم کتاب ''**هدایه**'' کی بہترین شرح ''**شرح فتح القدیر للعاجز الفقیر**'' کے نام سے لکھی ہے۔ افسوس کہ یہ شرح مکمل نہ ہوسکی، اور ''**کتاب الوکاله**'' تک ہی لکھی جاسکی۔ ابن ہمامؒ کے بعد اس کا تکملہ ''**نتائج الأفکار فی کشف الرموز و الأسرار**'' کے نام سے شیخ شمس الدین احمد بن قودر المعروف ''قاضی زادہؒ'' نے لکھا ہے۔ (آزاد)

70۔ القرآن (38:12)۔

71۔ شیخ حسن بن شمس الدین محمد شاہ بن محمد بن حمزہ فناری چلپیؒ: آپؒ کی پیدائش 840ھ/ 1436ء میں ہوئی۔ آپؒ نے علوم ملا فخر الدین، ملا طوسی اور ملا خسرو سے حاصل کیے۔ صحیح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی کے بعد شاگردوں سے پڑھی۔ آپؒ کی تصنیفات میں ''**حواشی علی التلویح**''، ''**حواشی شرح الوقایه**''، ''**حواشی شرح التلخیص**''، ''**حواشی شرح المواقف**'' اور ''**حواشی تفسیر البیضاوی**'' ہیں۔ آپؒ کا انتقال شہر ''بروسہ'' میں جمادی الاخری 886ھ/ 1481ء میں ہوا۔ (دیکھئے! **حدائق الحنفیه** از مولوی فقیر محمد جہلمی۔ ص:338۔ طبع: نول کشور)

72۔ امام قوام الدین امیر کاتب اتقانی فارابیؒ: ان کی کنیت ''ابوحنیفہ'' ہے۔ نہر سیحون کے پار ایک علاقے ''فاراب'' کے رہنے والے ہیں۔ انھوں نے شیخ احمد بن اسعد اور شیخ حمید الدین علی ضریر شمس الائمہ کردری کے واسطے سے صاحبِ ہدایہ سے تعلیم حاصل کی۔ آپؒ حنفیہ میں لغت، عربی اور فقہ کے بڑے سردار ہیں۔ آپؒ کا انتقال 758ھ/ 1357ء میں ہوا۔
(دیکھئے! **الفوائد البهیه**۔ ص:24۔ طبع: یوسفی)

73۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ''**رساله دانش مندی**'' میں علامہ جلال الدین دوانی تک اپنی سند اس طرح بیان کی ہے: ''اس بندے نے فن دانش مندی اپنے والد (شیخ عبدالرحیم دہلویؒ) سے حاصل کیا، انھوں نے میر زاہد ہرویؒ سے، انھوں نے ملا محمد فاضل بدخشی سے، انھوں نے ملا یوسف قراباغی سے، انھوں نے مرزا جان سے، انھوں نے ملا محمود شیرازی سے اور انھوں نے ملا جلال الدین دوانی سے الخ۔'' (دیکھئے! **رساله دانش مندی**۔ طبع: مطبع احمدی، دہلی)

74۔ شیخ ابوالمواہب عبدالوہاب شعرانیؒ: آپؒ کی پیدائش قلقشندہ میں ہوئی اور وہیں تربیت پائی۔ آپؒ شافعیہ کے بڑے فقیہ ہیں۔ تصوف کے پھیلاؤ کے لیے آپؒ کی زندگی وقف ہوئی۔ آپؒ کی بڑی عمدہ تصنیفات ہیں، جن میں ''**المیزان الکبریٰ**''، ''**الجواهر و الدرر الکبری**'' اور ''**لواقح الأنوار فی طبقات السادة الأخیار**'' ہیں۔ آپؒ کا انتقال قاہرہ میں 983ھ/ 1565ء میں ہوا۔ (دیکھئے! **المنجد فی الأعلام**)

75۔ امام شیخ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابوبکر سیوطیؒ: آپؒ کی پیدائش، پرورش اور انتقال قاہرہ میں ہوا۔ آپؒ کو علوم کی تمام اقسام میں بڑی قدرت حاصل تھی۔ آپؒ نے 51 اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ علم کی تلاش میں تمام عالم عرب اور ہندوستان میں گھومے۔ آپؒ کی تصنیفات کی تعداد پانچ سو کے قریب ہے۔ آپؒ کا انتقال قاہرہ میں 911ھ/ 1505ء میں ہوا۔ (دیکھئے! المنجد فی الاعلام)

76۔ شیخ الاسلام زکریا بن محمد ابویحییٰ انصاریؒ: آپؒ مصر کے مشرق میں ایک جگہ ''سنیکہ'' میں پیدا ہوئے۔ آپؒ شافعیوں کے بڑے فقہا میں سے ہیں۔ آپؒ کو لسانی علوم پر بڑی قدرت حاصل تھی۔ مصر کے حاکم اشرف قائیتبائی نے اپنی حکومت کا قاضی القضاۃ مقرر کیا تھا۔ آپؒ کا انتقال قاہرہ میں 926ھ/ 1520ء میں ہوا۔ (دیکھئے! المنجد فی الأعلام)

www.rahimia.org

مطالعۂ قرآنیات

قرآنی انقلاب کے اساسی اصول

(ولی اللّٰہی تعلیمات کی روشنی میں سورتِ فاتحہ کا مطالعہ)

ترتیب و تحقیق: مفتی عبدالخالق آزاد

قرآنِ حکیم انسانی سماج میں اپنے نظامِ فکر و عمل کے مطابق سماجی تبدیلی پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس کا مقصد دیگر تمام ناقص اور ادھورے افکار و خیالات اور نظام ہائے حیات میں تبدیلی پیدا کرکے انسانی معاشرے کی اجتماعی ترقی کی راہ کھولنا ہے۔ اس تناظر میں قرآن حکیم نے انسانیت کے باہمی تعلقات اور تعلق مع اللہ کے بارے میں واضح قوانین، احکامات، قواعد و ضوابط اور عملی نظامِ حیات کی نشان دہی کی ہے۔ اور دیگر مذاہب اور افکار و خیالات اور تصورات میں جو کمی کوتاہی یا ان کے حاملین میں رویوں کی جو خرابی رہی اُس کی نشان دہی کی ہے۔ اس طرح اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ قرآن حکیم کا بیان کردہ نظامِ فکر و عمل ہی وہ واحد ضابطۂ حیات ہے، جو انسانی سماج کی دُنیوی اور اُخروی ترقی کے لیے لازمی اور ضروری ہے۔

سورتِ فاتحہ قرآن حکیم کی سب سے پہلی سورت اور اس کا دیباچہ ہے۔ اس سورت کا ایک نام ''الأساس'' بھی ہے۔ اس طرح یہ سورت نہ صرف قرآن حکیم کا افتتاحیہ ہے، بلکہ اس سورت میں انسانی سماج کی تشکیل کے بنیادی اساسی اصولوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ پورا قرآن حکیم انھی اساسی اصولوں کی تشریح و تفصیل ہے۔ قرآن حکیم کے مجموعی مطالعے کے لیے ضروری ہے کہ سورتِ فاتحہ میں بیان کردہ اساسی اصولوں کو پیشِ نظر رکھا جائے۔

☆ سورتِ فاتحہ میں بیان کردہ اساسی اصولوں کا بنیادی خاکہ

سورتِ فاتحہ میں بیان کردہ مضامین اور اساسی اصول بنیادی طور پر دو حصوں میں منقسم ہیں۔ پہلا حصہ اللہ تعالیٰ کے حقوق سے متعلق ہے، جب کہ دوسرے حصے کا تعلق انسانیت کے لیے رہنمائی اور صراطِ مستقیم کی طلب سے ہے اور دین کی بنیاد انھی دو باتوں پر قائم ہے:

1۔ خدا پرستی: یعنی ذاتِ باری تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اس کی طاقت و قدرت کو تسلیم کرنا۔

2۔ انسان دوستی: یعنی اللہ کی جانب سے نوعِ انسانیت کی فلاح اور ہدایت کے جامع نظام کو تسلیم کرنا۔

اس سورتِ مبارکہ کی ابتدائی آیات پر مشتمل پہلا حصہ خدا پرستی کی حقیقی نوعیت اور اس کے بنیادی اساسی اصولوں کی نشان دہی کرتا ہے۔ جب کہ آخری آیات پر مشتمل دوسرا حصہ انسان دوستی کی صحیح نوعیت اور اس کے بنیادی اصولوں کی نشان دہی کرتا ہے۔ سورتِ فاتحہ کے متعلق اس کے مضامین کے دو حصوں میں تقسیم ہونے کی صراحت خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب نماز میں بندہ سورتِ فاتحہ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

''قَسَمْتُ الصَّلٰوۃَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ نِصْفَیْنِ، فَنِصْفُھَا لِیْ وَ نَصْفُھَا لِعَبْدِیْ''

(میں نے نماز (سورتِ فاتحہ) کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کر دیا ہے۔ پس اس کا آدھا حصہ میرے لیے ہے اور آدھا حصہ میرے بندے کے لیے ہے۔)

جب بندہ کہتا ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، جو تمام عالم کا ربّ ہے)

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ'' (میرے بندے نے میری ستائش و تعریف کی)

پھر جب بندہ کہتا ہے: الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ (بے حد مہربان، انتہائی رحم والا ہے)

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''أثنیٰ علیّ عبدیْ'' (میرے بندے نے میری ثنا بیان کی)

جب بندہ کہتا ہے: مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ (انصاف کے دن کا مالک ہے)

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''مَجَّدَنِیْ عَبْدِیْ'' (میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی)۔

اور ایک روایت میں ہے: ''فوّض إلیّ عبدیْ''

(میرے بندے نے اپنے آپ کو میرے سپرد کر دیا۔)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: سورت کا یہ حصہ خالصتاً میرے لیے ہے۔

میرے اور میرے بندے کا مشترکہ حصہ یہ ہے کہ:

جب بندہ عرض کرتا ہے: اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں)

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ھٰذَا بَیْنِیْ وَبَیْنَ عَبْدِیْ و لِعَبْدِیْ مَا سَأل'' (یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے۔ اور میرے بندے کے لیے وہ ہے، جو اس نے مجھ سے سوال کیا۔)

''و آخر السورت لعبدی'' (سورت کا آخری حصہ صرف میرے بندے کے لیے ہے۔)

چناں چہ جب بندہ کہتا ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

www.rahnuma.org

(ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت فرما، اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا ہے، نہ اُن لوگوں کا (راستہ) جن پر تیرا غضب نازل ہوا ہے اور نہ اُن لوگوں کا (راستہ) جو گمراہ ہوئے ہیں)

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''هٰذَا لِعَبْدِیْ وَلِعَبْدِیْ مَا سَأَلَ'' (یہ میرے بندے کے لیے ہے اور میرے بندے کے لیے وہ سب کچھ ہے جو اس نے مانگا ہے۔'' (1)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سورت کا نصفِ اول خدا پرستی سے متعلق بنیادی اساسی امور کی نشان دہی کرتا ہے۔ اور سورت کا نصفِ آخر انسان دوستی کے حوالے سے ہدایت اور رہنمائی کی طلب پیدا کرتا ہے۔

(الف) خدا پرستی کے اساسی اصول

اس سورتِ مبارکہ میں خدا پرستی کے حوالے سے چار بنیادی اساسی اصولوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ اور بندے پر لازمی قرار دیا گیا ہے کہ وہ ان اصولوں پر اپنے اعتماد کا اظہار کرکے اللہ کی عبادت اور ''اِخبات إلی اللّٰه'' (اللہ کی طرف رجوع) کا اقرار کرے اور اُسی سے مدد طلب کرے۔ یہ اصول درجِ ذیل ہیں:

1۔ کمالاتِ الٰہی کی اساس پر قائم کائنات کے نظام کا شعور اور یقین۔

2۔ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ نظامِ ربوبیت کا اعتراف۔

3۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت و شفقت پر مبنی عالم گیر نظام پر یقین

4۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے عدل و انصاف کے ہمہ گیر نظام پر پختہ اعتماد۔

ان چار اساسی اصولوں کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس کائنات کے خالق و مالک اور کائنات کے عالم گیر نظاموں کو چلانے والی ذاتِ باری تعالیٰ کے سامنے مکمل سپردگی، فرماں برداری اور اسی کی غلامی اختیار کی جائے۔ اور تمام امور میں اُسی ذاتِ واحد سے مدد اور ہدایت طلب کی جائے۔

(ب) انسانی فلاح و بہبود کے اساسی اصول

اس سورتِ مبارکہ کا آخری حصہ نوعِ انسانی کی ہدایت اور فلاح و بہبود کے حوالے سے ہے۔ چناں چہ سورت کے آخری حصے میں انسان دوستی کے حوالے سے درجِ ذیل اساسی اصول بیان کیے گئے ہیں:

5۔ اللہ تعالیٰ کے لیے عبدیت اختیار کرنا اور تمام کاموں میں اُسی سے مدد طلب کرنا۔

6۔ انسانی سماج کی تشکیل، فلاح و بہبود اور ترقی کے لیے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی چاہنا۔

7۔ عقلی اور تاریخی حوالے سے کامیاب انسانوں کے راستے کی طلب کرنا۔

8۔ ایسے غلط راستے سے بچنے کا عزم، جو گمراہی اور غضبِ الٰہی کا باعث ہو۔

سورتِ فاتحہ اور اس کے مضامین کے بارے میں امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں:

www.rahimia.org

''اُمّ الکتاب (سورتِ فاتحہ) سات آیات پر مشتمل ہے۔ اور یہ سورت ہمارے نزدیک کل مقاصدِ قرآن کا خلاصہ ہے۔ .. چناں چہ کائنات کے نظام کی ایسی حکمت کا بیان کہ اُس میں موجود طبقات کے تسلسل کے نتیجے میں نوعِ انسانیت وجود میں آئی۔ انسان کی حقیقت اور اس کے کردار کا تعین۔ انسانی اجتماع اور اس کی فطرت کے بنیادی تقاضوں کی نشان دہی۔ اور جو لوگ اس انسانی اجتماع کی فطرت کا انکار کرتے ہیں، وہ اپنے مقاصد اور اعمال کے حوالے سے خسارے میں رہتے ہیں، ایسے امور ہیں، جو اس سورتِ مبارکہ کی تفسیر کا خلاصہ ہیں۔'' (2)

حضرت سندھیؒ نے سورتِ فاتحہ کا جو خلاصہ بیان کیا ہے، اس کی روشنی میں انسانیت کی فلاح و بہبود کے یہ آٹھ اساسی اصول واضح ہوتے ہیں۔ ایک مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان اصولوں پر نہ صرف پختہ یقین و اعتماد پیدا کرے اور دل و جان سے روبہ عمل لانے کے لیے جدوجہد اور کوشش کرے، اور انھی کی اساس پر انسانی سماج کی تعمیر و تشکیل اور اس کے بین الاقوامی نظام کے قیام کے لیے کردار ادا کرے۔

سورت الفاتحہ میں بیان کردہ انھی اساسی اصولوں کی تشریح و توضیح اور تفصیل و تفسیر سورت البقرہ سے لے کر سورت الناس تک بیان کی گئی ہے۔ اور جس ''صراطِ مستقیم'' کی طلب کی گئی ہے، اُس کی مکمل وضاحت کی گئی ہے۔

(الف) خدا پرستی کے بنیادی اساسی اصول

اس سورت میں بیان کردہ خدا پرستی سے متعلق بنیادی اساسی اصولوں کی مختصر تشریح کچھ اس طرح سے ہے:

1۔ کمالات الٰہی کی اساس پر قائم کائنات کے نظام کا شعور اور یقین

اللہ تعالیٰ نے اپنے کمالات (ابداع، خلق، تدبیر اور تدلی(3)) کو ظاہر کرتے ہوئے تمام مخلوقات کو اپنے فعل و اختیار سے بہترین طریقے پر پیدا کیا ہے۔ ہر مخلوق کے تخلیقی امتیازات مقرر کیے اور ان کے درمیان ایک بہترین اور مربوط نظام قائم کیا ہے۔ کائنات کے اس بہترین اور عالم گیر نظام پر اپنے اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی جا رہی ہے۔

(الف) ''حمد'' کی حقیقت؛ کمالاتِ الٰہی کی بنیاد پر کائنات کے نظام کی تعریف

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' کی حقیقت بیان کرتے ہوئے حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے تمام کمالات اور مکمل اوصاف کا اثبات کرنا''...جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا: ''افضل الدعاء الحمد للّٰہ.'' (سب سے افضل ترین دعا ''الحمد لِلّٰہ'' ہے۔) نیز فرمایا: ''الحمد للّٰہ رأس الشکر.'' (''الحمد للّٰہ'' شکر کا مرکز اور منبع ہے۔)'' (4)

اسی طرح امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ ''حمد'' کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

www.rahimia.org

''جو فعل کسی کے اپنے علم و اختیار اور ارادے سے صادر ہوا ہو، اس کی حقیقی تعریف کرنا۔'' (5)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے فعل و اختیار اور ارادے سے اپنے کمالات کا اظہار کرتے ہوئے اس کائنات کا ایک بہترین نظام تشکیل دیا ہے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اللہ کے اِن چار کمالات کی نشان دہی کی ہے، جن کی اساس پر کائنات کا یہ نظام قائم ہے۔

(ب) کائنات میں جاری نظام کی ترتیب میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے یہ حقیقت بھی واضح کی ہے کہ کمالاتِ الٰہی کی بنیاد پر قائم کائنات کے اس نظام میں جو قوانین جاری ہیں، ان میں کسی قسم کا کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے:

''فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا'' (6)

(تو اللہ کے دستور کو تبدیل ہوتا ہوا نہیں پائے گا اور نہ تو اللہ کے دستور میں کوئی تغیر ہوتا پائے گا۔)

''سنت اللہ'' (اللہ تعالیٰ کے جاری کردہ طریقے) میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ کائنات میں جاری اللہ کے اس دستور، طریقۂ کار اور سنت اللہ کی وضاحت کرتے ہوئے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ارشاد فرماتے ہیں:

''جاننا چاہیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے کائنات میں جو عالم گیر قوتیں ودیعت کی ہیں، ان میں اللہ کے بعض افعال ایسے ہیں، جو ایک خاص ترتیب کے ساتھ مربوط انداز میں اپنا کام کرتے ہیں۔ اس کی تصدیق آیات و احادیث اور عقل و استدلال سے بھی ہوتی ہے۔ ان میں درجِ ذیل افعال ہیں:

1۔ وہ تمام احکام و قوانین، جو ہر نوع میں اللہ نے طبعی طور پر رکھے ہیں۔

2۔ آنے والے حالات و موجودات کے بارے میں سب سے پہلے ''عالم مثال'' (7) میں فیصلہ کیا جاتا ہے۔ پھر وہ زمین پر وجود میں آتے ہیں۔

3۔ ''ملاءِ اعلیٰ'' (8) کے لوگ پوری ہمت کے ساتھ دو اہم ترین کام کرتے ہیں:

(الف) اُن تمام لوگوں کے لیے ترقی کی سفارش اور دعا کرنا جنھوں نے اپنے نفس کو مہذب بنا لیا اور انسانیت کی بہتری اور عدل و انصاف کا نظام قائم کرنے کی جدوجہد اور کوشش کی۔

(ب) اُن تمام لوگوں کی مخالفت کرنا، جنھوں نے اپنے نفس کو غیر مہذب رکھا اور انسانیت پر ظلم و ستم کا نظام قائم کیا۔

4۔ انسانیت پر فرض ہونے والی شریعتِ مقدسہ، جس کے ذریعے سے انسانیت کے لیے مفید کاموں کو واجب قرار دیا گیا، اور غلط کاموں کو حرام قرار دیا گیا۔ اور جو اطاعت کرنے والوں کے لیے ثواب، اور نافرمانی کرنے والے کے لیے عذاب کا باعث بنتی ہے۔

5۔ جب اللہ کسی شئے کے بارے میں کوئی فیصلہ فرماتے ہیں تو اُس کا لازمی نتیجہ کسی دوسری چیز کو پیدا

www.rahimia.org

کرنے کا باعث بنتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ کے جاری کیے ہوئے عالم گیر نظام میں یہ لازمی ہے۔ اور اور علت و معلول (CAUSE & EFFECT) کے لازمی نظام کا ٹوٹنا اللہ کو پسند نہیں ہے، (اس لیے علت (CAUSE) کے بارے میں کوئی فیصلہ کرتے ہی معلول (EFFECT) کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے۔)

مندرجہ بالا ان تمام امور کی نشان دہی احادیث و اخبار سے بھی ہوتی اور عقل وشعور بھی اسی بات کا تقاضا کرتا ہے۔'' (9)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فعل و اختیار سے کائنات کا ایسا بہترین، جامع اور مربوط عالم گیر نظام قائم کیا ہے، جس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ اور تمام امور اس طے شدہ نظام کے مطابق سرانجام پاتے ہیں، اس پر اللہ کی حمد اور تعریف بیان کی جا رہی ہے۔ کائنات کے اس بہترین عالم گیر نظام کے ذریعے سے ہی انسانیت ارتقا کے بین الاقوامی مرحلے پر پہنچی ہے۔ اس مرحلے میں نوعِ انسانیت کے لیے ایک بہترین نظام کی نشان دہی قرآن حکیم نے کی ہے۔ چناں چہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ'' (سب تعریف کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے) اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ربّ العالمین نے قرآن حکیم کے ذریعے سے جو بین الاقوامی نظام قائم کیا ہے، وہ ہر لحاظ سے قابل تعریف ہے۔ اس میں کوئی نقص نہیں ہے۔ یہ نظام ___ جو اللہ تعالیٰ نے انسانی قوموں میں پیدا کیا ہے اور جو فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے ___ بہترین نظام ہے۔ اس سے بہتر نظام ذہن میں آنا ممکن نہیں۔ اس لیے انسان کو یہ نظام بین الاقوامی پیمانے پر چلانے میں اپنی ساری ہمت اور کوشش صرف کر دینی چاہیے۔'' (10)

اس طرح اس آیت کے ذریعے نہ صرف کائنات کے عالم گیر نظام پر اعتماد کا اعلان کرنا مطلوب ہے، بلکہ قرآن حکیم کے ذریعے کل انسانیت کی فلاح و بہبود کے بہترین بین الاقوامی نظام پر بھی اپنے اعتماد اور یقین کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اور اس پر پورے عزم اور اختیار کے ساتھ ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝'' کہا جاتا ہے۔

زوال پذیر معاشروں میں یہ سوچ پائی جاتی ہے کہ یہ کائنات محض بخت و اتفاق سے وجود میں آئی اور بغیر کسی نظام اور سسٹم کے چل رہی ہے اور کسی قسم کا کوئی قاعدہ، قانون اور ضابطہ اس عالم گیر کائنات میں نہیں ہے۔ خودساختہ خداؤں یا محض مادی طاقت اور قوت رکھنے والے جس طرح چاہیں صحیح یا غلط اپنے من مانے فیصلوں کے مطابق کام کریں۔ چناں چہ عام طور پر رجعت پسند طبقوں میں اس طرح کے غلط تصورات پائے جاتے ہیں۔ جن کا نتیجہ جہالت پر مبنی توہمات، فرسودہ خیالات، حقائق کائنات کو نظرانداز کرنے اور کرۂ ارض میں جاری علت و معلول کی اساس پر وجود میں آنے والے حقائق کو پس پشت ڈالنے اور انھیں تسلیم نہ کرنے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

www.rahimia.org

حمدِ الٰہی کی بنیاد پر بیان کردہ مذکورہ بالا اصول کو تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کے رجعت پسندانہ تصورات اور حقائق کے منافی فرسودہ خیالات کو ردّ کر دیا جائے اور کائنات کے باقاعدہ، عالم گیر اور مستحکم نظام کو تسلیم کرتے ہوئے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی جائے۔

2۔ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ نظامِ ربوبیت کا اعتراف

کائنات میں موجود تمام مخلوقات احتیاجات رکھتی ہیں۔ ان کی ضروریات و احتیاجات کی تکمیل کے لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک عالم گیر نظامِ ربوبیت قائم کیا ہے۔ ایک مسلمان اس نظامِ ربوبیت پر بھی اپنے اعتماد کا اظہار کرتا ہے۔

(الف) رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ کی تشریح

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ کی تشریح کرتے ہوئے امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں:

''رَبّ: اس کے معنی ہیں: کسی شیئ کو تدریجاً نشوونما دے کر تکمیل تک پہنچانے والا۔ (11) انسانیت کی تکمیل یہ ہے کہ انسان وہ مقصد سمجھ لے، جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے اور اس میں فنا (منہمک) ہو جائے۔ یعنی اس مقصد کی تکمیل کے سوا اور کسی کام کا خیال اس کے ذہن میں نہ آئے۔ یہ انفرادی درجہ تکمیل ہے۔

الْعَالَمِيْنَ: یہ جمع ہے عالَم کی۔ اس کے تین معنی ہیں:

1۔ اللہ تعالیٰ کے سوا باقی تمام چیزیں۔

2۔ مخلوقات کی مختلف قسمیں، مثلاً:

(i) عالم موالید (Organic World)

(ii) عالم جمادات (Inorganic World)

3۔ مختلف انسانی اقوام (Human Groups)۔'' (12)

(ب) کائنات کی تمام مخلوقات کے لیے نظامِ ربوبیت

کائنات میں موجود ان تمام اقسام کی احتیاجات کی نشو و نما، ارتقا و ترقی اور انھیں نقص سے نکال کر کمال تک پہنچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے نظامِ ربوبیت قائم کیا ہے۔ عالمِ کائنات کے ان تمام اقسام کے لیے ''رب العالمین'' کی صفت کا استعمال کیا گیا ہے۔ ''عالمین'' کے پہلے دو معنی کے اعتبار سے کائنات میں موجود تمام مخلوقات، عالم موالید اور عالم جمادات کے لیے نظامِ ربوبیت کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا سندھیؒ فرماتے ہیں:

''کائناتوں کا خالق: اللہ تعالیٰ اس حیثیت سے بھی ''رب العالمین'' ہے کہ وہ تمام دنیاؤں کا خالق

www.rahimia.org

ہے۔اس نے کروڑوں کائناتیں پیدا کر رکھی ہیں۔(13) ہر ایک کائنات پورے نظام کے ساتھ ایک جامع قانون کے تحت ترقی وارتقا کی منزلیں طے کر رہی ہے۔یہ کس طرح ممکن تھا کہ وہ کائناتِ عظمیٰ کی ایک اہم مخلوق، انسان کو بغیر کسی رہنمائی اور دستورِ حیات کے چھوڑ دیتا؟ بڑی کائنات میں ایک ایک ذرہ قانون کے تحت کام کر رہا ہے۔ساری کائنات میں کامل ہم آہنگی اور باقاعدگی پائی جاتی ہے۔کرۂ زمین پر ہر ایک نوع کی زندگی کے خاص قاعدے ہیں۔وہی ان کی ''شریعت'' ہیں۔اور وہ اس شریعت کے تحت چل رہی ہیں۔یہ شریعت نوعِ انسان کے فطرتی تقاضے پوری کرتی ہے۔انسان کی بھی ایک فطرت ہے، اس کے لیے بھی ایک دستورِ حیات ہونا چاہیے، وہ قرآن حکیم ہے۔اللہ تعالیٰ اس قانون اور ضابطے کے ذریعے سے تمام اقوام کو ان کی اپنی انسانی فطرت کی تکمیل تک پہنچانا چاہتا ہے۔'' (14)

(ج) اقوامِ عالم کی تکمیل کے لیے نظامِ ربوبیت

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نہ صرف کائنات کی تمام مخلوقات کی احتیاجات کی تکمیل کے لیے نظامِ ربوبیت قائم کیا ہے، بلکہ کل انسانیت پر مشتمل تمام اقوامِ عالم کے لیے بھی ایک بہترین نظامِ ربوبیت تشکیل دیا گیا ہے۔قرآن حکیم اس نظامِ ربوبیت کی نشان دہی کرتا ہے۔اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت خاص طور پر اسی مقصد کے لیے ہوئی۔ چناں چہ مولانا سندھیؒ لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نوعِ انسانی کا رب ہے۔اس نے انسان کی پیدائش سے پہلے ہی اس کی تربیت کا سامان پیدا کر رکھا ہے۔جس طرح کائنات میں اس کی ربوبیّت کا نظام ہر عیب سے پاک اور ہر لحاظ سے قابل تعریف ہے۔اسی طرح انسان کو اپنی زندگی بسر کرنے کے لیے اس نے جو دستور قرآن حکیم کی شکل میں دیا ہے وہ بھی ہر لحاظ سے قابل تعریف ہے۔...ربّ العالمین نہ صرف افراد کی تربیت کرتا ہے، بلکہ انسانی اجتماعات، خاندان، قبائل، شعوب، اقوام، بین الاقوامی اجتماعات کی بھی تربیت کرتا ہے۔اس تربیت کا مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی انسانیت کو ترقی دے کر اللہ کی طرف بڑھے۔'' (15)

مولانا سندھیؒ مزید فرماتے ہیں:

''اس میں شک نہیں کہ تمام کمالاتِ الٰہی مخلوقات کے ذریعے ظاہر ہوتے ہیں۔اور ذاتِ الٰہی ان کمالات کی وجہ سے لائق حمد و ستائش ہے، لیکن ذرا غور کیا جائے تو اس سورت میں (عالمین کے) تیسرے معنی زیادہ موزوں معلوم ہوتے ہیں۔کیونکہ تمام انبیا کرام کی دعوت کا موضوع ہمیشہ اجتماعیت انسانی (Human Social Order) ہی رہا ہے۔اور وہ انسانی سوسائٹی (مجتمع) کی ہر قسم کی اصلاح کے لیے آتے ہیں۔(16) خصوصاً خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا خصوصی مقصد ہی یہ ہے کہ انسانیت کی فطرت کے تحت تمام اقوام کے لیے عمومی اجتماعی تحریک کی تکمیل کریں۔

(17) جب قرآن کریم کا یہ مقصد ہے اور سورۂ فاتحہ اس کا خلاصہ ہے تو اس سورت میں ربُّ العالمین کے یہ معنی ہی زیادہ موزوں ہیں کہ وہ اقوام (عالم) کا پروردگار ہے۔ بے شک انسان اللہ تعالیٰ کو اپنے اِ لٰہ (معبود و محبوب) کی حیثیت سے جانتا ہے اور اپنے ربّ کی حیثیت سے پہچانتا ہے لیکن جب وہ عالمی تحریک شروع کرے تو اسے طبعی طور پر اپنے ربّ کو ''ربّ العالمین'' (ربّ الاقوام) کی حیثیت سے جاننا اور پہچاننا ہوگا۔ یعنی اسے یہ اچھی طرح سمجھ لینا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کا اپنا ربّ یا اس کے خاندان یا قبیلے ہی کا ربّ نہیں ہے بلکہ تمام اقوامِ عالم کا رب ہے۔ اور تمام اقوام کو ارتقاء کے اس درجے تک پہنچائے گا جس کے لیے اس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے۔ اس آگے پیچھے کرنے میں بھی حکمت ہے۔'' (18)

مولانا عبید اللہ سندھیؒ مزید فرماتے ہیں:

''سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ہر ایک انسانی اجتماع میں ایسے اہل عقل و درایت پیدا ہوتے رہے جو انسانیت کے بنیادی تقاضوں کی تسکین کے لیے علم و حکمت معاشرے میں پھیلاتے رہے۔ یہ انبیائے کرام اور حکمائے الٰہی تھے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے انسانی ترقی کی نئی راہ کھولی، یعنی انسانی داخلی نفسی کیفیات پر زیادہ اور مستقل توجہ کرنا۔ اب دنیا کی قومیں اس راہ پر تیزی سے چلیں گی۔ اور ان میں یہ بات پیدا ہوتی جائے گی کہ مختلف اجتماعات ایک مرکزی نقطے پر جمع ہوسکیں۔ یہ بین الاقوامیت کا نیا دور ہوگا، جو سابق کے سیاسی بین الاقوامی' اجتماعات سے زیادہ پائیدار ثابت ہوگا۔ اس اختراع فائقہ (نئی بہترین دریافت) کی تکمیل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے قرآن حکیم کی تعلیم کے ذریعے سے کردی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رب العالمینی کا بلند ترین نقطہ ہے جس پر وہ انسانیت کو پہنچانا چاہتا ہے۔ قرآن ایک حکیم کو اس درجے تک پہنچانا چاہتا ہے کہ وہ تمام انسانی کائنات کی حکمت سمجھ کر رب العالمین کو ہر لحاظ سے قابل تعریف سمجھے اور کہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کو ''رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ'' کی حیثیت سے اس لیے بھی پیش کرتا ہے کہ وہ نوع انسان کو ایک بین الاقوامی آئین دینا چاہتا ہے' ایسا قانون کوئی ایک شخص یا قبیلہ یا قوم نہیں بنا سکتی۔ ایسا قانون ''رَبُّ الْعٰلَمِيْن'' ہی بنا سکتا ہے جو فطرت انسانی کا خالق ہے (فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا) (19) (یہ اللہ کی فطرت ہے، جس پر اُس نے انسانوں کو پیدا کیا ہے) اس بین الاقوامی قانون میں قومی قانون بھی آجائے گا۔ لیکن اسی قدر جس قدر وہ بین الاقوامی (قانون) کے ساتھ مناسبت رکھتا ہوگا۔'' (20)

(د) نوع انسان کے لیے نظامِ ربوبیت کی حقیقت اور اس کے دو شعبے

حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ''ربّ العالمین' کے حوالے سے نظامِ ربوبیت کی تشریح بڑی جامعیت

www.rahimia.org

کے ساتھ بیان فرمائی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

''جاننا چاہیے کہ نوعِ انسانیت کی نسبت سے ''ربّ العالمین'' کی ربوبیت کے دو شعبے ہیں:

1۔ تکوینِ نوعِ انسان: (یعنی ''ربوبیتِ تکوینیہ'': نوعِ انسانیت کی پیدائش کا تکوینی نظام)

2۔ تشریع برائے نوعِ انسان: (یعنی ''ربوبیتِ تشریعیہ'': انسان کی رہنمائی اور زندگی کی تنظیم کے لیے قوانین کا مکلّف اور پابند بنانا)'' (21)

امام صاحبؒ نے ربوبیت کی دونوں اقسام کی تشریح و تفصیل ایک مثال کے ذریعے سے واضح کی ہے۔ جس کا خلاصہ درجِ ذیل ہے:

''اس ربوبیت کو ہم ایک نکتے اور مثال کے ذریعے واضح کرتے ہیں: ہم زمین میں ایک درخت کا بیج بوتے ہیں، وہ بیج زمین میں سے پانی میں حل شدہ خوراک لیتا ہے اور کچھ غذا ہوا میں سے لیتا ہے۔ اسی میں درخت کے نوعی تقاضے درجہ بدرجہ تصرف کرتے ہیں اور رفتہ رفتہ وہ درخت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ درخت کے نوعی تقاضے خود اس بیج میں پوشیدہ تھے، وہی درخت کی صورت میں ظاہر ہو گئے۔ اس کے پتے، پھول پھل، ذائقہ اور لکڑی کی خاصیتیں وغیرہ، جن کے سبب سے ایک نوع کا درخت دوسری نوع کے درخت سے مختلف ہوتا ہے، وہ سب اس بیج میں پوشیدہ طور پر پہلے سے موجود تھے۔ ایسے ہی مادہ حیوان کے پیٹ میں جنین (رحمِ مادر میں پرورش پانے والا بچہ) اس حیوان کے نوعی تقاضوں کے مطابق پرورش پاتا ہے۔ اس نوع کے قویٰ ادراکیہ اور قویٰ عملیہ (ذہنی اور عملی صلاحیتیں) اس میں ظاہر ہوتی ہیں اور حیوان کی حرکاتِ نفس (سانس کی حرکت) ساعت بہ ساعت (لحہ بہ لحہ) قوت (potential) سے فعل (practice) میں (روبہ عمل) آتی رہتی ہیں۔

انسان کی بالکل یہی کیفیت ہے۔ بلکہ اس کے جنین میں نوعِ انسانی کے خاص ارتفاقات (سماجی سہولیات) اور نفسی مجازات (انسانی اعمال کی ذمہ داری)، سعادت و شقاوتِ نوعیہ (نوعِ انسانی کی کامیابی و ناکامی) وغیرہ سب ظاہر ہوتی ہیں۔ گویا نوع کے اصل احکام ہی افراد میں ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ''نوع'' کا ایک قالب (سانچہ) ہے وہ مؤثر بالذات نہیں۔ یعنی افراد پر اپنے ارادے سے اثر نہیں کرتا۔ اور نہ وہ کسی تاثیر کا موجِدِ حقیقی (ذاتی طور پر پیدا کرنے والا) ہے۔ بلکہ جو حقیقی موجِدِ تاثیر ہے' یعنی خداوند تعالیٰ۔ وہ قالب اس کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے۔ جس طرح ایک ماہر سنگ تراش ایک خوب صورت مجسمہ گھڑتا ہے تو وہ مجسمہ اصل میں سنگ تراش کی ذہنی تصویر کی شکل پر ہوتا ہے، اسی طرح ہر ایک نوع کے احکام اور تقاضے حضرت واجب جل مجدہ (اللہ تعالیٰ) کی ذات کے اقتضا (منشا) سے اس کے علم میں پوشیدہ تھے، ذات واجب میں یہ احکام، تاثیر (اثر ڈالنے) کی حیثیت میں تھے

www.rahimia.org

اور مخلوق میں یہی احکام، تأثر (اثر قبول کرنے) کے رنگ میں ظاہر ہوئے۔'' (22)

اس کے بعد امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ:

''انواع (SPECIES) کے نوعی تقاضے پہلے واجب جل مجدہ کے علم میں آئے، اس منزل کو ''لوحِ محفوظ'' اور ''امام مبین'' (23) کہتے ہیں۔ اس کے بعد وہاں سے ایک تجلّی کے ذریعے سے ملاءِ اعلیٰ کے اذہان میں آئے جو ''حاملِ عرش تکوین'' (24) ہیں۔ اس کے بعد جب حالات سازگار پیدا ہوگئے تو (ملاءِ اعلیٰ کے اذہان میں موجود) ''انسانِ مقدر''، (دنیا میں) ''انسانِ خارجی'' کی شکل میں ظاہر ہوگیا۔'' (25)

انسان کے دنیا میں وجود میں آجانے کے بعد ''ربّ العالمین'' کی ربوبیت کے دو شعبے ہوگئے: ایک ربوبیتِ تکوینیہ اور دوسرا ربوبیتِ تشریعیہ۔ ان دونوں شعبوں کی تفصیل بیان کی ہے۔

(i) ربوبیتِ تکوینیہ

''ربوبیتِ تکوینیہ'' تشریح کرتے ہوئے شاہ صاحب اُس کی حقیقت اس طرح بیان کرتے ہیں:

''ربوبیتِ (تکوینیہ) انسانوں کے ایسے احکام و افعال پر مشتمل ہے، جو زمانے کی قیود سے بالاتر ہیں۔ ایسے احکام و احوال و افعال و اَخلاق پر زمانے کی تبدیلی کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مثلاً انسان میں نطق (بولنا)، ضحک (ہنسنا)، جرأت، بزدلی اور سمجھ داری وغیرہ، ارتفاقاتِ ضروریہ (ضروری سہولیات کا نظام) اور بِرّ (اچھائی) اور اِثم (بُرائی) کے اصول ایسے نوعی تقاضے ہیں، جو انسانی افراد کو اسی طرح بذریعہ الہام پہنچتے ہیں، جیسے شہد کی مکھی یا چڑیا کو طبعی الہام ان کی صورت نوعیہ کی طرف سے ہوتے ہیں۔'' (26)

اس ربوبیتِ تکوینیہ کی وجہ سے ہی دنیا میں ہر سلیم الفطرت انسان کو اپنی طبعی فطری استعداد کے مطابق نوعِ انسانی کی بہتری کے احکامات وقوانین، طبعی الہام کے ذریعے پہنچتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ حیوانات کو بھی شہد کی مکھی اور چڑیا کی طرح اپنے فوائد اور نقصانات سے متعلق امور کے احکامات وقوانین طبعی طور پر الہام ہوتے رہتے ہیں۔ چناں چہ جن معاشروں میں کتبِ الٰہیہ اور انبیا علیہم السلام کی تعلیمات کی اتباع نہیں کی جاتی۔ اور اُن معاشروں میں موجود حکما اور عقلا اپنے معاشرے کی بہتری اور فلاح و بہبود کے اصول وقوانین دریافت کرتے رہتے ہیں، وہ اسی ربوبیتِ تکوینیہ کے تقاضے سے انھیں طبعی طور پر الہام ہوتے ہیں۔

(ii) ربوبیتِ تشریعیہ

ربوبیتِ تشریعیہ کی حقیقت و ماہیت اور اس کی ضرورت و اہمیت بیان کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

''دوسری ربوبیت ان احکام کے ذریعے سے ہوتی ہے جو زمانے کی تبدیلی سے بدلتے رہتے ہیں۔

www.rahimia.org

ان تبدیل ہونے والے احکام کی غرض یہ ہوتی ہے کہ انسان ہر زمانے میں اپنی نوعی صورت سے مطابقت پیدا کرتا رہے اور نیکی اور بدی کے اصولوں کو ہر زمانے کے مناسب شکلوں میں اختیار کیے رکھے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھئے کہ جس طرح درخت اپنے نوعی تقاضوں اور قوانین کے مطابق پرورِش پاتے ہیں، ایسے ہی اُن درختوں کی نشو ونما میں گرمی اور سردی کے موسم کی وجہ سے فرق ہو جاتا ہے۔ اس لیے کسی نوع کے درخت کی پرورِش اور نشو ونما کے لیے موسم کے مطابق مخصوص اوقات کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ اسی طرح نوعِ انسانیت کے اصل احکامات ایک ہونے کے باوجود دور کے تغیر وتبدل سے اُس کی ترقی اور کامیابی یا تنزل اور ناکامی کی نوعیت بھی بدلتی رہتی ہے۔ اسی وجہ سے ملاءِ اعلیٰ میں ہر دور کی مناسبت سے (انبیا علیہم السلام پر) نئی شریعت متعین ہوتی ہے اور اُسی سے اللہ کی رَضا اور اُس کے غضب کا تعلق قائم ہوجاتا ہے۔'' (27)

اسی لیے انبیا علیہم السلام ربوبیت کے پہلے شعبۂ تکوین کے مطابق انسانیت کی ترقی کے اساسی اصولوں میں متفق ہیں، لیکن ربوبیت کے دوسرے شعبۂ تشریع کے مطابق ہر ایک نبی نے اپنے زمانے کے مطابق ان اَساسی اصولوں کی روشنی میں انسانی ترقی کی شریعت اور منہاج (لائحہ عمل) واضح کیا ہے۔ یوں ہر دور کے تقاضوں کے مطابق انبیا علیہم السلام اور مجددین امت، انسانی زندگی کی ترقی کے لیے احکام کی تشریح و وضاحت کرتے رہے۔ چناں چہ ''ربوبیتِ تشریعیہ'' کی مزید تشریح کرتے ہوئے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

''ربوبیتِ تشریعیہ یہ تقاضا کرتی ہے کہ چند کامل خصلتوں کے جامع ایک شخص کو اپنا آلۂ کار بنائے اور عالم انسانیت میں اُسے اپنا نمونہ قرار دے۔ اُن خصلتوں میں سے:

(i) ایک یہ ہے کہ اُس کا ''حجرِ بحت'' (28) ''تجلیٔ اعظم'' (29) کے ساتھ مشابہت رکھے۔

(ii) دوسرے یہ کہ اُس کی قوتِ خیالیہ ملاءِ اعلیٰ کے ساتھ مشابہت رکھے۔ اس خصلت کی وجہ سے ملاءِ اعلیٰ کے علوم کا اِلقا اور اُن کا فیضان ہوتا ہے۔

(iii) تیسرے یہ کہ اُس کی قوتِ عملیہ ملاءِ اعلیٰ کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔ اور اس خصلت کی وجہ سے اس میں گناہوں اور اُن کے اثرات سے محفوظ رہتے ہوئے ''عصمت'' (سماحت) کا خُلق اور نیکی اور بھلائی کے تمام اقسام کے رنگ کی وجہ سے ''طہارت'' کا خلق پیدا ہوتا ہے۔ اور ان کے اعمال میں اعتدال وتوازن کی صورت پیدا ہونے کی وجہ سے ''عدالت'' کا خُلق اور ملکہ پیدا ہوتا ہے۔''

(iv) چوتھے یہ کہ اُس کا نفس انسانوں کے لیے مدنی الطبع (اجتماعیت پسند) ہوتا ہے۔ یعنی اُس کا نفس ناطقہ (30) ایسی خاصیت رکھتا ہے کہ اُس کا سایہ جب عالَمِ انسانیت پر پڑتا ہے تو اُس کی وجہ سے افرادِ انسان میں انتظامی حوالے سے ایک خاص ترتیب اور نظم وضبط پیدا ہوجاتا ہے۔

www.rahimia.org

(v) پانچویں یہ کہ اُس کی ہر ہمت اور ارادے کو ملاءِ اعلیٰ کی تائید شامل ہو۔ یہاں تک کہ جو کچھ وہ سوچتا ہے، ملاءِ اعلیٰ میں مناسب واسطوں کے ذریعے سے وہی خیالات پیدا ہوجاتے ہیں۔ یہ خصلت خرقِ عادت (خلافِ عادت) امور کے ظاہر ہونے کا سبب بنتی ہے۔

(vi) چھٹے یہ کہ اس کی تینوں قوتیں اعتدال کی حالت پر ہوں، یعنی اُس کی ''قوتِ شهويه'' درجۂ کمال اور وافر مقدار میں ہونے کے باوجود اس کے ''نفسِ حیوانی'' سے مغلوب و مقہور ہو اور اس کا ''نفسِ حیوانی'' اعلیٰ درجے کے کمال اور جوش و جذبے کے باوجود ''قوتِ عقلیه'' سے مغلوب و مقہور ہو۔ اور اس کی ''قوتِ عقلیه'' اپنی تمام تر طاقت اور متانت کے باوجود ''ملاءِ اعلیٰ'' سے مغلوب ہو۔

(vii) ساتویں یہ کہ دشمنوں پر فتح حاصل کرنے، دوستوں کے دلوں میں اپنی محبت پیدا کرنے اور ملت و حکومت کو ایک لمبے عرصے تک کے لیے باقی رکھنے میں اس کی نیک بختی کا ستارا روشن رہے۔

جب کسی شخص میں یہ سات خصلتیں پورے کمال کے ساتھ پائی جائیں اور ربوبیتِ تشریعیہ اُس کو اپنا آلۂ کار بنالے اور عالم انسانیت میں اُسے اپنا نمونہ قرار دے لے اور اپنا کلمہ اس کی زبان میں ظاہر کردے تو اس کو اس موطن (ملاءِ اعلیٰ) کی خبر دینے والا قرار دے دیا جاتا ہے۔ اور وہ اپنے سپرد تمام کاموں کو مکمل طور پر سرانجام دیتا ہے۔ خواہ لوگ عزت سے اُسے قبول کریں یا ذلت کی رُسوائی کے ساتھ اُسے تسلیم کریں۔'' (31)

ایسی جامع خصلتوں کی حامل شخصیت دراصل اپنے زمانے کے پیغمبر (علیہ السلام) کی ہوتی ہے، اور وہ انسانی سوسائٹی میں چند اہم امور سرانجام دیتی ہے۔ ان امور کی وضاحت کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

''یہ معزز اور پاکیزہ انسان (پیغمبر) عالم انسانیت میں درجِ ذیل کام سرانجام دیتے ہیں:

1۔ ایک یہ کہ ارتفاقات اور اصولِ برّ و اِثم کے کلی احکامات پر مشتمل اجمالی علوم کی تفصیل بیان کرتے ہیں، اس لیے کہ (فطری حوالے سے) عام افرادِ انسانیت اگرچہ (فطرت کے) اجمالی علوم تو قبول کرلیتے ہیں، لیکن وہ اُس کی ایسی تشریح نہیں کرسکتے کہ جس سے اِن فطری اجمالی علوم کے خلاف پیدا ہونے والے باطل نظاموں اور رسومات کا ردّ ہوسکے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''كلّ مولود يولد على الفطرة الإسلام ثمّ أبواه يُهوّدانه أو يُنصّرانه أو يُمجّسانه'' (ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین اُسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں) چناں چہ پیغمبر علیہ السلام ان غلط رسومات اور باطل نظاموں کو مٹا دیتے ہیں۔

2۔ دوسرے یہ کہ جن علوم و قوانین کا انسانوں کو پابند بنایا جاتا ہے، اُن میں زمانے کے تغیر و تبدل کی وجہ

سے تغیرات و تبدلات ہوتے رہتے ہیں۔ یہ پیغمبر اپنے زمانے کی روحِ عصر کے مطابق اُن علوم و قوانین کو اختیار فرماتے ہیں۔

3۔ تیسرے یہ کہ اُس شخص کی وجہ سے بعض مجمل باتوں کی تفصیل سامنے آتی ہے۔ جس طرح صحیح طور پر کشتی کا ملاح وہی ہوتا ہے، کہ جو ہوا کے دباؤ کے رُخ پر کشتی کو لے کر چلے، اُس کی مخالفت نہ کرے۔ اسی طرح یہ انسان متانت اور رزانت کا حامل (یعنی معاملات کا صحیح اندازا لگا کر مستحکم رائے قائم کرنے والا) ہوتا ہے۔ اور وہ ''روح القدس'' کی تائید (32) اور ملاءِ اعلیٰ کی رضامندی اور ناراضگی کی ہواؤں کو اپنی گرہ کے ساتھ باندھ لیتا ہے اور اس کی مخالفت نہیں کرتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ معزز اور پاکیزہ انسان جب عملاً اِن مراحل سے گزر کر کامل ہوجاتا ہے، تو اپنے نفس سے مشابہت رکھنے والے ایسے ہی لوگوں کو تلاش کر کے ان سے کام لیتا ہے۔

پھر انبیا علیہم السلام سے مشابہ لوگوں کی بہت سی اقسام پیدا ہوجاتی ہیں۔ بعض لوگ مذکورہ بالا جزوی خصائل اور اعمال کے اعتبار سے مشابہت رکھتے ہیں اور بعض اکثر خصائل کلیہ کے اعتبار سے (اپنے نبی سے) مشابہت رکھتے ہیں۔ اگرچہ ہر ایک ولی، عالم، صالح اور عدل و انصاف کرنے والے حکمران کو اپنے دور کے نبی سے (اپنے شعبے کے حوالے سے) مشابہت حاصل ہوتی ہے، لیکن ہماری بحث تمام خصائل میں مشابہت کے حوالے سے ہے۔ یہ بہت ممکن ہے کہ ایک ایسا جامع فرد ہو، جو ان تمام خصائل اور اعمال کے اعتبار سے اپنے پیغمبر کے ساتھ مشابہت رکھتا ہو۔'' (33)

اس طرح تکوین و تشریع پر مشتمل کائنات میں موجود تمام مخلوقات کی ضروریات و احتیاجات کی تسکین پر مبنی ربوبیت کا ایک بہترین نظام اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہوا ہے۔ اور اس نظامِ ربوبیت کے تحت ہر دور میں ایسے جامع افراد اور ان کی زیرِنگرانی تربیت یافتہ جماعتیں پیدا کرتا رہتا ہے، جو اپنے دور کے مطابق اپنے نبی کی تعلیمات کی تشریح و تفصیل کر کے علومِ نبوت کی تجدید کرتے رہتے ہیں۔ اس طرح وہ ربّ العالمین اقوام کی ضروریات و احتیاجات پورا کر کے انھیں نقص سے نکال کر کمال تک پہنچانے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ یوں تربیت اور ربوبیت کا عالم گیر نظام درجہ بدرجہ اقوامِ عالم کے بین الاقوامی نظام کی تشکیل کے لیے بھی رہنمائی دیتا ہے۔

سورتِ فاتحہ میں بیان کردہ ربوبیتِ الٰہی کے اس اصول کو تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تکوینی طور پر کائنات میں بہت سے تغیرات و تبدلات ہوتے ہیں اور کرۂ ارض پر نئی سائنسی ایجادات اور علوم و فنون کی دریافت اسی تکوینی نظام کے تحت سامنے آرہی ہیں۔ اس طرح کی مادی ترقیات اور تغیرات و تبدلات کو ربوبیتِ الٰہی کے تکوینی نظام کے تحت قبول کیا جانا چاہیے۔ اِن کا انکار کرنا یا انھیں خلافِ دین و مذہب قرار دینا درست نہیں ہے۔ عام طور پر رجعت پسند طبقات میں زمانوں کے تغیر و تبدل سے جو عصری تقاضے پیدا ہوتے ہیں، انھیں خلافِ مذہب و دین قرار دینے کی

www.rahimia.org

سوچ پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ''ربوبیتِ تکوینیہ'' کے تحت ایسی سوچ اور تصور غلط ہے۔ اسی طرح ''ربوبیتِ تشریعیہ'' اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جو مادی ترقیات یا سائنسی ایجادات دریافت ہوں، انھیں تشریعی نظام کے مطابق انسانیت کے فائدے کے لیے استعمال کرنے کی سوچ ہونی چاہیے۔ یہ نہیں کہ عدل و انصاف پر مبنی تشریعی نظام کا انکار کردیا جائے۔ مادیت پرست طبقوں کا عدل کے تشریعی نظام کے خلاف بغاوت کرنا ربوبیتِ الٰہی کے تشریعی تقاضوں کے منافی ہے۔ چناں چہ اللہ تعالیٰ کو ربّ العالمین مان لینے کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کے غلط تصورات کو ردّ کر دیا جائے اور اس کے تکوینی وتشریعی نظامِ ربوبیت پر پختہ یقین و اعتماد رکھا جائے۔

3۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت وشفقت اور مہربانی پر مبنی عالم گیر نظام پر یقین

تمام مخلوقات پر اللہ کی رحمت و شفقت اور مہربانی کا ایک عالم گیر نظام چھایا ہوا ہے۔ چناں چہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ (بے حد مہربان، انتہائی رحم والا ہے) کے ذیل میں اس نظام کی واقعیت کا اقرار کیا جاتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس سے فکری اور عملی وابستگی پیدا کرنے سے ہی نوعِ انسانیت کو کامیابی ملتی ہے۔

(الف) الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ کی تشریح

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں:

''ان دونوں لفظوں کا مادہ ''رَحَمَ'' ہے، جیسے سب جانتے ہیں یہ اس سلوک سے معلوم ہوسکتا ہے جو ماں باپ اپنی اولاد سے کرتے ہیں۔'' آں حضرت ﷺ کے زمانے میں ایک عورت کسی غزوہ میں گرفتار ہو کر آئی' اس کا بچہ گم ہوگیا تھا۔ اس کے دل میں محبت کا یہ جوش تھا کہ جو بچہ مل جاتا' اسے سینے سے لگا لیتی اور دودھ پلاتی۔ آنحضرت ﷺ نے دیکھا تو حاضرین سے فرمایا کہ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال دے؟ لوگوں نے عرض کیا: ہرگز نہیں۔ فرمایا: ''لَلّٰهُ أَرْحَمُ بِعِبَادِهٖ مِنْ هٰذِهٖ بِوَلَدِهَا'' (اس عورت کی اپنی بچے سے محبت سے کہیں زیادہ محبت خدا کو اپنے بندوں سے ہے)''(34)

ایک دفعہ ایک صحابی آں حضرت ﷺ کے حضور میں ایک پرندہ مع اس کے بچوں کے چادر میں لپٹا ہوا لائے۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! میں ایک جھاڑی میں سے یہ بچے اٹھا کر کپڑے میں لپیٹ لایا۔ ان کی ماں یہ دیکھ کر میرے سر پر منڈلانے لگی۔ میں نے ذرا کپڑا کھول دیا تو یہ فوراً بچوں پر گر پڑی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: ''أَتَعْجَبُوْنَ لِرَحْمِ أُمِّ الْأَفْرَاخِ فِرَاخَهَا؟!'' اپنے بچوں کے ساتھ ماں کی محبت پر تمھیں تعجب ہے؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، جو محبت اس ماں کو اپنے بچوں کے ساتھ ہے' خدا تعالیٰ کو اپنے بندوں کے ساتھ اس سے کہیں زیادہ محبت ہے۔ جاؤ! ان بچوں اور ان کی ماں کو وہیں چھوڑ آؤ، جہاں سے تم انھیں لائے ہو۔''(35)

اللہ تعالیٰ بدرجہا زیادہ رحمت کے ساتھ اپنے بندوں کو دیکھتا ہے۔ ''اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے ایک سو حصوں میں سے ایک حصہ دنیا میں نازل فرمایا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ماں باپ کو اپنی اولاد سے محبت ہے۔ انسان کو انسان سے محبت ہے۔ حیوان کو حیوان سے محبت ہے۔ دنیا میں انسان کی تربیت ماں باپ کے ذریعے سے ہوتی ہے (دوسرے حیوانوں کی زندگی کا بھی عموماً یہی قاعدہ ہے)۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ ماں باپ کی ضرورت نہیں رہتی اور وہ خود کسی انسانی فرد کا ماں یا باپ بن جاتا ہے۔ اس وقت وہ اپنی اولاد کے لیے ویسی ہی رحمت اور محبت اپنے اندر پاتا ہے' جیسی اس کے ماں باپ خود اس کے لیے ظاہر کرتے تھے۔ دنیا میں جتنے ''ماں باپ'' آج تک ہو چکے ہوں یا قیامت تک ہوں گے (انسانوں کے ہوں یا حیوانوں کے)' ان سب کی مہر پدری اور محبت مادری کو جمع کر کے اسے سو گنا کر لیا جائے' تو اللہ تعالیٰ کے رَحم کا کچھ اندازہ لگ سکتا ہے (اوکما قال)۔ (36)

ذرا غور کیا جائے تو باپ اور ماں کی محبت میں ایک طبعی فرق نظر آتا ہے۔ باپ چاہتا ہے کہ اس کی اولاد کمال حاصل کرلے' خواہ اولاد کو کتنی ہی مشقت کیوں نہ اٹھانی پڑے۔ ماں کی مامتا چاہتی ہے کہ اس کی اولاد کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا جو پہلو باپ کی محبت سے مشابہ ہے وہ رحمانیت ہے اور جو ماں کی محبت کی مانند ہے وہ رحیمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمانیت چاہتی ہے کہ انسان مشقتیں اٹھا کر بھی کمال کے درجے طے کرتا رہے چنانچہ سورت رحمٰن میں آتا ہے: اَلرَّحْمٰنُۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَؕ (رحمٰن وہ ہے جس نے قرآن سکھایا) (37) اب قرآن حکیم پڑھنا' پڑھانا' اس کے اصول کی اشاعت کرنا' ان پر جماعت تیار کرنا' اس کے دستور کو دوسرے دستوروں پر غالب کرنا اور اس کی حفاظت کے لیے لڑنا مرنا ' یہ سب رحمانیت کا تقاضا ہے۔ اس کی رحیمیت کا تقاضا ہے کہ اس کے محبوب بندے اپنے اعمال کے نتائج سے بہترین فائدے حاصل کریں اور ہر قسم کی تکلیف' غم اور خوف سے محفوظ رہیں۔ .... بچہ ماں باپ کے بھروسے ہی پر ترقی کرسکتا ہے۔ جہاں ماں باپ کی قوتیں جواب دیتی جائیں اور ''اَلرَّحْمٰنِ'' اور ''اَلرَّحِیْمِ'' پر انسان کا بھروسہ بڑھتا جائے' وہ اپنی فطرت کے مطابق ترقی کرتا چلا جاتا ہے' اور اس کی انسانیت تکمیل کو پہنچ جاتی ہے۔ اور اس طرح انسانی فطرت کی طلب پوری ہو جاتی ہے۔'' (38)

(ب) رحمت وشفقت کا وسیع عالم گیر نظام؛ تجلیاتِ رحمانی کا مظہر

اللہ تبارک وتعالیٰ نے رحمت وشفقت کا ایک عالم گیر نظام قائم کیا ہے۔ اور یہ کائنات اللہ کی تجلیاتِ رحمانی کا مظہر ہے۔ اس کائنات کو کنٹرول کرنے والے تمام مراکز، کائنات کی ہر چیز کے لیے رحمت وشفقت کے خواہاں رہتے ہیں۔ خاص طور پر اللہ کی تجلیات کا مرکز اور منبع ملاءِ اعلیٰ کے فرشتے نہ صرف کائنات کی تمام اشیا کے لیے، بلکہ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تمام انسانوں کے لیے ہمہ وقت رحمت کے لیے دعا گو رہتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ (39)

(وہ لوگ جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے اِردگرد ہیں، وہ اپنے ربّ کی حمد وثنا کی تسبیح پڑھتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ایمان والوں کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ اے ہمارے ربّ! تیری رحمت اور علم ہر چیز کے لیے وسیع ہے۔ پس توبہ کرنے والوں اور تیرے راستے کی اتباع کرنے والوں کو معاف فرما اور انھیں آگ کے عذاب سے بچا)

کائنات میں اللہ کی رحمت کی وسعت کی تشریح کرتے ہوئے مولانا سندھیؒ فرماتے ہیں:

''اَلرَّحْمٰنِ'' اور ''اَلرَّحِيْمِ'' کی رحمت کی وسعت کا اندازہ لگانے کے لیے رَبُّ الْعٰلَمِيْن کی طاقت کا اندازہ لگاؤ۔ وہ تمام کائناتوں کو ارتقاء کی منزلوں سے گزار رہا ہے۔ وہ انسانی جماعتوں کے لیے ترقی کی راہیں کھولتا ہے۔ اور ان کی ہدایت اور رہنمائی کا سامان کرتا ہے۔ اگر انسان اتنی وسیع طاقت کے مالک رَبُّ الْعٰلَمِيْن پر بھروسہ کرنا سیکھ لے' جس کی محبت اور رحمت تمام دنیا کے ماں باپوں کی محبت سے سینکڑوں گنا وسیع ہے۔ اور جس کی طاقت (تجلّی) تمام کائناتوں کے گوشے گوشے تک پہنچتی ہے' تو انسان کی ترقی کی راہ میں کون سی چیز رکاوٹ بن سکتی ہے؟ تمام کائناتوں کا ظہور اللہ تعالیٰ کی رحمانیت ہی سے ہوا ہے۔ ان کائناتوں کے اندر ارتقاء کے جو قوانین جاری ہیں' اور اس کی رحیمیت نے انسان کی راحت کے لیے جو سامان اس زندگی کے لیے اور مرنے کے بعد کی زندگی کے لیے پیدا کر رکھے ہیں' ان کا جتنا علم انسان کو ہوتا جاتا ہے اتنا ہی وہ اس بات کا قائل ہوتا جاتا ہے کہ خدائے رحمٰن و رحیم کے تمام کام ہر لحاظ سے قابلِ تعریف اور لائق ستائش ہیں۔'' (40)

اس تشریح سے معلوم ہوا کہ اس کائنات میں موجود تمام مخلوقات کے لیے رحمت وشفقت اور خیرخواہی کی سوچ اور خیالات کا ایک بین الاقوامی نظام چل رہا ہے۔ یہ کائنات اللہ تعالیٰ کی تجلیاتِ رحمانیہ کی مظہر ہے۔ جیسا کہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اس کی تصریح کی ہے۔ (41) چناں چہ انھی تجلیاتِ رحمانی کے زیر اثر اس رحمت وشفقت اور مہربانی کی سوچ کا اظہار ان اولوالعزم فرشتوں اور مقرب انسانوں کی طرف سے بھی ہوتا رہتا ہے، جو ہر وقت تمام مخلوقات کے لیے رحمت وشفقت کے طالب رہتے ہیں۔ گویا کائنات کے عالم گیر نظام کی بنیادی سوچ اور فکر وفلسفہ مخلوقات پر رحمت وشفقت اور مہربانی کا نظام قائم رکھنا ہے۔ اللہ کی اس شفقت بھری تجلیاتِ رحمانی پر اس کی حمد وتعریف کی جاتی ہے۔

اس اصول کے ذریعے سے ہر اُس سوچ اور تصور کی نفی کی جا رہی ہے، جس میں رحمت وشفقت کے بجائے ظلم

www.rahimia.org

و جبر اور آمریت پائی جاتی ہے۔ گویا جبر و آمریت کا نظام رحمتِ الٰہی کے تقاضوں کے قطعاً منافی ہے اور ایک مسلمان جب اللہ کی رحمانیت اور رحیمیت کا اقرار کرتا ہے تو اس طرح کے تمام ظالمانہ اور جابرانہ تصورات، نظریات اور عملی نظام کا انکار کر دینا ہے۔ اور رحمتِ الٰہی کے تقاضوں کے مطابق انسانیت کے فائدے کے لیے بہترین سوسائٹی تشکیل دینے کی جدوجہد اور کوشش کرتا ہے۔ ایسی سوسائٹی، جو رحمت و مہربانی لیے ہوئے ہو، نہ کہ زحمت اور تکلیفِ انسانی کا سبب بنے اور آمریت و ظلم و جبر کی حامل ہو۔

4۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے عدل و انصاف کے ہمہ گیر نظام پر پختہ اعتماد

تمام مخلوقات کے لیے عدل و انصاف کا ایک ہمہ گیر اور وسیع نظام کام کر رہا ہے، سورت الفاتحہ کی آیت: مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ (جو انصاف کے دن کا مالک ہے) کے ذریعے یہ بنیادی اساسی اصول مسلمانوں کے دل و دماغ میں راسخ کیا جا رہا ہے۔ یعنی وہ عدل و انصاف کے اس ہمہ گیر نظام پر بھروسہ اور اعتماد کریں۔ اور عدل کی بنیادی قدر کو انسانی زندگی کا اساسی حصہ سمجھیں۔

(الف) مالک یوم الدین کی تشریح اور اس کی ضرورت و اہمیت

''یوم الدین'' کسے کہتے ہیں؟ اور اس کی ضرورت و اہمیت کیا ہے؟ اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں:

> ''دین کے معنی ہیں جزاء۔ ہر ایک حرکت کا نتیجہ نکلنا ایک کائنات گیر قانون ہے۔ اس کے عمل کو نظامِ کلی (Universal) کہتے ہیں۔ اس نظام کلی کے تحت انسان کے عملوں کی جزا (یا سزا) مرتب ہوتی ہے۔ اسے ''قانون مجازات'' کہتے ہیں۔ امام ولی اللہ دہلویؒ کے نزدیک انسان کو اس دنیا میں بھی جزائے اعمال ملتی ہے اور مرنے کے بعد بھی، چناں چہ انھوں نے ''حجۃ اللّٰہ البالغہ'' میں ''مبحث کیفیة المجازات فی الحیات و بعد الممات'' (دنیا میں اور موت کے بعد جزا و سزا کی کیفیت کی بحث) کے عنوان سے ایک مستقل بحث کی ہے۔ (42)
>
> ...امام ولی اللہ دہلویؒ کے فلسفے سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے فعل کی تکمیل سے پہلے اس کا نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔ جونہی اس کا فعل پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے' اس کا نتیجہ جزا یا سزا مرتب ہو جاتا ہے۔ گو کبھی کبھی وہ نتیجہ فی الفور ظاہر نہیں ہوتا۔ پس انسان اپنے تمام اعمال میں مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کا محتاج ہے جو اس کے اعمال کے نتائج مرتب کرے۔'' (43)

(ب) نظام عدل کی ضرورت و اہمیت

انسانی زندگی میں نظام عدل و انصاف کی ضرورت و اہمیت کا تحقیقی تجزیہ کرتے ہوئے اس کے صحیح مفہوم کی

www.rahimia.org

نشاندہی کرتے ہوئے مولانا سندھیؒ فرماتے ہیں کہ:

''جنگل کے درختوں اور پودوں کو ربوبیّتِ الٰہی غذا بہم پہنچاتی ہے تو وہ نشوونما پاتے ہیں۔ اور بڑھتے بڑھتے ان کی شاخیں آپس میں پھنس جاتی ہیں۔ اس وقت ضرورت ہوتی ہے کہ کوئی مالی ہو جو انہیں الگ الگ کر دے۔ اور ضرورت ہو تو چھانٹ ڈالے تاکہ وہ اپنے حلقے میں بڑھتے رہیں۔ یہ عدل و انصاف کا تقاضا ہے۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ کی ربوبیت مختلف استعداد کے انسانوں کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور ان کی انفرادی فطرت کی تکمیل کرتی ہے تو طبعی طور پر ان میں اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں۔ جب یہ اختلافات بڑھتے ہیں تو معاشرے (Society) میں ایک فرد دوسرے فرد پر ظلم کرنے لگتا ہے۔ اب جو شخص اس معاشرے کو باہر سے دیکھے گا وہ فرشتوں کی طرح یہی کہے گا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ (44) (کیا تو کرۂ زمین پر ایسی مخلوق پیدا کرنا چاہتا ہے جو اسے خراب کرے اور خون ریزی کرے)۔ لیکن جو شخص اسے اندر سے دیکھے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ انسان کے ہر فعل کا کوئی سبب ضرور ہوتا ہے اور یہ سلسلۂ اسباب مسلسل چلا جاتا ہے۔ انسانی معاشرے کے اندر سلسلۂ ظلم و طغیان بھی سلسلۂ اسباب سے خارج نہیں ہے۔ یہ انارکی (Anarchism) نہیں ہے۔

انسانی معاشرے میں بعض اسباب کے زیرِ اثر ظلم و طغیان کا ظہور ہوا تو حکمت الٰہی نے اسے یونہی نہیں چھوڑ دیا کہ انسان کٹ کٹ کر فنا ہو جائیں۔ بلکہ اس نے نظام عدل پیدا کرنے کا اہتمام فرمایا۔ انسان اپنی ترقی کے لیے جس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت کا محتاج ہے جو اس کی ربوبیّت کی تفسیر ہے۔ اسی طرح عدلِ حق کا بھی محتاج ہے جو اللہ تعالیٰ کی مالکیّت اور ملوکیّت کا ترجمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ مالکیّت اور ملوکیّت سب سے زیادہ واضح شکل میں انسانی نظام ہی میں ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کی قدرت اور قہرمانی باقی تمام غیر ذی ارادہ اشیاء پر ان کے ارادے کے بغیر ہی قائم ہے۔ لیکن انسان خود اپنے ارادے اور فیصلے سے اللہ تعالیٰ کی حکومت اپنے اوپر تسلیم کرتا ہے۔ دونوں میں کتنا فرق ہے!! پس اس سورت کا ''مٰلِکِ يَوْمِ الدِّيْنِ'' سورت الناس کا ''مَلِکِ النَّاس'' ہی ہے۔ اسی سے ظاہر ہے کہ معاشرۂ انسانی کے قیام و قوام اور ترقی کے لیے ایک نظام عدل کی ضرورت ہے۔ وہ بادشاہت کے ذریعے سے قائم ہو یا عوامیّت اور جمہوریت کے ذریعے سے قائم ہو۔ کسی طرح سے بھی ہو۔'' (45)

عدل و انصاف نہ صرف کائنات میں قائم تکوینی نظام کی تشکیل کی اساس ہے، بلکہ انبیا علیہم السلام کے ذریعے سے دنیا میں آنے والے تشریعی نظام کی بھی بنیادی اساسی قدر ہے۔ اسی لیے تمام انبیا علیہم السلام کو دنیا میں عدل و انصاف قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ (46)

(ہم نے اپنے رسول واضح دلائل دے کر بھیجے ہیں اور ان پر کتاب اور میزان اتاری، تاکہ لوگ عدل وانصاف پر قائم ہوجائیں)

اس لیے تمام انبیا علیہم السلام کی جدوجہد کا بنیادی مقصد دنیا میں انسانوں کو اللہ سے جوڑنا اور اُن کے درمیان عدل وانصاف پر مبنی بہترین نظام قائم کرنا ہے۔ تاکہ وہ آخرت میں بہترین نتائج حاصل کریں۔

(ج) یوم الدین پر مبنی قانونِ مجازات کے اہم نکات

مولانا سندھیؒ نے عالم گیر ''یوم الدین'' میں انسانی اعمال کے نتائج مرتب ہونے کے حوالے سے درجِ ذیل نکات واضح کیے ہیں:

1۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے عملوں کے نتائج مرتب کرنے اور اس کے کاموں کا بدلہ دینے کے مختلف قاعدے مقرر کر رکھے ہیں۔ اسے کسی نہ کسی قاعدے کے مطابق دنیا یا آخرت میں اس کے عمل کا اچھا یا بُرا بدلہ مل کر رہتا ہے۔ فرض کرو کہ بعض خاص حالات میں کسی شخص کو اپنے عمل یا عملوں کا بدلہ نہیں ملا (مثلاً سزا سے بچ گیا یا جزا پانے سے محروم رہ گیا) تو ضروری ہے کہ ایک دن ایسا ہو جب اسے اس کے عملوں کی پوری پوری جزا یا سزا ملے۔ اسے ''یوم الدین'' کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس وسیع اور غیر محدود طاقت کے ساتھ تمام کائناتوں کا انتظام کرتا ہے اور تمام دنیا کی قوموں کی ترقی کے سامان بہم پہنچاتا ہے' اسی وسیع اور لامحدود طاقت کے ساتھ ہر ایک انسان سے اس کے اعمال کی باز پرس بھی کرے گا۔ اس لیے وہ ''مالک یوم الدین'' کہلاتا ہے۔

2۔ کسی انسان کا ایک فعل لمحوں اور ثانیوں (Seconds) میں تکمیل نہیں پاتا۔ اس لیے ممکن ہے کہ اس کے عمل کا نتیجہ دنوں' ہفتوں' یا برسوں میں نکلے۔ لیکن اگر کوئی بہت بڑا اجتماع کوئی عمل کر رہا ہو تو وہ صدیوں سے پہلے تکمیل نہیں پاسکتا۔ اس کا نتیجہ بھی صدیوں ہی میں مرتب ہوسکتا ہے۔ اجتماعیت عامہ میں' جس میں تمام اقوام اور ساری کی ساری انسانیت شریک ہو' جو عمل ہو رہا ہے وہ انسانیت کے ساتھ ہوتا رہے گا۔ یہاں تک کہ وہ پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے اور کرۂ زمین سے انسانیت ختم ہو جائے۔ کیا انسانیت عامہ کے نوعی اجتماعی کام کی جانچ (Assessment) کے لیے کوئی وقت نہیں ہونا چاہیے؟ جس طرح افراد انسانی اور چھوٹے انسانی اجتماعات کے اعمال کی جانچ پڑتال ہوتی ہے' اسی طرح نوع انسانی کی اجماعی اور اجتماعی جانچ پڑتال بھی ہوگی۔ یہ کام اللہ تعالیٰ نے ''یوم الدین'' پر اٹھا رکھا ہے۔

3۔ معاشرے میں بعض لوگ اس کام پر مقرر ہوتے ہیں کہ لوگوں کو ان کے اعمال کی جزاء دیں۔ لیکن یہ جزا دینے والے بھول چوک سے یا جان بوجھ کر غلطی کر جاتے ہیں۔ اس غلطی کا تدارک بعض اوقات اس دنیا میں ممکن نہیں ہوتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ ایک ''یوم الدین'' ہو جس میں حاکموں اور فیصلہ کرنے والوں

www.rahimia.org

کے غلط فیصلوں پر نظر ثانی کی جائے۔ اورلوگوں پر جو ظلم ہوا ہو' اس کا تدارک کیا جائے۔ یہ بھی ''یـــــوم الدین'' پر موقوف ہے۔

4۔ خدائے رحمٰن و رحیم انسانوں کو جتنی نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ اگر انسان ان کے متعلق یہ سمجھ لے کہ اسے ان سب نعمتوں کا حساب دینا ہوگا تو وہ ہر موقع پر سوچ سمجھ کر کام کرے گا۔ اور کسی نعمت کو ضائع نہیں کرے گا۔

...حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ہر ایک انسان سے الگ الگ سوال جواب کرے گا۔ اس میں یہ جملہ بھی آیا ہے کہ: ''میں نے تجھے رزق دیا تو نے مجھے روٹی نہ دی۔'' بندہ کہے گا: ''یا اللہ! تُو تو بھوک پیاس سے پاک ہے' تجھے روٹی کیا دیتا؟'' اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ: یہ عاجز بھوکا انسان تیرے پاس آیا۔ تو نے اسے روٹی نہ دی۔ ''أَمَا عَلِمْتَ أَنَّکَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذَالِکَ عِنْدِیْ'' (کیا تجھے معلوم ہے کہ اگر تو اسے روٹی کھلا دیتا، تو تُو اُسے میرے پاس پاتا)'' (47)

پھر جماعت سے سوال ہوگا کہ تم نے اس نبی کی بات کیوں نہ مانی؟ الغرض زندگی کی تمام نعمتوں کا حساب اللہ تعالیٰ کے ہاں ہوگا۔

(الف) ایک نعمت ایک انسانی فرد کو دی گئی ہے اس کا حساب اسے دینا ہوگا۔

(ب) ایک نعمت ایک جماعت (قوم) کو دی گئی ہے' اس کا حساب اسے دینا ہوگا۔

(ج) جو نعمتیں انسانیت عامہ کو دی گئی ہیں ان کا حساب ساری انسانیت کو دینا ہوگا۔

اس غرض کے لیے ساری انسانیت کا میدان حشر میں جمع کیا جانا ضروری ہے تاکہ سب کا انفرادی اور اجتماعی حساب لیا جائے۔ یہ ''یَوْمُ الدِّیْن'' ہی کو ممکن ہے۔ انسان کو یہ بات کہ اسے خدا تعالیٰ کے روبرو جواب دینا ہوگا، اپنی زندگی کے تمام درجوں میں یاد رکھنی چاہیے۔

(د) اللہ تعالیٰ نے بے شمار مخلوق پیدا کر کے انسان کو اس کا حاکم بنا دیا ہے۔ وہ ان سے کام لیتا ہے اور فائدے اٹھاتا ہے۔ کیا ''اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْن'' (حاکموں میں سے بہترین حکمران) اپنے نائب سے اس کی ذمہ داریوں کا حساب نہ لے گا؟ جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ گویا انسان نہیں بننا چاہتے۔

...جب انسان یوم جزا کی معرفت پر پورا یقین کر لیتا ہے تو وہ اس بات سے بے فکر ہو جاتا ہے کہ اس کا کوئی حق مارا جائے گا یا وہ معاشرے کی خدمت کے لیے جو کام کرے گا جزا سے محروم رہ جائے گا۔ وہ مطمئن ہو جاتا ہے کہ اگر اس حکمت الٰہی کے تقاضے کے مطابق اس کے کسی عمل کی جزا اسے دنیا میں نہیں مل سکی یا جو ظلم اس پر ہوا' اس کی اصلاح نہیں ہو سکی تو ''یَوْمُ الدِّیْن'' پر اسے وہ جزا مل جائے گی' اور اس روز اس کی پوری داد رسی کی جائے گی۔ اس امر کے کامل یقین ہی سے انسانیت کی تنظیم کی قوت قاہرہ (غالب طاقت) پیدا ہوتی ہے۔ لیکن اگر انسان کو آخری یوم جزا کا یقین نہ ہو یا وہ اسے تسلیم نہ کرتا

ہو تو وہ اپنے دل کی گہرائیوں میں اپنے آپ کو اپنے اعمال کا ذمہ دار نہیں سمجھتا اور ظلم کرنے سے نہیں جھجکتا۔ اس ذہنیت کے انسان کسی معاشرے میں اوپر آ جائیں تو وہ بے انتہا ظلم کر سکتے ہیں۔

غرض دنیا اور آخرت میں مَجَازَات (اعمال کی جزا) کا جو سلسلہ کام کر رہا ہے، وہ ہر لحاظ سے قابل تعریف ہے اور اس تعریف کا اصل مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے یہ سلسلہ جاری کر رکھا ہے اور اسے اپنی حکمت اور قدرت کے ساتھ چلا رہا ہے۔'' (48)

کائنات کا مالک اور حقیقی حکمران اللہ تبارک و تعالیٰ ہے اور وہ تمام مخلوقات کے لیے عدل و انصاف کا کائنات گیر نظام قائم رکھنے والا ہے۔ اگر کسی وجہ سے دنیا میں کسی سے انصاف نہ بھی ہو سکا، تو انصاف کا ایک عالم گیر دن مقرر ہے، جب تمام مخلوقات کے درمیان ہر طرح سے انصاف ہوگا۔ بلاشبہ اس دن کا مالک اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔ اس طرح کائنات میں تمام مخلوق کی اجتماعی شیرازہ بندی کے لیے عدل و انصاف ایک بنیادی قدر کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس پر اللہ کی حمد و تعریف بیان کی جاتی ہے۔

اس اصول کے ذریعے سے ظلم اور ناانصاف کے تمام تصورات اور عملی نظاموں کو ردّ کر دیا گیا۔ اور اس حقیقت کی نشان دہی کی گئی ہے کہ انسانی معاشروں کی تشکیل کی بنیادی قدر عدل و انصاف ہے، ظلم و ناانصافی نہیں۔

(ب) انسانی فلاح و بہبود کے بنیادی اساسی اصول

اس سورت کا دوسرا حصہ انسانیت کے فائدے کے لیے ہے، جو انسان دوستی کا مظہر ہے۔ ہر انسان کو زندگی کے امور سرانجام دینے کے لیے صحیح رہنمائی کی ضرورت رہتی ہے۔ انسانی معاشرے میں گو انسان حواسِ ظاہرہ اور اپنی عقل و شعور سے رہنمائی لیتا ہے، لیکن ایک حد پر جا کر ان دونوں کی رسائی ختم ہو جاتی ہے۔ وہاں انسان کو کس طرح آگے بڑھنا ہے، اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اُس ذاتِ واحد اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی جائے، جو کائنات کا عالم گیر نظامِ ربوبیت، رحمت و شفقت اور عدل و انصاف کے ساتھ چلا رہا ہے۔ چناں چہ سورت کے دوسرے حصے میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے اور صراطِ مستقیم، یعنی سیدھے راستے کی ہدایت کی دعا کی گئی ہے۔ اس سورت کے دوسرے حصے میں انسانی فلاح و بہبود کے بنیادی اساسی اصولوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ ان کی وضاحت درجِ ذیل ہے:

5۔ اللہ کے لیے عبدیت اختیار کرنا اور تمام کاموں میں اُسی سے مدد طلب کرنا

کائنات میں جاری اللہ تعالیٰ کے ان چار صفات کے سبب اُسی ذاتِ واحد کی عبدیت کا اعلان کیا جائے، اور اُسی سے مدد طلب کی جائے۔ اس کا مطلب اللہ تعالیٰ کے لیے مکمل سپردگی اور اس کی غلامی اختیار کرنا ہے۔ اس کے ہر حکم کی فرماں برداری اور اس کی مکمل اطاعت اور زندگی کے ہر شعبے میں اس کے احکامات کی بجا آوری ہے۔ اور ہر معاملے میں اسی سے مدد طلب کرنا ہے۔

(الف) اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کی تشریح

اس آیت کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا عبیداللہ سندھیؒ لکھتے ہیں:

(۱) رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (۲) الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اور (۳) مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ نے اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعارف بخوبی کرا دیا۔ ان تمام صفتوں کا مرجع ، ذات واحد ہے جسے اللہ کہا گیا ہے۔ ساری کائنات پر اس کی ربوبیّت، رحمانیّت، رحیمیّت اور مالکیّت کے نقطۂ نگاہ سے نظر ڈالو اور فرد، خاندان، قوم، بین الاقوامی اجتماع اور انسانیت عامہ میں ان صفات کے ظہور و عمل پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ کے کسی فعل و عمل میں کوئی عیب نظر نہیں آتا اور اس ذات والا صفات (جامع صفات والی ذات) کی ہر لحاظ سے تعریف کرنی پڑتی ہے۔ ان صفات کا تصور انسان میں ’’اِخْبَـاتُ‘‘ کا گہرا جذبہ پیدا کر دیتا ہے۔ اور وہ بے اختیار کہہ اٹھتا ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (تیری ہی ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں)

جب انسانیت کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ معیّن ہوگیا۔ اور یہ معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ تمام اقوام کا رب (پروردگار) ہے۔ اور اس کی ربوبیّت انسانی معاشرے میں ماں باپ کی ربوبیّت جیسی لیکن اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ اور تمام جھگڑوں کو چکانے والا (مٰـلِكِ يَـوْمِ الـدِّيْنِ) وہی ہے اور وہی مظلوموں کے حقوق ظالموں سے لے کر دے سکتا ہے‘ تو انسانیت کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کس کی حکومت درکار ہے؟ اس حالت میں انسانیت فقط اللہ تعالیٰ ہی کی حکومت‘ حاکیت‘ ملوکیت اور مالکیت کو قبول کر کے ترقی کر سکتی ہے۔ جب انسانیت اپنے آپ کو اللہ ’’رَبُّ الْـعٰـلَـمِيْنَ‘‘ اور ’’رَبُّ الـنَّـاس‘‘ کے ساتھ باندھ لے تو وہ کبھی حسرت میں مبتلا نہیں ہوسکتی۔ یہ معنی ہیں ’’اِيَّـاكَ نَـعْـبُـدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ‘‘ کے۔ گویا ہم اعلان کرتے ہیں کہ اللہ رب العزت کے سوا ہم کسی کے غلام نہیں ہیں۔ ہم اسی کی غلامی کرتے ہیں‘ اپنے سارے دل کے ساتھ‘ اپنی ساری عقل کی معرفت کے ساتھ اور اپنے اعضاء و جوارح کی پوری تابعداری کے ساتھ۔ اب کوئی غیر اللہ ہم سے اس قسم کی پیروی، اطاعت اور فرمانبرداری کی امید نہ رکھے۔‘‘ (49)

(ب) عبدیت کا جامع مفہوم

’’عبدیت‘‘ کا صحیح مطلب واضح کرتے ہوئے مولانا عبیداللہ سندھیؒ لکھتے ہیں:

’’اِيَّـاكَ نَـعْـبُـدُ‘‘ (ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں) یعنی ہم تیری ہی حکومت تسلیم کرتے ہیں۔ تیری کتابِ دستور ’’قرآن حکیم‘‘ کے کسی حکم سے سرتابی نہیں کریں گے! جب کوئی شخص قرآن حکیم کو بطور کتاب الٰہی تسلیم کر لے تو اس کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اسے پڑھنے میں اتنی محنت کرے کہ اس کا اطمینان ہو جائے کہ میں نے اس کا مطلب ٹھیک ٹھیک سمجھ لیا ہے۔ اب وہ اس کتاب عظیم کے کسی حکم کی تاویل کر

www.rahimia.org

کے اسے منسوخ کہہ کر ٹال نہیں سکتا۔ وہ اس کے ہر ایک حکم کی خوشدلانہ تعمیل کرے گا یہی عبدیت ہے۔

جب ساری کائنات میں ایک ہی اللہ کا قانون جاری ہے اور ہر ایک انسان اور ساری نوع انسانی اس کے آگے جواب دہ ہے' تو کامیاب سوسائٹی وہی ہوگی جس میں اللہ تعالیٰ اور صرف اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کیا جائے' اسی سے محبت کی جائے' اسی کے قانون کو تسلیم کیا جائے اور اس کی پابندی کی جائے۔ اسے ''اِخْبَاتْ'' کہتے ہیں۔

ہم اپنے ماں باپ' اپنے اساتذہ' روحانی مشائخ اور عادل حکام کی عزت کرتے ہیں اور ان کے لیے اپنے دلوں میں عزت' محبت اور اطاعت کا جذبہ رکھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو 'رب' رحمٰن' رحیم اور ''مالک یوم الدین'' تسلیم کر لینے کے بعد اخبات کے وہ تمام جذبات جو ہم ماں، باپ، اساتذہ، مشائخ اور حکام کے لیے اپنے دل میں پاتے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ اب ہم ان سے جو محبت کرتے ہیں اور ان کی جو اطاعت کرتے ہیں وہ خدا کی محبت اور اس کی اطاعت کے نیچے آ جاتی ہے۔ ہم ان سب سے محبت کریں گے۔ اور ان کی اطاعت کریں گے کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرتے اور کراتے ہیں۔ اب ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ صرف اس لیے ہوگا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے قانون کو عمل میں لائیں اور اس کے مقابلے میں اپنے نفس کی ہر ایک خواہش' ماں' باپ' عزیز و اقارب' دوست احباب کی ہر ایک خواہش استاد، مرشد اور حاکم کے ہر ایک حکم کو ٹھکرا دیں جو اللہ تعالیٰ کے کسی حکم سے ٹکرائے' کیونکہ اب ہم اللہ تعالیٰ کے غلام' اس کے بندے اور اس کے ''عبد'' بن چکے ہیں۔

یہ وعدہ کہ میں ''تیری ہی بندگی کروں گا'' بڑا ذمہ داری کا وعدہ ہے۔ اس کا اقرار و اعلان کر دینے کے بعد انسان اپنا آپ اور اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کو سونپ دیتا ہے اور اس کا بن چکنے کے بعد وہ کسی اور کا نہیں ہو سکتا۔ ہم خالص محبت کے ساتھ' دل کھول کر اور عقل کے ذریعے پوری معرفت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ پوری خوشی و خرمی کے ساتھ اپنے اعضاء و جوارح کو اس کے حکموں کی پیروی میں لگا دیتے ہیں اور غیر اللہ کو کسی معبودیت کا حق دار نہیں سمجھتے۔'' (50)

اللہ کے لیے ''عبدیت'' اختیار کرنے کا یہ جامع مفہوم ایک مسلمان سے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کے تمام اوقات اللہ کا عبد اور بندہ کر گزارے۔ اللہ نے جو نماز روزے کی شکل میں عبادات مقرر کی ہیں، انھیں بھی پورے خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرے۔ اور سیاست، معیشت، تہذیب و آداب کے حوالے سے انسانی سوسائٹی کی فلاح و بہبود کے جو قوانین اور احکامات اُس نے دیے ہیں، اُن پر بھی پوری ذمہ داری کے ساتھ عمل کرے۔ صرف یہ نہیں کہ نماز روزہ جیسی عبادتیں تو اللہ کے لیے ہوں اور خرید و فروخت کا معاشی نظام اور حکومت و سیاست کا نظام غیر اللہ کے قوانین و احکامات کے مطابق ہو۔ جیسے نماز پڑھنا عبادت ہے، ایسے ہی سیاست کے

www.rahmia.org

میدان میں دینی احکامات کو غالب کرنے کی سیاست کرنا بھی عبادت ہے۔ اور بازار میں اسلام کے معاشی نظام کے مطابق عدل و مساوات کے اصول پر خرید و فروخت کرنا بھی عبادت ہے۔

(ج) اللہ سے مدد طلب کرنے کے تقاضے

ان آیات میں انسانوں پر یہ ذمہ داری بھی عائد کی گئی ہے کہ وہ تمام کاموں میں اللہ سے ہی مدد طلب کریں۔ اس سے انسانی زندگی میں کیا اثرات و نتائج مرتب ہوتے ہیں، اس کی تشریح کرتے ہوئے مولانا سندھیؒ لکھتے ہیں:

''ہم نے جو ذمہ داری قبول کی ہے اسے پورا کرنے کے لیے بہت سے سامان کی ضرورت ہوگی وہ ہم تجھ ہی سے حاصل کر سکتے ہیں۔ اس لیے تجھ ہی سے مانگیں گے۔ ''اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ'' (ہم صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں)... جب انسان اپنی ذمہ داری پر اپنی سوسائٹی پیدا کرنے کا ارادہ کر لے گا' ایسی سوسائٹی جس میں صرف انسانیت کے طبعی تقاضوں کے مطابق ضابطہ اور دستور جاری کرے گا تو اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مدد نہیں مل سکے گی۔... جو لوگ قرآنی اصول پر انقلاب برپا کرنے کے لیے اٹھیں' انہیں صرف خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے کام کرنا ہوگا۔ یہ بھروسہ جتنا مضبوط ہوگا اتنا ہی خدا تعالیٰ کی طرف سے جلد اور زیادہ مدد حاصل ہوگی۔ اگر کوئی شخص ہمیں اس انقلاب میں کچھ مدد دیتا ہے تو اس کی وجہ سے وہ اس بات کا حق دار نہیں بن جاتا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں اس شخص کے حکم کی اطاعت کریں۔ ہم اس کی مدد کے لیے اس کا شکریہ ادا کر سکتے ہیں اور اس کی فیاضی کی تعریف بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کے حکم کے مقابلے میں اس کا کوئی حکم نہیں مان سکتے' اس لیے کہ اصل میں تمام چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ انہیں کسی ذریعے یا واسطے سے کسی دوسرے کو پہنچا دینا، یہ حق پیدا نہیں کر دیتا کہ پہنچانے والے کی عبادت کی جائے۔ اگر واسطوں کو ہماری بندگی کا حق حاصل ہو جائے تو انسانی معاشرے میں انارکی (نراج) پیدا ہو جائے۔ کیونکہ ہر ایک ''واسطہ'' ہماری اطاعت کا طلب گار بن جائے گا اور ہم کسی کو بھی مطمئن نہیں کر سکیں گے۔

جب انسان یہ بات اچھی طرح سے سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ اس کا خالق ہے اور وہی اس کی حاجتیں پوری کرنے والا ہے' تو وہ حاجت روائی کے لیے غیروں کے دروازوں پر سر نہیں جھکاتا۔ توحید کا یہی مطلب ہے اور انسانی حرّیت قائم رکھنے کا یہی طریقہ ہوسکتا ہے۔ اگر ہم یوں سوچنے لگیں کہ ہماری کوئی حاجت غیر اللہ بھی پوری کر سکتا ہے تو ہمیں ہر ایک معطی (محسن) کا بندہ بن کر رہنا ہوگا' اور ہماری فکر و عمل کی آزادی چھن جائے گی۔ گویا اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں) اصل میں اِیَّاکَ نَعْبُدُ (ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں) کا طبعی نتیجہ اور اس کی تشریح ہے۔ پس کسی ترقی کُن معاشرے کی بنیاد صرف اس اصول پر ہوسکتی ہے کہ ہم اپنی حاجتیں پوری کرنے میں اللہ کے سوا کسی اور پر بھروسہ نہ کریں۔'' (51)

www.rahimia.org

اس طرح انسانیت کے فائدے کا سب سے پہلا اساسی اصول یہ ہے کہ وہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبدیت اور اس کے سامنے مکمل سپردگی اور اطاعت کا اعلان کرے اور اپنی زندگی کے تمام انفرادی اور اجتماعی کاموں کی تکمیل کے لیے صرف اُسی سے ہی مدد طلب کرے۔

یہ اصول اس حقیقت کی نشان دہی کرتا ہے کہ اللہ کی غلامی کے بجائے اپنے جیسے انسانوں کی غلامی اختیار کرنا اور اللہ کو چھوڑ کر جھوٹے خداؤں سے مدد طلب کرنے کی سوچ قطعاً غلط ہے۔ اس اصول کے ذریعے سے ایسے تمام افکار و خیالات کا ردّ کیا جا رہا ہے اور اللہ کے سامنے اپنی سپردگی کا اعلان کیا جا رہا ہے۔

6۔ انسانی سماج کی فلاح و بہبود کے لیے اللہ تعالیٰ سے رہنمائی لینا

جب اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے سپردگی کا اعلان کر دیا اور اُسی سے تمام کاموں میں مدد طلب کرنے کا عزم کر لیا، اب ضروری ہے کہ انسانی سماج کی تشکیل اور اس کی فلاح و بہبود کے لیے اللہ تعالیٰ سے سیدھے راستے کی ہدایت اور رہنمائی طلب کی جائے۔ اس لیے کہ انسانی زندگی میں یہ بات اہمیت کی حامل ہے کہ انسان امور کی انجام دہی کے وقت یہ فیصلہ کرے کہ کون سا طریقۂ کار اور راستہ درست ہے اور کون سا غلط ہے۔ درست راستے کا انتخاب سب سے اہم ترین مرحلہ ہوتا ہے، اس کے لیے اللہ سے رہنمائی طلب کرنا ضروری ہے۔ یقیناً انسانی سماج کی حتمی فلاح و بہبود کے لیے اللہ کی رہنمائی ہی کافی ہے۔

(الف) ہدایت کا مفہوم اور اس کی تشریح

آیت اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَۙ (ہمیں سیدھی راہ پر چلا) میں ہدایت طلب کی گئی ہے۔ ہدایت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے مولانا سندھیؒ فرماتے ہیں:

> ''اِھۡدِ: یہ ہدایت سے ہے، جس کے معنی ہیں ''رہنمائی کرنا'' یعنی جہاں پہنچنا ہے اس منزل کی راہ بتانا اور چلانا۔'' (52)

ہر انسان کو منزلِ مقصود پر پہنچنے کے لیے راستے کی نشان دہی چاہیے۔ اور پھر اس راستے پر استقامت کے ساتھ چلنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ سے جو ہدایت طلب کی جا رہی ہے، اس میں یہ دونوں باتیں پیشِ نظر ہیں۔ یعنی مختلف راستوں میں سیدھے راستے کو منتخب کرنے کے حوالے سے بھی اللہ سے رہنمائی مطلوب ہے اور اس سیدھے راستے پر پوری جرأت و ہمت اور استقامت کے ساتھ چلنے کی طاقت کا حصول بھی مطلوب ہے۔

(ب) دعا کی حقیقت اور اس کے تقاضے

دعا کا مفہوم، اس کی حقیقت و ماہیت اور اس کے تقاضے بیان کرتے ہوئے مولانا عبید اللہ سندھیؒ فرماتے ہیں:

> ''انسان میں ایک قوت ہے جسے ''ارادہ'' کہتے ہیں۔ اس کے استعمال سے خاص نتائج پیدا ہوتے

www.rahimia.org

ہیں جو آنکھ یا کان کی قوت سے نہیں ہو سکتے۔ جب بدن کی طاقتیں ارادے سے متاثر ہو کر کام پر آمادہ ہو جاتی ہیں تو اسے ''ہمت'' کہتے ہیں، یہ ارادہ اور ہمت جس میں زیادہ ہوتے ہیں وہ بڑے بڑے کام کر سکتا ہے۔ اور جس میں نہیں ہوتے وہ ان کاموں کو انسانیت سے اجنبی چیز سمجھے تو تعجب نہیں۔''

دعا کی پہلی اساس یہ ہے کہ دعا سے اس ارادے کا اظہار کیا جائے، جو ہم اپنے دل میں بناتے ہیں۔ یعنی یہ کہ ہم عمل کریں گے۔ ہم اس راہ میں اپنی تمام قوتیں صرف کر دیں گے لیکن ہم جانتے ہیں کہ اس راہ میں رکاوٹیں پیش آئیں گی۔ اس وقت ہم اپنے اللہ سے جو ربّ، رحمٰن، رحیم اور مالک و قادر ہے درخواست کریں گے کہ وہ ان رکاوٹوں کو ہمارے راستے سے دور فرمانے میں ہماری مدد کرے، یہاں تک کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں۔ انسانی ارادہ کیسے کام کرتا ہے؟ اس کے عمل کا اصل منبع اور خزانہ ''حظیرۃ القدس'' (53) ہے۔ اس سے ہر ایک انسان کا براہ راست تعلق ہے۔ جب انسانی ہمت حظیرۃ القدس تک پہنچ جاتی ہے تو وہ جو خیال بناتا ہے وہ خارج میں ظہور میں آ جاتا ہے۔ انسانی ہمت کے حظیرۃ القدس تک پہنچ جانے کو شرعی اصطلاح میں ''دعا'' کہتے ہیں۔ اور اس کے نتیجے کے نکلنے کا نام ''استجابت'' (دعا کی قبولیت) ہے۔ اور حظیرۃ القدس کے ساتھ تعلق کو ''تعلق باللہ'' کہتے ہیں۔'' (54)

''دعا کی دوسری اساس یہ ہے کہ ہم یہ یقین رکھیں کہ اللہ تعالیٰ سے جو چیز مانگی جائے وہ ضرور ملتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ حکمت الٰہی کے مطابق جس چیز کی جہاں ضرورت ہوتی ہے وہاں وہ ضرور پیدا کر دی جاتی ہے۔ لیکن اس امر کا اظہار کہ کس چیز کی ضرورت ہے ہم اپنے فیصلے (دُعا) سے خود کرتے ہیں۔ کبھی کبھی ہمارے فیصلے میں غلطی ہو جاتی ہے۔ اس لیے ہماری طلب کردہ چیز پیدا نہیں کی جاتی۔ لیکن ہماری ذمہ شناسی کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اپنے فیصلے سے اچھی چیز اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔ اس میں یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر وہ چیز پیدا کرنا مناسب نہیں ہوتا تو آگے چل کر ہمیں بتا دیا جاتا ہے کہ اس چیز کا پیدا کرنا مناسب نہیں تھا۔ لیکن یہ اصول بہر کیف اپنی جگہ قائم رہے گا کہ ہم کوئی چیز اپنے ارادے اور فیصلے کے اظہار (دعا) کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ سے مانگیں تو وہ ہماری طلب اور ضرورت کے مطابق عطا فرما دیتا ہے۔

دعا کی ان دونوں بنیادوں کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ ہم فیصلہ کرتے ہیں کہ ہم سیدھے راستے پر چلیں گے۔ ٹیڑھے اور غلط راستے پر نہیں چلیں گے۔ یہ فیصلہ کر لینا انسان کا بہت بڑا شرف ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں غلطی ہوگی ہم اسے چھوڑتے جائیں گے۔ انسانیت کی ترقی کا یہی راستہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس فیصلے کا اثر یہ بھی ہونا چاہیے کہ اپنی فطرت کو اپنے اوپر حاکم بنائیں۔ جو چیز اس کے خلاف ہمیں سکھائی جائے، اس کا انکار کر دیں۔'' (55)

اس آیت کے ذریعے سے دعا مانگنے کا مطلب انسانی سماج کی فلاح و بہبود کے لیے کسی اور سے رہنمائی لینے کے بجائے صرف اللہ تعالیٰ سے ہی رہنمائی لینے کا فیصلہ اور عزم کرنا ہے۔ اور یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ہم سیدھی راہ پر ہی چلیں گے، غلط راستے پر ہرگز نہیں چلیں گے۔

اس اصول کے ذریعے سے انسانی سوسائٹی کے عالم گیر نظام کی تشکیل میں خود ساختہ تصورات اور ناقص رہنمائی پر مبنی نظریات کا انکار اور ردّ کیا جا رہا ہے۔ ہر وہ سوچ اور نظریہ جو انسانیت کے تمام شعبوں میں پورے طور پر رہنمائی سے قاصر ہو، وہ قابل ردّ ہے۔ سوسائٹی کی درست تشکیل اور انسانیت کی بھلائی کے قومی اور بین الاقوامی نظام کا قیام صرف اللہ کی جانب سے دی جانے والے جامع رہنمائی سے ہی ممکن ہے۔

7۔ عقلی اور تاریخی حوالے سے کامیاب انسانوں کے راستے کی طلب کرنا

جب یہ فیصلہ کرلیا کہ ہم انسانی سماج کی تشکیل وغیرہ امور میں سیدھے راستے پر چلیں گے۔ تو یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سیدھے راستے کی طلب کی جائے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے اس سورتِ مبارکہ میں سیدھے راستے کے معیارات متعین کیے ہیں۔

(الف) صراطِ مستقیم کے دو معیارات

ہر چیز کو پرکھنے کے کچھ معیارات ہوتے ہیں۔ ضروری ہے کہ سیدھے راستے کے بھی معیارات واضح ہوں، کیوں کہ ہر آدمی اپنے راستے کو سیدھا ہی کہتا ہے۔ چناں چہ قرآن حکیم نے اس سورتِ مبارکہ میں سیدھے راستے کے دو معیار مقرر کیے ہیں۔ ایک فطرتِ انسانی اور عقل و شعور کے مطابق ''مستقیم'' (بالکل سیدھا) راستہ اختیار کرنا۔ اور دوسرے انسانی سوسائٹی کی تاریخ میں کامیاب اور انعام یافتہ لوگوں کا راستہ منتخب کرنا۔

ان معیارات کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں:

''صراط مستقیم دو طرح سے سمجھا جاسکتا ہے:

[1] عقل و نظر کی روشنی میں؛ اور [2] تاریخ و تجربے کی روشنی میں۔

[1] صراطِ مستقیم؛ عقل و نظر کی روشنی میں

عقل و نظر کی روشنی میں صراط مستقیم سے مراد ہے فطرت انسانی پر چلنا اور اس کے طبعی تقاضے پورے کرنا۔ جب انسان کو ایسی تعلیم دی جاتی ہے جو اس کے طبعی تقاضوں کے مطابق ہے تو وہ ایسا محسوس کرتا ہے؛ گویا اسے ایک بھولی بسری چیز یاد دلائی گئی ہے۔ اس لیے جو علم انسان کو دیا جائے؛ جو اخلاق انسان کو سکھائے جائیں اور سوسائٹی کا جو نظام اسے بتایا جائے وہ ایسا ہونا چاہیے کہ فطرت انسانی پکار اٹھے کہ یہ میری ہی چیز ہے، جو مجھے بھولی ہوئی تھی۔

جب انسان کی فطرت سلیم ہو (یعنی بیمار نہ ہو) تو وہ اس تعلیم کی خوبیاں آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ اس کی صحت اور بیماری کا اندازہ عام لوگوں کی حالت سے مقابلہ کر کے لگایا جاسکتا ہے۔ مثلاً ایک انسان ایک چیز سے نفرت کرتا ہے لیکن عام لوگوں کو دیکھیں تو وہ اس سے نفرت نہیں کرتے' تو یقیناً یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ شخص بیمار ہے۔ اس لیے قرآن حکیم کی اصطلاح میں صراطِ مستقیم کی ہر چیز کو ''معروف'' کہا گیا ہے۔ یعنی سب کی جانی پہچانی ہوئی چیز۔ اس کے برخلاف جس چیز کو انسان کی فطرت سلیمہ قبول کرنے سے انکار کردے قرآن حکیم اسے ''منکر'' کہتا ہے۔ یعنی وہ چیز جسے انسانی فطرت نہیں پہچانتی کہ یہ اس کی ہے۔ جو سوسائٹی انسانی فطرت سلیمہ پر قائم کی جائے گی وہ لامحالہ ''معروف'' کا حکم دے گی اور ''منکر'' سے روکے گی۔ اس تعلیم کو ''صراطِ مستقیم'' کہتے ہیں۔

جب ہماری طبیعت مخلوقات میں سے کسی مخلوق کی پابند نہ رہے اور ہم اپنی پوری ہمّت کے ساتھ فقط اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے لگیں اور یہ بھروسہ اس بھروسے سے زیادہ ہو جو آغاز طفولیّت میں اولاد کو اپنے ماں باپ پر ہوتا ہے تو ہم اپنی فطرت کی تکمیل کے سوا کوئی بات نہیں سوچتے۔ اس وقت ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں اور دعا بھی فقط یہ کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (ہمیں سیدھی راہ' فطرت انسانی پر قائم رکھ)۔'' (56)

[2] صراطِ مستقیم؛ تاریخ وتجربے کی روشنی میں

''صراطِ مستقیم تاریخ وتجربے کی روشنی میں وہ ہے، جسے صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا) میں بیان کیا گیا ہے۔ ہم نے جو سیدھا راستہ مانگا ہے یہ اس کی مزید تشریح ہے۔ پچھلی آیت میں ''صراطِ مستقیم'' کی جو طلب نظریے کی شکل میں تھی وہ اس آیت میں تاریخ اور تجربے کی روشنی میں معیّن کر دی گئی ہے۔

انعام یافتہ سوسائٹی کی حقیقت: انسان مدنی الطبع (اجتماعیت پسند) ہے۔ وہ تنہا زندگی بسر نہیں کرسکتا۔ اس کے فطری قُویٰ (صلاحیتوں) کی تکمیل سوسائٹی کے اندر رہ کر ہوسکتی ہے' کیونکہ ہر شخص کے قویٰ کی تکمیل کے لیے نمونہ سوسائٹی ہی میں مل سکتا ہے۔ اور اس کا نظامِ نظریات (Ideology) اجتماع میں شامل ہوئے بغیر جائے گیر (قائم) نہیں ہوسکتا، ایسے ہی اس کی ارتقائی زندگی اجتماع کے بغیر ترقی نہیں کرسکتی۔ چناں چہ اس آیت میں ایک سوسائٹی کی درخواست کی گئی ہے جو اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (انعام یافتہ لوگوں) کی ہے۔ جس اجتماع کے افراد کے فطری قُویٰ کی ترقی کا سامان اللہ تعالیٰ بہم پہنچا دے وہ انعام یافتہ معاشرہ ہوتا ہے۔ اس کی بنیاد مضبوط ہوتی ہے۔ جو شخص اس جماعت میں منسلک ہو جائے' وہی صراطِ مستقیم پر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صراطِ مستقیم کی تعیین اور (انعام یافتہ) سوسائٹی کی طلب انسانی

www.rahimia.org

فطرت کا تقاضا ہے۔ اگر وہ اس میں کوتاہی کرے تو وہ خود لائق ملامت ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھنی چاہیے کہ ایک آدمی کو بھوک یا پیاس لگتی ہے وہ خوراک یا پانی تلاش نہیں کرتا اور مر جاتا ہے تو اس کی ذمہ داری خود اس پر آتی ہے اور وہ خود ہی لائق ملامت ہے۔ خدا تعالیٰ کا بہترین انعام یہ ہے کہ کسی سوسائٹی میں اپنا علم ہو اور وہی اس سوسائٹی پر حکومت کرتا ہو۔ انسانی حریت انہی حالات میں قائم رہ سکتی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں ایسی سوسائٹی دی جائے جو اعلیٰ درجے کے انعام یافتہ لوگوں پر مشتمل ہو۔''

(ب) کامیاب سوسائٹی کے چار اجزا

قرآن حکیم نے انعام یافتہ سوسائٹی کی تشریح اس آیت میں کی ہے: اَلَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ (57) (انعام یافتہ لوگ نبی، صدیق، شہید اور صالح ہوتے ہیں)۔

اس آیت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان میں دو قسم کی قوتیں پائی جاتی ہیں: (1) علمی اور (2) عملی۔ اگر انسان کی فطرت سلیم ہو تو علم اور عمل میں تفریق نہیں ہوسکتی۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ کسی انسان میں ایک قوت زیادہ ہو' کسی میں دوسری۔ اسی وجہ سے انسان ایک دوسرے کے محتاج ہوتے ہیں اور انہیں ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ اس کمی بیشی کے لحاظ سے انسان کی علمی اور عملی قوتوں کے دو درجے ہوسکتے ہیں: (1) فاعلی (اثر ڈالنے والا) اور (2) انفعالی (اثر قبول کرنے والا)۔

[۱] جس انسان میں علمی اور عملی قوتیں **فعالیّت** کے بہت بلند درجے پر ہوں وہ منبع علم (ذاتِ باری تعالیٰ) سے براہ راست علم حاصل کرسکتا ہے اسے ''**نبی**'' کہتے ہیں۔ یہ **صدیقین' شہداء** اور **صالحین** پیدا کرنے والے اساتذہ ہیں۔

[۲] جس شخص میں علمی قوت، انفعالی لحاظ سے (یعنی اپنے اندر علوم جذب کرنے کے حوالے سے) بلند درجے کی ہو' وہ منبع علم (ذاتِ باری تعالیٰ) سے براہ راست تو علم حاصل نہیں کرسکتا' لیکن اگر اس میں عملی قوت بہت بلند درجے کی ہو تو اسے ''**صدّیق**'' کہتے ہیں۔

[۳] جو لوگ قوت عملی میں بلند درجہ کے مالک ہوتے ہیں لیکن صدّیق سے کم درجے کے ہوتے ہیں اور علم میں بھی اس سے کم درجے کے ہوتے ہیں' لیکن وہ جس چیز کو حق سمجھتے ہیں اسے کامیابی سے چلا نہ سکیں تو اس کوشش میں جان تک لڑا دیتے ہیں۔ وہ ''**شہید**'' کہلاتے ہیں۔

[۴] جو لوگ علم و عمل میں نچلے درجے کے ہوتے ہیں لیکن صدّیقوں اور شہیدوں کے ساتھ مل کر کام کرسکتے ہیں اور عمر بھر امر حق میں کوشش کرتے رہتے ہیں' وہ ''**صالح**'' کہلاتے ہیں۔

ایک ترقی کُن سوسائٹی میں اِن چار طاقتوں کے علاوہ اور کیا چاہیے؟ ایسی سوسائٹی میں ''**نبی**'' بطورِ

www.rahimia.org

معلم کام کرتا ہے۔ وہ "صدیق" اور "شہید" پیدا کرتا ہے اور "صالحین" کو جمع کرتا ہے۔

یہ فیصلہ کر لینے کے بعد کہ ہم صراط مستقیم پر چلیں گے' ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ایسی سوسائٹی دے جس میں مذکورہ بالا چاروں قسم کے انعام یافتہ لوگ ہوں۔ اس سے ہماری یہی مراد ہے کہ ہم خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیدا کردہ سوسائٹی کے نمونے پر ایسی سوسائٹی پیدا کرنی چاہتے ہیں:

(الف) جس میں "نبی" اپنی زندہ تعلیم کے ساتھ تو موجود ہی ہے۔

(ب) اس میں "صدّیق" ہوں جن کی فطرت کے مطابق قرآن حکیم کی تعلیم ہے۔ وہ اس تعلیم کو پوری طرح سے سمجھتے ہیں اور اس پر اپنا جان و مال قربان کر سکتے ہیں۔

(ج) جس میں "شہید" ہوں جو قرآن حکیم کے پروگرام کو چھوڑنا برداشت نہ کریں خواہ انہیں جان دینی پڑے۔

(د) جس میں "صالحین" ہوں جن کی ہر ایک کام کرنے والے کو ضرورت ہوتی ہے۔'' (58)

اس آیت کی روشنی میں ایک مسلمان، انعام یافتہ لوگوں کے سیدھے راستے کی طلب پیدا کرتا ہے اور اس راستے کے مطابق اپنی زندگی بسر کرنے کا عزم اور ارادہ کرتا ہے۔ اور اس کے لیے اللہ سے دعا مانگتا ہے۔

(ج) کامیاب اور انعام یافتہ لوگوں کی نمایاں خصوصیات

صراطِ مستقیم کے حامل اور صحیح فکر و عمل پر چلنے والے انعام یافتہ اور کامیاب لوگوں کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے قرآن حکیم نے ارشاد فرمایا ہے:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝ (59)

(جس نے اللہ کے راستے میں مال خرچ کیا اور اللہ سے ڈر کر عدل و انصاف قائم کیا اور ہر اچھی بات کی تصدیق کی، ہم اس کے لیے آسانیاں پیدا کر دیتے ہیں۔)

کامیاب اور انعام یافتہ لوگ وہ ہیں، جو قرآنی تعلیمات کے مطابق تین خصوصیات کے حامل ہوں:

1۔ انسانیت کے فائدے کے لیے مال خرچ کریں (اَعْطٰى)

2۔ اللہ سے ڈر کر عدل و انصاف قائم کرنے والے ہوں (وَاتَّقٰى)

3۔ ہر اچھی سوچ و فکر اور عمدہ بات کی تصدیق و تائید کریں (وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى)

اس اصول کے ذریعے سے ایسے تمام راستوں کو اختیار کرنے والے نظریات اور خیالات کا ردّ کیا جا رہا ہے، جو عقلی طور پر بھی درست نہیں ہیں اور تاریخی طور پر بھی ناکام ہیں۔ گویا سوسائٹی کی درست تشکیل کے لیے ایک ایسے نظریے اور نظامِ فکر و عمل کی ضرورت ہے، جو عقلی طور پر درست ہو اور تاریخی حوالے سے بھی کامیاب رہا ہو۔

www.rahimia.org

8۔ ایسے غلط راستے سے بچنا، جو گمراہی اور غضبِ الٰہی کا باعث ہو

انسانیت دشمن غلط راستے سے انسانیت کو بچانا انسان دوستی کا ایک اہم اصول ہے۔ اس سورتِ مبارکہ میں اس اصول کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔ چناں چہ اپنی دعا کے ذریعے یہ فیصلہ بھی کیا جاتا ہے کہ: غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ (نہ ان لوگوں کا راستہ جن پر غضب نازل کیا گیا اور نہ ان کا جو گمراہ ہوئے)

(الف) غضبِ الٰہی کے حامل لوگوں کا راستہ

''مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ'' کون ہیں؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا سندھیؒ فرماتے ہیں:

''انسانی زندگی تقسیم نہیں ہوسکتی۔ یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک شخص میں صرف علم ہی علم ہو اور دوسرے میں فقط عمل ہی عمل۔ عام طور پر یہی دیکھنے میں آتا ہے کہ علم اور عمل ایک نہ ایک حد تک ہر ایک انسان میں پائے جاتے ہیں۔ جس شخص نے اپنا علم تو بڑھا لیا اور عملی قوتوں کو ترقی نہ دی وہ ''مغضوب علیھم'' ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حق کو پہچانتے ہیں۔ اور یہ بھی انہیں معلوم ہے کہ صراط مستقیم کیا ہے اور اس کے تقاضے کیا ہیں۔ اس کے باوجود وہ عمل کے لیے نہیں اٹھتے۔ انعام یافتہ لوگ ایسے نہیں ہوسکتے، ہم ان سے پناہ مانگتے ہیں۔ وہ لفاظی کے ذریعے سے لمبے لمبے خواب سنائیں گے اور طرح طرح کے سنہرے باغ دکھائیں گے۔ سادہ مزاج انسان ان کی صحت اور غلطی کا فیصلہ نہیں کرسکیں گے۔ ہم ایسے لوگوں کا ساتھ نہیں دینا چاہتے۔ رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں ''مغضوب علیھم'' کی مثال یہودیوں سے دی جاتی تھی۔ (60) جب اسلامی نظام موجود ہو تو جو لوگ جہاد سے گھبرائیں وہ اس حد میں آتے ہیں اور جب اسلامی نظام ٹوٹ گیا ہو اور جہاد کے لیے جس نظام کی ضرورت ہے وہ نہ رہے تو جو لوگ انقلاب کے ذریعے اس نظام کو دوبارہ پیدا کرنے کی ہمّت نہ بنائیں وہ بھی اسی حد (دائرے) میں داخل ہیں، جو ''علما'' کہلا کر جہاد اور انقلاب سے بچنے کی کوشش کریں، وہ سب سے زیادہ اس شق میں شامل ہیں۔ ایسے نام نہاد علماء کے غلط نظریات اور رویوں کو شکست دے دینا چاہیے۔ جب تک کسی انقلابی جماعت میں یہ بات نہیں آتی وہ قرآن کی حکومت پیدا نہیں کرسکتی۔'' (61)

(ب) گمراہ لوگوں کا راستہ

''ضالّین'' کون ہیں؟ ان کی نشان دہی کرتے ہوئے مولانا سندھیؒ فرماتے ہیں:

''یہ وہ لوگ ہیں جن میں صحیح علم نہیں ہے یا بہت ہی کم ہے لیکن عملی قوّت بہت زیادہ ہے۔ ان کی مثال رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں نصاریٰ تھے۔ وہ مسیحؑ کو ''ابن اللہ'' (اللہ کا بیٹا) مانتے ہیں۔ لیکن رومی سلطنت جیسی وسیع سلطنت بھی چلاتے ہیں۔ انہیں مسیحؑ کو ابن اللہ ماننے کا نقصان یہ پہنچا کہ مسیح

کے درجے کے جو خدام انسانیت پیدا ہوئے ان کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اس طرح وہ انسانیت میں گمراہی پھیلاتے ہیں۔ حال آں کہ حضرت مسیحؑ اس سے زیادہ کیا تھے کہ اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندے تھے۔ اور اس لیے ''اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡهِم'' (جن لوگوں پر اللہ نے انعام کیا ہے) سے باہر نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے سوا اور لوگوں پر بھی انعام کئے ہیں ان کا انکار کیوں؟ یہ ان لوگوں کی گمراہی ہے۔

ہمارے زمانے میں جو علماء قرآنی سیاست کو چھوڑ کر سیاست میں کسی قوم کی تقلید کرتے ہیں وہ **''مغضوب علیھم''** کی زد میں آتے ہیں۔ اور جو انگریزی دان دوسری قوم کی سیاست کی تقلید کرتے ہیں وہ **''الضّالین''** کی شق میں شامل ہیں۔ جو بات تم خود نہیں سمجھتے اور اس کی ذمہ داری نہیں لے سکتے' اس کی ذمہ داری مت لو، سمجھ بوجھ کر جو سیاسی کام کر سکتے ہو، وہ کرو، ورنہ خاموش بیٹھو۔

ایسے ہی جو لوگ کہتے ہیں کہ اس زمانے میں کوئی شخص قرآن حکیم کو نہیں سمجھ سکتا وہ بھی ''ضالین'' میں سے ہیں۔ امام ولی اللہ دہلویؒ نے ہمارے زمانے کے لوگوں کے لیے قرآن سمجھنے کی تمام لفظی و معنوی دقتیں دور کر دی ہیں۔ اب اس کتاب عظیم کا سمجھنا نہایت آسان ہوگیا ہے۔ اب بھی یہ کہنا کہ قرآن حکیم سمجھ میں نہیں آ سکتا پرلے درجے کی گمراہی (ضلالت) ہے (نعوذ باللہ من ذلک)۔''(62)

ان تمام تر تشریحات سے معلوم ہوا کہ صراطِ مستقیم وہ ہے، جو عقل کی روشنی میں بھی بہترین نتائج کا حامل ہو اور کل انسانیت کے لیے کام آئے اور تاریخی اعتبار سے بھی کامیاب اور انعام یافتہ لوگوں کے راستے کے مطابق ہو اور جس میں علم بھی صحیح ہو اور عمل بھی صحیح ہو۔ جس راستے میں علم و فکر صحیح نہ ہو یا عمل صحیح نہ ہو یا دونوں ہی صحیح نہ ہوں، تو اُس کی اتباع اختیار نہیں کی جائے گی۔

(ج) ناکام اور گمراہ لوگوں کی چند بُری خصلتیں

مغضوب علیھم اور ضالین کی خصلتیں بیان کرتے ہوئے قرآن حکیم نے ارشاد فرمایا:

وَاَمَّا مَنۡۢ بَخِلَ وَاسۡتَغۡنٰىۙ ۝ وَكَذَّبَ بِالۡحُسۡنٰىۙ ۝ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلۡعُسۡرٰىؕ ۝(63)

(اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہی اور تکبر سے کام لیا اور ہر اچھی بات کو جھٹلایا تو ہم اس کے لیے سختی پیدا کر دیتے ہیں۔)

ناکام، گمراہ اور غضبِ الٰہی کے حامل وہ لوگ ہیں، جن میں تین خصلتیں پائی جائیں:

1۔ انسانیت کے فائدے کے لیے مال خرچ کرنے میں بخل سے کام لیں (بَخِلَ)

2۔ انسانی حقوق کی ادائیگی میں بے پروا اور متکبرانہ ذہنیت رکھتے ہوں (اسۡتَغۡنٰى)

3۔ ہر اچھی سوچ اور فکر اور عمدہ بات کو جھٹلائیں اور اس کا انکار کریں (كَذَّبَ بِالۡحُسۡنٰى)

☆ ان اساسی اصولوں کی طلب میں اجتماع کی شرکت

سورتِ فاتحہ میں یہ چند بنیادی اساسی اصول بیان کیے گئے ہیں، اس سورت کی تلاوت کرنے والے لوگ اللہ سے ان اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرنے کی دعا مانگتے ہیں۔ اور اس سورت کے سننے والے اس پر ''آمین'' کہتے ہیں، اس کا مطلب کیا ہے؟ اس کی حقیقت بیان کرتے ہوئے مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں:

''آمیــن: اس دعا کے معنی یہ ہیں کہ خدایا! کرۂ زمین پر صالح سوسائٹی موجود ہے تو ہمیں اس کے ساتھ ملنے کی توفیق عطا فرما۔ اگر نہیں ہے تو یہ توفیق عطا فرما کہ ہم ایسی سوسائٹی خود پیدا کریں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بات بہت مشکل ہے۔ لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ اس ارادے کے بغیر صراط مستقیم کی تعمیل ہو بھی نہیں سکتی۔ قرآن حکیم کا مقصد صرف یہ ہے کہ ایسی سوسائٹی پیدا کی جائے جو صراط مستقیم پر چلتی ہو۔ اس لیے وہ ہر شخص سے سورۂ فاتحہ کا اقرار کرانا چاہتا ہے' تاکہ یہ ہر وقت اس کے ذہن میں رہے۔ اور وہ اس امر کو ہر دم ملحوظ خاطر رکھے کہ اس کی زندگی کا مقصد اس قسم کی سوسائٹی پیدا کرنا ہے اور کچھ نہیں۔ قرآن حکیم عالمگیر اجتماعی تحریک کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اس دعا میں جو عالمگیر اجتماعی تحریک کا عنوان ہے' قومی مقتضیات (تقاضوں) کا تعین نہیں کیا گیا۔

عقلی نظریات کے اعتبار سے لوگ مختلف طبقات کے ہوتے ہیں' گو سب کا مقصد ایک ہی ہوتا ہے۔ اس لیے صراط مستقیم ایک قوم کے ذہن میں کسی شکل میں آتی ہے اور دوسری قوم کے ذہن میں کسی اور صورت میں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو جو دعا الہام فرمائی ہے وہ ان تمام تشخّصات سے پاک ہے جو قومی اثرات سے پیدا ہوتے ہیں۔ جو شخص اپنی انسانی فطرت کے مطابق خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر لیتا ہے اس کے لیے صراط مستقیم کی دعا کیا مشکل ہے؟ کسی سلیم الفطرت انسان کے لیے صراط مستقیم پر پیدا ہونے والے اجتماع کی دعا کرنا مشکل نہیں ہے۔ ایسے ہی صراط مستقیم کے عملی پہلو کی تعیین اور صِـرَاطَ الَّـذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کے ذریعے سے اس کی تفصیل میں کسی قوم کے بڑے آدمی کا نام نہیں لیا گیا۔ جو شخص سلامتیٔ فطرت کے ساتھ اپنے ''ربّ'' پر اعتماد کر لیتا ہے' کیا وہ ان لوگوں کے اجتماع سے الگ رہ سکتا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا؟

ہم نے انبیاء کرام کی کتابوں میں سے کسی نبی کی کتاب میں ایسی دعا نہیں دیکھی جو شخصی' قومی' جغرافیائی اور نسلی اثرات سے پاک ہو۔ صرف سورۂ فاتحہ کی اجتماعی انقلابی دعا ہی ایسی دعا ہے جو ان تمام اثرات سے پاک ہے۔ اس پر تمام اقوام جمع ہو کر ''آمین'' کہہ سکتی ہیں۔'' (64)

www.rahimia.org

سورتِ فاتحہ میں بیان کردہ اساسی اصولوں کا خلاصہ

خلاصۂ کلام یہ کہ اس سورتِ مبارکہ میں اللہ کی چار صفات یعنی (۱) حمدِ الٰہی (۲) ربوبیتِ الٰہی (۳) رحمتِ الٰہی (۴) مالکیت پر ایمان رکھتے ہوئے انعام یافتہ لوگوں کے سیدھے راستے پر چلنے کی دعا مانگی گئی ہے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اللہ تعالیٰ کی ان صفات کو سامنے رکھتے ہوئے انسانیت کی ہدایت کے چند اساسی اصول متعین کیے ہیں۔ ولی اللّٰہی تعلیمات کی روشنی میں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ:

1۔ ''حمدِ الٰھی'' کا مطلب دراصل کمالاتِ الٰہی (ابداع، خلق، تدبیر، تدلی) کی بنیاد پر یہ اعتماد رکھنا ہے کہ یہ کائنات ایک عالم گیر اور باقاعدہ نظام کے تحت چل رہی ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین وضوابط کے تحت ہی کائنات کا پورا نظام کام کر رہا ہے۔ کائنات کے بارے میں یہ تصور کہ وہ محض بخت واتفاق اور بغیر کسی قاعدہ قانون کے چل رہی ہے، غلط ہے۔

2۔ ''ربوبیتِ الٰھی'' پر اعتماد رکھتے ہوئے کائنات میں موجود تمام مخلوقات کی احتیاجات کو پورا کرنے کے لیے ایک تکوینی، طبعی اور فطری نظام کام کر رہا ہے۔ اور انسانوں کے لیے اس ''تکوینی نظام'' کے ساتھ ساتھ ایک ''تشریعی نظام'' بھی اُن کی فطرت اور طبیعت کی تکمیل کے لیے ضروری ہے۔ اور وہ بھرپور طریقے سے کام کر رہا ہے۔ ہر دور کے نبی اس تشریعی نظام کے تحت انسانیت کی رہنمائی کرتے ہیں۔ اس دور میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تشریعی نظام دیا ہے، وہ عالم گیر ہے۔ اور تمام انسانیت کی احتیاجات کی تسکین کا ایک عالم گیر سسٹم بیان کرتا ہے۔ اس اصول کا تقاضا ہے کہ کائنات کی جدید ترقیات اور سائنسی دریافتوں کو تکوینی نظام کا حصہ سمجھا جائے اور پھر انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وضع کردہ عدل وانصاف کے تشریعی نظام کے تحت انسانیت کے لیے زیادہ سے زیادہ مفید بنایا جائے۔

3۔ ''رحیمیتِ الٰھی'' کی بنیاد پر یہ اعتماد رکھنا کہ مخلوقات میں بالعموم اور انسانیت میں بالخصوص اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت وشفقت کا ایک عالم گیر نظام کام کر رہا ہے۔ اس لیے انسانیت کے لیے جو بھی نظام بنایا جائے، وہ رحمت وشفقت اور مہربانی لیے ہوئے ہو، تشدد، آمریت، سختی اور بے جا تکلّفات کا حامل نہیں ہونا چاہیے۔

4۔ ''مالکیتِ الٰھی'' کی اساس پر انصاف کے دن پر مکمل اعتماد رکھنا کہ انسانیت ہی نہیں، تمام مخلوقات کے لیے عدل وانصاف کا ایک عالم گیر نظام ہے۔ دنیا وآخرت میں اس کے مطابق فیصلہ ہونا ہے۔ لہٰذا عدل وانصاف کو انسانی سوسائٹی کی بنیادی قدر تسلیم کرتے ہوئے کام کرنا چاہیے۔ ظلم وستم کی سوچ، فکر اور نظام کو کسی بھی صوت میں قبول نہیں کرنا چاہیے۔

www.rahimia.org

اس طرح اس سورتِ مبارکہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی ان صفات پر اعتماد کے نتیجے میں ایک انسانی سوسائٹی کا نظام چلانے کے لیے درجِ ذیل آٹھ بنیادی اساسی اصول ہر مسلمان کے پیشِ نظر رہنے چاہئیں:

1۔ قانونِ الٰہی کے مطابق چلنے والے نظامِ کائنات پر اعتماد

2۔ تکوینی تغیرات اور تشریعی احکامات کو تسلیم کرنا

3۔ مخلوقات کے لیے رحمت و شفقت کی سوچ رکھنا

4۔ عدل و انصاف کی بنیادی قدر کی اہمیت

5۔ اللہ کی ہی عبادت اور اُسی سے مدد مانگنا

6۔ تمام معاملات میں اللہ سے ہی رہنمائی چاہنا

7۔ عقلی اور تاریخی حوالے سے کامیاب اور انعام یافتہ لوگوں کے راستے پر چلنا

8۔ ناکام، گمراہ اور غضبِ الٰہی کے حامل لوگوں کے راستے سے بچنا

اس طرح قرآن حکیم کی یہ پہلی سورت ایسے بنیادی اصول کی نشان دہی کرتی ہے، جس کی اساس پر خدا پرستی اور انسان دوستی کا اعلیٰ ترین نمونہ انسانی سوسائٹی میں پیدا کیا جاسکتا ہے۔ یہ سورت قرآن حکیم کے مضامین کے بنیادی امور کی نشان دہی کرکے اس کے اساسی اصولوں کا تعارف کرارہی ہے۔ اسی لیے اس سورت کا نام ''الأساس'' ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالہ جات وحواشی

رواہ المسلم. باب وجوب قرأة الفاتحة فی کلّ رکعة. حدیث نمبر 878. رواہ الترمذی فی کتاب تفسیر القرآن. حدیث نمبر 2953.

2. حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی اصل عبارت یہ ہے: ''أُمّ الکتاب مشتملة علیٰ سبع آیات. هی عندنا تلخیص کلّ مقاصد القرآن، .. فبیان حکمة نظام الکائنات التی تفضی إلی الإنسان بتسلسل الطبقات ثمّ بیان الإجتماعیة الإنسانیة من فطرتها و حقیقة الإنسانیة و بیان ان من أراد أن یتجاوز عن تلک الفطرة، فإنّ الفطرة تردّهٗ و یخسر و یخیب فی مقصدهٖ و أعمالهٖ فإنّها کلّها من تفسیر هٰذه السورة الکریمة.''
دیکھئے! الہام الرحمٰن، ج:01۔ ص:39۔ طبع: حیدرآباد، سندھ۔

3۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے کائنات کی تخلیق اور اس کے عالم گیر سسٹم کے حوالے سے اللہ کے چار کمالات کی نشان دہی کی ہے۔ چناں چہ ''تفهیماتِ الٰهیه'' میں لکھتے ہیں: ''اگرچہ کمالاتِ الٰہیہ محصور در عدد نمے تواند شد، اما آنہا محصور در چہار مرتبہ

www.rahimia.org

اند۔ کذا فهّمنی ربّی تبارک و تعالیٰ: الإبداع و الخلق و التدبیر و التدلی.'' (اگرچہ اللہ کے کمالات کسی عدد میں محدود نہیں کیے جاسکتے، البتہ اُنھیں چار بنیادی مراتب میں بند کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ہی میرے ربِّ تبارک و تعالیٰ نے مجھے سمجھایا ہے: اِبداع، خَلق، تدبیر، تدلّی)۔ (دیکھئے! تفهیماتِ الٰهیه. تفهیم نمبر41. ج:01۔ ص:138۔ طبع: حیدرآباد، سندھ)

شاہ صاحبؒ نے ان کمالاتِ الٰہی کی حقیقت درجِ ذیل بیان کی ہے:

(i) اِبداع: اس کی حقیقت، بغیر کسی مادے کے کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا ہے۔ اور ان میں سب سے پہلے چار چیزیں ہیں: (۱) قلم، (۲) لوح (محفوظ)، (۳) عرش، (۴) پانی۔ (تفہیمات۔ تفہیم نمبر18۔ ج:01۔ ص:75)

(ii) خَلق: کسی چیز سے کسی چیز کو وجود میں لانا، جیسا کہ آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا۔ عقل و نقل اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو انواع (Species) اور اَجناس (Genders) کی شکل میں پیدا کیا ہے۔ اور ہر نوع اور جنس کے خواص، افعال اور تاثیرات مقرر کیے ہیں۔ اور اللہ کی سنت اور طریقۂ کار یہ ہے کہ کسی چیز میں پیدا کیے ہوئے خواص و تاثیرات اور افعال تبدیل نہیں ہوتے۔ اور یہ کہ یہ تمام مخلوقات نیچے سے اوپر تک ایک طے شدہ ترتیب اور نظام کے مطابق کام کر رہی ہیں۔ ان میں کوئی تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔

(حجة اللّٰه البالغه. باب الإبداع و الخَلق و التدبیر. ج:01۔ ص:24۔ طبع بیروت)

(iii) تدبیر: کائنات میں پیدا شدہ تمام عالم میں ایک مربوط نظام پر مبنی عالم گیر تدبیر کام کر رہی ہے۔ یہ تدبیرِ الٰہی (۱) قَبض (۲) بَسط (۳) اِحالہ اور (۴) اِلہام کی صورت میں پوری کائنات میں کام کر رہی ہے۔ (ایضاً، ص:26-25)

(iv) تدلّی: اللہ کی ایسی تجلی، جو حظیرۃ القدس میں وجود رکھتی ہے اور اسی سے بنی آدم کے منتخب اشخاص پر علوم نازل ہوتے ہیں۔ چناں چہ تمام شریعتوں کا ظہور اسی کے ذریعے سے ہوا ہے۔ سب سے پہلے اس کا دروازہ مکمل طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر کھلا ہے۔ (تفهیماتِ الٰهیه. تفہیم نمبر18۔ ج:01۔ ص:76۔ نیز تفہیم نمبر27۔ ص:91)

4۔ دیکھئے! حجة اللّٰه البالغه. ابواب الأذكار و ما یتعلّقها. ج:02۔ ص:572۔ طبع: بیروت)

5۔ قرآنی شعورِ انقلاب۔ از امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ۔ ص:106۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور۔ 2009۔

6۔ القرآن۔ (43:35)

7۔ ''عالم مثال'' کی حقیقت کے بارے میں شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں: ''جاننا چاہیے کہ بہت زیادہ تعداد میں احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کائنات میں ایسا غیر عنصری (غیر مادی) عالَم ہے، جس میں زمین پر موجود ہونے سے پہلے اشیا کے معانی اور مفاہیم ایک مثالی صورت میں موجود ہوتے ہیں، جن کی جسمانی شکل و صورت اُس عالم کی مناسبت سے ہوتی ہے۔ وہ اشیا جب زمین پر وجود میں آتی ہیں، تو بِعَینہٖ اسی مثالی وجود کے مطابق ہوتی ہیں۔''

(حجة اللّٰه البالغه. باب ذکرِ عالم المثال. ج:01. ص: 27. طبع بیروت)

8۔ ''ملاءِ اعلیٰ'' کا لفظ قرآن حکیم میں سورتِ صافات میں الْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ (7:37) استعمال ہوا ہے۔ اس کی تشریح میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ''حجة اللّٰه البالغه'' میں ایک مستقل باب ''بابُ ذکر الملاءِ الأعلیٰ'' لکھا ہے۔ اس میں لکھتے ہیں:

''جاننا چاہیے کہ شریعت میں یہ بات تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے خاص عبادت کرنے والے لوگ ہیں، جو

www.rahimia.org

افضل ترین ملائکہ اور باری تعالیٰ کے مقرب بندوں پر مشتمل ہیں۔ اور وہ ہمیشہ اُن لوگوں کے لیے دعائیں کرتے ہیں، جنھوں نے اپنے نفس کو مہذب بنالیا اور انسانیت کی بہتری کا نظام قائم کرنے کی کوشش کی۔ اور ان کی دعاؤں کے سبب سے اللہ کی برکات ایسے لوگوں پر نازل ہوتی ہیں۔ اسی طرح ملاءِ اعلیٰ میں موجود یہ حضرات ایسے لوگوں پر لعنت کرتے ہیں، جو اللہ کی نافرمانی کرتے ہیں اور زمین میں فساد مچاتے ہیں۔ اور ان کی لعنت کی وجہ سے بُرے کام کرنے والوں پر ذلت و رُسوائی ہوتی ہے۔ اور اللہ جب چاہے اور جیسے چاہے ان لوگوں کے اجتماعات ہوتے ہیں، جن کو شریعت کی اصطلاح میں ''رفیقِ اعلیٰ''، ''ندیِ اعلیٰ''، اور ''ملاءِ اعلیٰ'' کہا جاتا ہے۔ اور انسانوں میں سے بھی جو افضل ترین لوگوں کی روحیں ہیں، وہ بھی ان میں داخل ہوجاتی ہیں۔''
(دیکھئے! حجۃ اللہ البالغہ۔ ج: 01۔ ص: 33-32۔ نیز دیکھئے! تفہیماتِ الٰہیہ۔ تفہیم نمبر 69۔ ج: 01۔ ص: 267)

9۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی اصل عبارت یہ ہے: ''إعلم أنّ بعض أفعال اللّٰہ یترتّب علی القوی المودعۃ فی العالَم بوجہ من وجوہ الترتّب، شھد بذالک العقل و النقل ... منھا: الأحکام التی أودعھا اللّٰہ فی کلّ صورۃ نوعیۃ. و منھا: أحوال عالم المثال و الوجود المقضی بہ ھنالک قبل وجود الأرض. و منھا أدعیۃ الملأ الأعلٰی بجھد ھممھم لمن ھذب نفسہ أو سعٰی فی إصلاح الناس و علٰی من خالف ذالک. و منھا: الشرائع المکتوبۃ علٰی بنی آدم و تحقق الإیجاب و التحریم، فإنّھا سبب ثواب المطیع و عقاب العاصی. و منھا: أن یقضی اللّٰہ تعالٰی بشیء، فیجرّ ذالک الشیء شیئًا آخر، لأنّہ لازمۃ فی سنّۃ اللّٰہ. و خرم نظام اللّزوم غیر مرضیّ ... فکلّ ذالک نطقت بہ الأخبار و أوجبتہ ضرورۃ العقل.''
(دیکھئے! حجۃ اللّٰہ البالغہ. باب ذکر سنۃ اللّٰہ التی اشیر إلیھا فی قولہٖ تعالٰی: و لن تجد لسنّۃ اللّٰہ تبدیلا. (احزاب 62) ص: 62 تا 64. طبع: دار احیاء العلوم، بیروت.

10۔ قرآنی شعورِ انقلاب۔ از امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ۔ ص: 107۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور۔ 2009۔

11۔ مفردات القرآن. امام راغب اصفہانی۔ دیکھئے مادہ ''رب'' ص: 189۔ طبع: مکتبہ مرتضویہ، ایران۔

12۔ قرآنی شعورِ انقلاب۔ از امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ۔ ص: 12-111۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور۔ 2009۔

13۔ مولانا بشیر احمد لدھیانوی اس جگہ حاشیے پر لکھتے ہیں: ''کائنات کی وسعت: کائناتِ عظمٰی (سب سے بڑی کائنات، جو تمام کائناتوں پر مشتمل ہے) اس میں ہمیں اپنی دوربینوں (Telescopes) کی مدد سے بیس لاکھ جزیرائی کائناتیں (Island Universes) دکھائی دیتی ہیں۔ ایسی کائناتیں جو ہماری ناقص دوربینوں کی پہنچ سے باہر ہیں' ان کی تعداد کروڑوں ہوگی ہم خود ایک ''جزیرائی کائنات'' میں بستے ہیں جسے کہکشانی کائنات (Galaxtic Universe) کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ اس کہکشاں (Galaxy) میں واقع ہے جو رات کو ہمیں آسمان پر دکھائی دیتی ہے۔ یہ جزیرائی کائناتیں سحابوں (مادے کے روشن بادل)(Nebulac) کی شکل میں نظر آتی ہیں اور ہماری کہکشانی کائنات سے لاکھوں نوری سال 1 کے فاصلے پر واقع ہیں۔ ہمارا نظامِ شمسی (Solar System) اس لمبے کہکشاں کے اندر ستاروں کے ایک جھرمٹ (Star Cluster) میں واقع ہے۔ جس میں ایک اندازے کے مطابق 47 ہزار ملین (ملین = دس لاکھ) اور دوسرے اندازے کے مطابق ایک لاکھ ملین ستارے (سورج) ہیں۔ (Ctowther, J.G. An Outline of Universe Chapter I & II)

ایک نوری سال (Light Year) سے وہ فاصلہ مراد ہے جو روشنی کی کرن ایک لاکھ 86 ہزار میل فی ثانیہ (سیکنڈ) کی رفتار سے چلتی ہوئی ایک سال میں طے کرتی ہے۔ یہ پانچ کھرب اٹھاسی ارب میل سے زیادہ ہے۔ علم ہیئت میں ستاروں وغیرہ کے فاصلے اتنے لمبے شمار میں آتے ہیں کہ جلد ہی ہمارے ہندسے ختم ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ان فاصلوں کو میلوں میں ظاہر کرنا

مشکل ہو جاتا ہے۔ ان بے حد طویل فاصلوں کے ظاہر کرنے کے لیے نوری سال کو اکائی مان کر کہا جاتا ہے کہ فلاں ستارہ دس نوری سال یا دس ہزار نوری یا دس لاکھ نوری سال کے فاصلے پر واقع ہے۔'' (حاشیہ قرآنی شعورِ انقلاب۔ ص:20-119)

14۔ قرآنی شعورِ انقلاب۔ از امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ۔ ص:20-119۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور۔ 2009۔

15۔ ایضاً۔ ص:17-116۔

16۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں: ''إعلم أنّ أصل بعثة الأنبياء و إن كانت لتعلّم وجوب العبادات أوّلاً و بالذات، لٰكنّه قد تنضمّ مع ذالک إرادة إخمال الرّسوم الفاسدة، و الحث علٰى وجوه الإرتفاقات ... ليس الأمر كما ظنّهٗ قوم فرّوا إلى الجبال، و تركوا مخالطة النّاس رأسًا في الخير و الشرّ، و صاروا بمنزلة الوحش ... و لكنّ الأنبياء عليهم السّلام أُمروا بتعديل الإرتفاقات.'' (دیکھئے! حجة الله البالغه. باب اقامة الارتفاقات و اصلاح الرسوم. ج:01. ص:19-218. طبع: بیروت)

17۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں: ''ولمّا كان الشّرّ السّارى فى زمن نبيّنا محمّد صلّى الله عليه و سلّم إختلال الملل و إنقلاب الإرتفاقات خاصّةً علٰى أصحابها، و كان الأمر أشدّ و اقسٰى، نزل الحقّ بإزائه بالجهاد، و إشاعة العبادات، و توقيتها، و القضاء بزوال دولة الرّوم و العجم، و إنتظام أمر النبوّة كهيئة الإرتفاق الرابع ففتح صلّى اللّٰه عليه و سلّم بابا من الخير لم يفتح قبلهٗ، و انتظمت به امّة من النّاس هى خير امّة أُخرجت للنّاس.'' (دیکھئے! تفهيماتِ الٰهيه. ج:01. تفهيم نمبر19. ص:83-82. طبع شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدرآباد)

18۔ قرآنی شعورِ انقلاب۔ از امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ۔ ص:113۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور۔ 2009۔

19. القرآن. سورت الروم: 30:30.

20۔ قرآنی شعورِ انقلاب۔ از امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ۔ ص:17-116۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور۔ 2009۔

21۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی اصل عبارت یہ ہے: ''باید دانست کہ ربوبیت ربُّ العالمین بنسبت نوعِ انسان منشعب شدہ است بدو شعبہ: یکے تکوینِ نوعِ انسان و دیگر تشریع برائے انسان۔ و ایں ربوبیت را بنکتہ واضح کنیم۔''
(دیکھئے! تفهيماتِ الٰهيه. تفهيم نمبر77. ج:01. ص:311. طبع حیدرآباد، سندھ)

22۔ ایضاً۔ ص:13-312۔

23۔ کائنات کی تخلیق سے پہلے اس سے متعلق تمام علوم جس جگہ محفوظ کیے گئے، اُسے ''لوحِ محفوظ'' کہا جاتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ (22:85) کا ذکر سورت البروج میں ہے۔ اور سورتِ یٰسین میں اسی کو اِمَامٍ مُّبِیْنٍ (12:36) کہا گیا ہے۔

24۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ ''عرشِ تکوین'' کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''بالجملہ ''حقیقتِ الٰہیہ'' از ''عالم مثال'' دور نیست، کہ شیخ اکبر از ''عرشِ تکوین'' ہماں مراد داشتہ باشد زیرا کہ ''تکوین'' بدوں مخاطبِ ''مثال'' نتواند شد۔'' (خلاصہ یہ کہ ''حقیقتِ الٰہیہ''، ''عالم مثال'' سے دور نہیں ہے۔ اور شیخ اکبر نے ''عرشِ تکوین'' سے یہی مراد لیا ہے۔ اس لیے کہ تکوین، عالَمِ مثال کو مخاطب بنائے بغیر نہیں ہوسکتی)۔ (دیکھئے! تفهيماتِ الٰهيه. تفہیم نمبر232۔ ج:02۔ ص:249۔ طبع حیدرآباد، سندھ)

25۔ تفهيماتِ الٰهيه. تفہیم نمبر77۔ ج:01۔ ص313۔ طبع: حیدرآباد، سندھ۔

26۔ ایضاً۔ ص:313۔

27۔ ایضاً۔ ص:314۔

28۔ ''حجرِ بحت'' کے حوالے سے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کے قول اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (35:24)

www.rahimia.org

میں اُس نور کا تذکرہ ہے، جس کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: ''یہ ایسے نور کی مثال ہے، جو مؤمن کے دل میں ہوتا ہے۔'' اس نور سے مراد ''حجر بحت'' ہے۔ یہ اللہ کی ایسی تجلی ہے، جو قدیم، دائم، غیر حادث اور یکتا ہے۔ اور اُس پر ایمان لانا واجب ہے۔ اللہ کے بندوں میں سے چند مخصوص افراد کو دیے گئے علوم میں سے یہ بات ہے کہ جب کسی خاص اور مقرب شخص کی روح، روح الکل سے دنیا میں آتی ہے اور اس پر کائنات کے خصوصی احکام کا تعین ہوتا ہے، تو جس دن اُس کی پیدائش ہوتی ہے، اُس دن کائنات کا پورا نقشہ اُس کی روح پر چسپاں کر دیا جاتا ہے۔ ایسا انسان باقی تمام افراد سے مخصوص خصوصیات کا حامل ہوتا ہے۔ بایں طور کہ اُس کی روح میں اُس سفید نور کا نقطہ ظاہر ہوتا ہے، جو پوری کائنات پر غالب ہے۔ اور وہ ''حجرِ بحت'' ہے۔ (اس طرح اُس کی روح میں موجود ایسا نقطہ، جو تجلی اعظم کے بالمقابل ہوتا ہے، وہ بھی ''حجرِ بحت'' کہلاتا ہے۔) (دیکھیے! تفهيماتِ الٰهيه. تفہیم نمبر 69۔ ج:01۔ ص:274۔ طبع: حیدرآباد، سندھ)

29۔ ''تجلّیِ اعظم'' کے بارے میں امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں: ''اس کائنات میں تجلیِ اعظم ایسے ہی ہے، جیسا کہ انسان میں دل ہوتا ہے۔ کائنات کی مصلحتِ کلیہ کے مطابق اس میں ایسے اجمالی اشارے ظاہر ہوتے ہیں، جو کہ عنایتِ الٰہی کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ان اشارات کا تعلق کائنات میں خیر کے نظام قائم کرنے سے ہوتا ہے۔'' (حوالہ بالا۔ ص:267)

30۔ ''نفسِ ناطقه'' کے بارے میں امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں کہ: ''جاننا چاہیے کہ نفس ناطقہ اُس صورتِ شخصیہ کا نام ہے، جس کی وجہ سے کوئی انسانی شخص ایک متعین فرد کی صورت اختیار کرتا ہے۔'' (دیکھیے! البدور البازغه. المقالة الأولیٰ. فصل دوم. ص:39-38۔ طبع: حیدرآباد، سندھ) یہ ''نفسِ ناطقه'' انسانی روح کا وہ نقطۂ اتصال ہے، جہاں ''روحِ ملکوتی'' اور ''روحِ حیوانی'' یا ''نسمه'' کا باہمی اتصال ہوتا ہے۔ اس مقام پر ''روحِ ملکوتی'' کے دو لطائفِ باطنہ، یعنی ''خفی'' اور ''نور القدس'' اور اسی طرح ''نسمه'' کے دو لطائفِ ظاہرہ، یعنی ''روح'' اور ''سِرّ'' باہم ملتے ہیں۔ چناں چہ شاہ صاحب لکھتے ہیں: ''اس نفس ناطقہ کی چار نظریں ہیں: دو نظریں نیچے کی طرف، یعنی ''روح'' اور ''سِرّ'' کی طرف ہوتی ہیں۔ اور دو نظریں بلندی کی طرف یعنی ''خفی'' اور ''نور القدس'' ہوتی ہیں۔ چناں چہ ''نفس ناطقه'' (صوفیا کی اصطلاح کے مطابق) ''اخفیٰ'' کے مقام پر ہوتا ہے۔'' (دیکھیے! تفهيماتِ الٰهيه. تفہیم نمبر 67۔ ج:01۔ ص:244۔ طبع: حیدرآباد، سندھ)

31۔ تفهيماتِ الٰهيه. تفہیم نمبر 77۔ ج:01۔ ص:15-314۔ طبع: حیدرآباد، سندھ۔

32۔ ''روح القدس کی تائید'' کا مفہوم بیان کرتے ہوئے حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں:

''بسا اوقات حظیرۃ القدس کے لوگوں میں انسانیت کو معاشی، دنیاوی اور اُخروی مصائب سے نجات کا طریقہ متعین کرنے پر اجماع ہو جاتا ہے۔ اور یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ اللہ کی مخلوق میں سے آج جو سب سے پاکیزہ ترین انسان ہے، اس کی تکمیل کی جائے اور اس کے حکم کو انسانیت میں جاری کر دیا جائے۔ اس فیصلے کی وجہ سے انسانوں میں سے صاحبِ استعداد لوگوں کے دلوں میں یہ الہام کیا جاتا ہے کہ وہ ایسے کامل شخص کی اِتباع کریں اور ایک ایسی جماعت کی شکل اختیار کر لیں، جو انسانیت کے نفع کے لیے کام کرے۔ اور اس فیصلے کے نتیجے میں قوم کی بہتری اور اُن کی ہدایت پر مبنی علوم، اُس کامل ترین شخص کے دل میں وحی کے ذریعے سے یا خواب اور غیبی قوت کے ذریعے سے پہنچائے جاتے ہیں۔ اس ہمیشہ رہنے والے اِجماعی فیصلے کو ''روح القدس کی تائید'' کہا جاتا ہے۔ اور اس کے نتیجے میں خلافِ عادت برکات نازل ہوں تو انھیں معجزات کہا جاتا ہے۔''

(دیکھیے! حجة الله البالغه. باب ذکر الملاء الأعلیٰ۔ ج:01۔ ص:34۔ طبع: بیروت)

33۔ تفهيماتِ الٰهيه۔ تفہیم نمبر 77۔ ج:01۔ ص:16-315۔ طبع: حیدرآباد، سندھ۔

34. أخرجهٔ البخاری فی ''الأدب'' باب رحمة الولد و تقبيله و معانقته. حديث نمبر 5999. و مسلم فی التوبة.

www.rahimia.org

باب فی ساعة رحمة اللّٰه. حديث نمبر 2754. مشكٰوة، حديث نمبر: 2370.

35. دیکھئے! سنن ابی داؤد. کتاب الجنائز، باب الأمراض المكفرة للذنوب. حديث نمبر 3089. مشكٰوة، حديث نمبر 2377. قرآنی شعورِ انقلاب۔ ص:121۔

36۔ مفہوم اور تشریح حدیث، جسے امام بخاری نے کتاب الرقاق میں ''باب الرجآء مع الخوف'' حدیث نمبر 6469۔ اور امام مسلم نے کتاب التوبة، میں ''باب فی سعة رحمة اللّٰه'' حدیث نمبر:2752۔ اور مشکٰوة میں حدیث نمبر:2365 روایت کیا ہے۔ مولانا سندھیؒ فرماتے ہیں: ''نحن لنا طريقةٌ خاصّةٌ فی شرح هٰذا الحديث'' (دیکھئے! الہام الرحمٰن۔ ج:01۔ ص:40۔ مسلمؒ کی روایت کردہ حدیث کے الفاظ سے مولانا سندھیؒ کے اَخذ کیے ہوئے مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔ آزاد)

37. القرآن. 55:2-1.

38۔ قرآنی شعورِ انقلاب۔ از امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ۔ ص:23-121۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور۔ 2009۔

39. القرآن. 40:07.

40۔ قرآنی شعورِ انقلاب۔ از امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ۔ ص:123۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور۔ 2009۔

41۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے ''تفہیماتِ الٰہیہ'' میں لکھا ہے: ''إعلم أنّ الوحدة الكبرٰى (كما قالهٗ الشيخ المجدد) أو الوجود الأقصٰى (كما قالهٗ الشيخ الأكبر) ــــ أيـاما شئت فسمّه ــــ إنـفسر بتجلّيات مصادقة تترٰى حتّٰى آل أمرهٗ إلٰى تجلّى يسمّى فى لسان الشرع ب''الرّحمن'' و فاض من طريقةٍ، و وجد بشرطٍ موجودٍ ناسوتیٌّ هو مجموع أمرين: (١) العرش الذى استوٰى عليه الرحمٰن. (٢) و الماء الذى هو محتدّ عالم الإمكان ... فأوّل ما قضى الرّحمٰن بشرط العرش إيجاد العناصر و الأفلاک بطبائعها، فالأفلاک اصنام الفاعل، و العناصر أصنام القابل.'' ایک اور جگہ پر شاہ صاحب لکھتے ہیں: ''كيف أصف لک عموم الإسم الرّحمٰن، و قدانطوٰى على الفعليّات قاطبةً من جهة الرحموت و لولا أنّهٗ إفاضةٌ بالفعل لمّا إمتاز عن أزل الصرف صادقةٌ على الحقيقة القصوٰى كلّ الصدق قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۚ (110:17) و أقول إنّ الرّحمٰن طريق يفيض منهٗ و بشرط التجلّيات الأزلية التقرّر و التحقّق على الإنسان الأكبر أزلاً و أبدًا.''
(دیکھئے! تفہیم نمبر 17۔ ج:01۔ ص:62 و 69۔ طبع: حیدرآباد، سندھ)

42۔ دیکھئے! حجۃ اللہ البالغہ۔ دوسرا مبحث۔ ج:01۔ ص:66 تا 79۔ طبع: بیروت۔

43۔ قرآنی شعورِ انقلاب۔ از امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ۔ ص:127۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور۔ 2009۔

44. القرآن. 2:30.

45۔ قرآنی شعورِ انقلاب۔ از امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ۔ ص:25-124۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور۔ 2009۔

46۔ القرآن۔ 57:25۔

47۔ رواه مسلم فی كتاب البرّ و الصّلة. باب فضل عيادة المريض. حدیث نمبر: 6556۔ ص:1066۔ طبع: بیروت۔

48۔ قرآنی شعورِ انقلاب۔ از امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ۔ ص:128 تا 132۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور۔ 2009۔

49۔ ایضاً۔ ص:133۔

50۔ ایضاً۔ ص:35-134۔

51۔ قرآنی شعورِ انقلاب۔ از امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ۔ ص:37-136۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور۔ 2009۔

www.rahimia.org

52۔ ایضاً۔ ص:138۔

53۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے "حظیرۃ القدس" کی حقیقت یہ بیان کی ہے:
''ملاءِ اعلیٰ میں موجود جو افضل ترین لوگ ہوتے ہیں، اُن کے انوارات اجتماعی طور پر ایک جگہ جمع ہوجاتے ہیں اور انسانِ اکبر کی روح کے پاس آپس میں ایک دوسرے سے ایسے پیوست ہوجاتے ہیں، گویا کہ وہ ایک ہی جسم ہیں۔ اس کا نام "حظیرۃ القدس" رکھا گیا ہے۔'' (دیکھئے! حجة اللّٰہ البالغہ. باب ذکر ملاءِ الأعلیٰ۔ ج:01۔ ص:34۔ طبع: بیروت)
''سطعات'' میں شاہ صاحب نے لکھا ہے کہ: ''حظیرۃ القدس کی عالمِ محسوسات میں بہترین مثال اُس شعاع سے دی جاسکتی ہے، جس کے چاروں طرف چمک دار یاقوت ہو، یا چراغ، شیشے کے طاقچے میں رکھا ہوا ہو۔ حظیرۃ القدس میں اگرچہ موجود افراد اپنے رب کے قرب اور افضلیت کے اعتبار سے مختلف مرتبوں کے حامل ہوتے ہیں۔ لیکن خارجی طور پر وہ ایسے ایک واحد جسم دکھائی دیتے ہیں، جیسے یاقوت کی شعاع اور شیشے کے اندر سے چراغ کی روشنی کی ایک متصل سطح دکھائی دیتی ہے۔'' (دیکھئے! سطعات، سطعہ نمبر 28۔ ص:42۔ طبع: حیدرآباد، سندھ)

54۔ قرآنی شعورِ انقلاب۔ از امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ۔ ص: 139۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور۔ 2009۔

55۔ ایضاً۔ ص:142۔

56۔ ایضاً۔ ص:44-143۔

57۔ القرآن۔ 69:4۔

58۔ قرآنی شعورِ انقلاب۔ از امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ۔ ص: 48-146۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور۔ 2009۔

59۔ القرآن۔ 92:7-5۔

60۔ ایک حدیثِ مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "الیھود مغضوب علیھم و النصاریٰ ضلال."
(دیکھئے! جامع ترمذی۔ کتاب تفسیر القرآن۔ حدیث نمبر 2954)

61۔ قرآنی شعورِ انقلاب۔ از امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ۔ ص:50-149۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور۔ 2009۔

62۔ ایضاً۔ ص:52-149۔

63. القرآن. 92:10-8.

64۔ قرآنی شعورِ انقلاب۔ از امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ۔ ص:53-152۔ طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور۔ 2009۔

☆☆☆☆☆☆

www.rahimia.org

مطالعۂ سیرتِ نبویؐ

قرآنی فکر کی انسانیت گیر تشکیل میں سیرتِ نبوؐیہ کی ناگزیریت

تحریر: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن

عہد حاضر میں ٹیکنالوجی میں ترقی کی رفتار میں تیزی کے سبب دنیائے انسانیت کے مابین رابطہ (Communication) کے عمل نے بڑی وسعت اختیار کر لی ہے۔ جس کے سبب عالم گیریت (Globalization) کے تصور نے زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کرنا شروع کر دیا ہے۔ اب کسی ملک کی معیشت، سیاست اور ثقافت، حتیٰ کہ فکر و نظریہ اس ملک کا داخلی معاملہ نہیں رہا، بلکہ ذرائع ابلاغ کی تیز تر رسائی نے ہر ملک کو دوسرے ملک کے معاملات کا بھیدی بنا دیا ہے۔ ان حالات میں دنیا کے بیش تر ممالک اور اقوام کی اکثریت کو طاقت ور ممالک کی طرف سے اپنے کردار، بلکہ بقا کا چیلنج درپیش ہے۔ جس کے سبب ترقی پذیر ممالک میں عموماً سراسیمگی اور بعض مقامات پر ردعمل اور ناراضگی کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ جس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ان کے ہاں ایسے ترقی یافتہ نظریے کا فقدان ہے، جو عالم گیریت کے نتیجہ میں رونما ہونے والی صورتِ حال میں ان کو اپنے وجود کے تحفظ اور آگے بڑھنے کے لیے خدوخال کا تعین کرے۔ نہ صرف یہ، بلکہ وہ عملی راہوں کی نشان دہی اور ان پر گامزن ہونے کی جرأت پیدا کر سکے۔

امتِ مسلمہ کو بھی یقیناً اس ناگفتہ بہ صورتِ حال کا سامنا ہے۔ اور وہ خاص طور پر اس وقت بہت سے مسائل سے دوچار ہے، جن میں داخلی مشکلات کے علاوہ عالم گیریت کے نتیجے میں رونما ہونے والے چیلنجز بھی شامل ہیں۔ ان حالات میں دیگر اقوام کے مقابلے میں امتِ مسلمہ کو اس لحاظ سے ایک بہتر موقع حاصل ہے کہ اس کے پاس ایک ایسا عالمی نظریہ ہے، جس کی نہ صرف نظری اساس اپنے اندر وسعت و جامعیت رکھتی ہے، بلکہ اس پر ایک عملی تعبیر (سیرت نبویؐ) اور اطلاقی تصور (حدیث نبویؐ) کے ساتھ ساتھ تعامل امت (امت کا اجتماعی عمل) بھی اس کے لیے آگے بڑھنے میں مہمیز کا کردار ادا کرتا ہے۔ اس حوالے سے ذیل کے چند امور اہمیت کے حامل ہیں:

(1) سیرتِ نبویؐ کی عالمگیریت

سیرت نبویؐ محض ایک دور کی تاریخ نہیں، بلکہ موجودہ دور میں ایک عالمی معاشرے کے قیام کے تصور کو عملی ہمہ گیریت سے روشناس کرانے کی بنیاد بھی مہیا کرتی ہے۔ کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن

www.rahnuma.org

حکیم نے واضح الفاظ میں نشان دہی کی ہے کہ:

1۔ آپؐ کا منصب عالمی ہے اور کل انسانیت کے لیے آپ کو بھیجا گیا ہے: قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (1) (تو کہہ اے لوگو! میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف)

2۔ چناں چہ آپؐ جہانوں کے لیے رحمت ہیں: وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (2) (ہم نے آپ کو تمام عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔)

3۔ آپ کو تمام افراد انسانیت کے لیے بشیر و نذیر بنایا گیا: وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (3) (ہم نے آپ کو تمام لوگوں کی طرف خوش خبری سنانے اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے) کہ اصولِ فطرت کی نگہبانی کرنے والوں کے لیے بشارتِ دُنیوی و اُخروی سے آگاہ کرنے والے ہیں۔ اور بے راہ روی اور کج روی کے مرتکب عناصر کو بُرے انجام اور اندوہ ناک نتائج سے خبردار کرنے والے ہیں۔

(2) نبویؐ انقلاب کے مقاصد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس منصب کی تکمیل کے لیے بعثت کے تین سال کے بعد اعلانِ عام کا حکم ہوا: فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ (4) (آپ کو جو حکم دیا گیا ہے، اسے کھول کر بیان کیجیے اور مشرکین کی پرواہ نہ کیجیے) یہ آیتِ مبارکہ قرآنِ حکیم کی اعجازی حکمت کی نمائندگی کرتی ہے کہ ایک طرف حکم دیا گیا کہ وہ احکامِ الٰہی کا برملا اظہار کریں، جس سے ظاہر ہے کہ حق و باطل اور عدل و ظلم کی قوتوں کے مابین کشمکش یقینی تھی اور جو فوراً ہی ظہور پذیر بھی ہوئی۔ اسی بنا پر ساتھ ہی رہنمائی کر دی گئی کہ آپ مشرکین سے بے توجہی برتیں۔ اور ان کے اشتعال کے جواب میں اسی طرح کا انداز اختیار کرنے سے گریز کریں۔

اس حکمِ الٰہی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے عمومی دعوتِ اسلام کا آغاز کیا۔ اور اس کے لیے اس دور کے میسر تمام ذرائع استعمال میں لائے۔ جن میں لوگوں کو باقاعدہ جمع کر کے ان تک پیغام پہنچانے کے علاوہ مختلف مواقع پر ہونے والے میلوں اور بازاروں میں جا کر وہاں آنے والے لوگوں سے رابطے تک شامل تھے۔ گو یہ میلے اور بازار زمانۂ جاہلیت کے بعض ناپسندیدہ سرگرمیوں کے لیے بھی استعمال ہوتے تھے، مگر رسول اللہ ﷺ کی غرض وہاں آنے والے مختلف قبائل و علاقوں سے آئے ہوئے لوگوں تک رسائی حاصل کر کے ان کے سامنے پیغامِ حق کی وضاحت اور اس کو قبول کرنے کی دعوت تھی۔ چناں چہ امام زہریؒ بتاتے ہیں:

أقام رسول اللّٰه ﷺ بمكّة ثلاث سنين من أوّل نبوّته مستخفيا، فأعلن في الرابعة، فدعا النّاس إلى الإسلام عشر سنين يوافي الموسم، كلّ عامٍ يتبع الحاجّ في منازلهم في المواسم بعكاظ، و مجنّة، و ذي المجاز، يدعوهم إلٰى أن يمنعوهُ، حتّٰى يبلغ رسالةَ ربّهٖ

www.rahimia.org

ولهم الجنّة. فلا يجد أحدًا ينصرهٗ ولا يجيبهٗ حتّٰى أنّه ليسأل عن القبائل ومنازلها قبيلةً قبيلةً و يقول:

"يا ايّها النّاس! قولوا: لا إلٰه إلا اللّٰه تفلحوا، وتملكوا بها العرب، و تدين لكم بها العجم. فإذا آمنتم كنتم ملوكًا في الجنّة."

وأبو لهب ورائه يقول: "لا تطيعوهٗ فإنّهٗ صابیٔ كذّاب" فيردون علٰى رسول اللّٰه ﷺ أقبح الردّ. و يقولون: "اسرتك و عشيرتك أعلم بك حيث لم يتبعوك، وهو يدعوهم إلى اللّٰه." ويقول: "اللّٰهم لو شئت لم يكونوا هٰكذا."(5)

''رسول اللہ ﷺ آغازِ نبوت کے بعد تین سال مکہ مکرمہ میں خفیہ طور پر اقامت پذیر رہے (اور منتخب لوگوں کو دعوت دیتے رہے۔) پھر چوتھے سال آپؐ نے اعلانِ نبوت کیا۔ اس کے بعد لوگوں کو دس سال تک دعوتِ اسلام دیتے رہے۔ ہر سال حج کا موسم آتا تو آپؐ اس موقع پر عکاظ، مجنہ اور ذی المجاز میں قائم حجاج کے خیموں میں جاتے کہ انھیں اس بات کی دعوت دیں کہ وہ آپؐ کے مددگار بنیں، تاکہ وہ اپنے رب کا پیغام پہنچاسکیں۔ اس کے بدلے ان کے لیے جنت ہوگی، لیکن آپؐ کو کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ملتا تھا، جو آپؐ کی مدد کرتا اور نہ کوئی آپ کی دعوت قبول کرتا۔ حتیٰ کہ آپؐ ایک ایک قبیلے اور ان کے ٹھہرنے کے مقامات کے بارے میں پوچھتے اور ان کے پاس جا کر فرماتے:

''اے لوگو! **لا إلٰه إلاّ اللّٰه** کہوتا کہ فلاح پاسکو۔ اس کے ذریعے عرب کے حکمراں بن سکو اور اس کے سبب عجمی ممالک تمہارے نظام کے ماتحت ہوں گے۔ پھر جب تم ایمان لے آؤ گے تو تم جنت میں بادشاہ بنو گے۔''

جب کہ ابولہب آپ کے پیچھے یہ کہتا پھرتا کہ: ''ان کی بات مت مانو۔ یہ بے دین جھوٹا ہے۔'' (معاذ اللہ) تو لوگ رسول اللہ ﷺ کو بدترین جواب دیتے اور کہتے کہ: ''آپ کا خاندان اور آپ کا قبیلہ آپ کو زیادہ جانتا ہے کہ وہ آپ کا پیروکار نہیں۔'' دریں حالت آپ لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے اور فرماتے کہ: ''اے اللہ! اگر تو چاہتا (یعنی ان کا اختیار سلب کر لیتا) تو وہ اس طرح نہ ہوتے۔''

نبویؐ دعوت؛ پہلے مرحلے کے اساسی امور

اس سے رسول اللہ ﷺ کی دعوت دین کے جو مراحل واضح ہوتے ہیں، وہ کچھ اس طرح سے سامنے آتے ہیں:

1۔ تین سال تک اپنی دعوت کو عام لوگوں کے بجائے منتخب افراد تک محدود رکھنا۔

2۔ چوتھے سال اعلانِ نبوت کے ذریعے اس کو مختلف حلقوں تک پہنچانے کا اہتمام کرنا۔

3۔ موسمِ حج سمیت مختلف اجتماعی مواقع کو فروغِ دعوت کے لیے استعمال کرنا۔

4۔ ایک ایک گروہ تک فروغِ دعوت کے لیے رسائی حاصل کرنا۔

5۔ کلمہ توحید کی قبولیت کے چار نتائج کو آشکار کرنا۔

(الف) حصولِ فلاح، اسلام کی نظر میں فلاح اور کامیابی کا دائرہ دنیا و آخرت دونوں پر مشتمل ہے۔ نیز فلاح کی وسعت میں ذاتی کامیابی سے لے کر اجتماع کے تمام شعبوں: سیاسی، سماجی، معاشی وغیرہ میں فوز و فلاح شامل ہے۔

(ب) کلمہ توحید پر اجتماعیت کے قیام کے نتیجے میں قومی حکومت کا قائم ہونا، جس کے تحت جزیرۃ العرب ایک نظام کے تحت آ جائے گا، جو اَب تک مختلف قبائل میں بٹا ہوا ہے۔

(ج) قومی حکومت کے قیام کے ذریعے ایک بین الاقوامی نظام کا تشکیل ہونا، جس کے تحت غیر عرب علاقوں پر فوز و فلاح کا نظام غلبہ حاصل کر لے گا۔

(د) دُنیوی نظام کے قیام کے بعد آخرت میں بھی باایمان اجتماعیت کو حکومت و بادشاہت حاصل ہوگی۔

گویا رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیغام کے ذریعے نہ صرف اپنے عالم گیر منصب کی نشان دہی کی، بلکہ اس امر کی بھی نشان دہی کی آپ ایسی اجتماعیت کے قیام کے داعی ہیں، جو نہ صرف قومی نظام کی تشکیل کی علم بردار ہوگی، بلکہ بین الاقوامی اجتماعیت کی نقیب ہوگی۔ اور پھر یہ سفر دنیا کے دائرے سے نکل کر آخرت کے مرحلے میں داخل ہو کر ہمیشہ کی حکومت و بادشاہت تک اختتام پذیر ہوگا۔

6۔ ابولہب کا آپؐ کی دعوت کے فروغ کی راہ میں بے بنیاد اور اشتعال انگیز پروپیگنڈا کرنا۔

7۔ قبائل کا اس پروپیگنڈے سے متأثر ہو کر آپؐ کی بات کو قبول کرنے سے انکار کرنا۔

نبویؐ انقلاب کا عالمی مرحلہ

ان تفصیلات سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو آغازِ نبوت سے ہی اپنے عالمی منصب کے تقاضوں اور اس کے تکمیلی مراحل کی جان کاری تھی۔ اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ کی کامیاب حکمتِ عملی طے کرنے کے بعد مختلف ممالک کے حکمرانوں کو خطوط ارسال کیے، جن کا مقصود دنیائے انسانیت سے انسدادِ ظلم کے لیے مؤثر اقدامات اٹھانا تھا۔ جیسے آپؐ نے روم کے حکمراں ہرقل کو تحریر فرمایا۔

''بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم. من محمّد رسول اللّٰہ ﷺ إلٰی هرقل عظیم الروم سلام علی من اتبع الهُدٰی. أمّا بعد! فإنّي أدعوک بدعایة الإسلام، أسلم تسلم، و أسلم یؤتک

اللّٰہ أجرک مرّتین و إن تولّیت فإنّ علیک إثم الأریسین." (6)

''اللہ کے نام سے، جو رحمان و رحیم ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے حاکم روم ہرقل کے نام۔ سلامتی اُس پر، جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ بعد ازیں میں تمھیں اسلام کے پیغام کی جانب دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کرو تو سلامتی پاؤ گے۔ اسلام قبول کرو تو اللہ تعالیٰ تمھیں دوہرا اَجر دے گا (کہ دنیا میں حکومت قائم رہے گی اور آخرت میں فلاح حاصل ہوگی) یا یہ کہ عوام کے قبولِ حق کا ذریعہ بنو گے تو یوں دوہرا اجر پاؤ گے۔ اور اگر اس سے پہلو تہی کرو گے تو تم پر کاشت کاروں کے گناہوں کا وبال ہوگا (کہ تمہارے جبر کے سبب وہ حق کی نعمت سے محروم رہے)۔''

اسی طرح کا مضمون آپؐ کے اس مکتوب کا ہے، جو آپؐ نے اہل نجران کو ارسال کیا تھا:

"باسم إلٰہ إبراھیم و إسحاق و یعقوب، أمّا بعد! فإنّی أدعوکم إلٰی عبادۃ اللّٰہ من عبادۃ العباد، و أدعوکم إلٰی ولایۃ اللّٰہ من ولایۃ العباد، فإن ابیتم فالجزیۃ، فإن أبیتم فقد آذنتکم بحرب، والسلام." (7)

''ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے خدا کے نام سے۔ جس کے بعد میں تمھیں بندوں کی غلامی سے اللہ کی بندگی کی طرف آنے کی دعوت دیتا ہوں۔ اور تم لوگوں بندوں کی حکومت سے اللہ کی حکومت کی طرف آنے کی دعوت دیتا ہوں۔ اور اگر اس دعوت قبول کرنے سے انکار کرو تو پھر جزیہ دو (تا کہ اسلامی ریاست کے وفادار شہری بن کر پرامن اور محفوظ زندگی بسر کر سکو)۔ اور اگر اس کو بھی قبول کرنے سے انکار کرتے ہو تو پھر تمھیں جنگ کے بارے میں خبردار کرتا ہوں (کہ تمہارا طرز عمل سرکشی اور بدامنی کا آئینہ دار ہے)۔ والسلام۔''

چوں کہ دین اسلام نے سابقہ مذاہب کے برعکس اپنے مکمل ہونے کا اعلان کیا۔ (8) اس لیے یہ اس امر کا یقینی ثبوت تھا کہ وہ رہتی دنیا تک اپنے اندر ہر دور کے مسائل کے حل کی رہنمایانہ صلاحیت رکھتا ہے۔ حدیث و سیرت اور دین کا تاریخی تسلسل درحقیقت اس اعلان کی عملی تفصیلات و اطلاقی جزئیات کی نشان دہی کرتے ہیں کہ دین کے اکمال کے قرآنی اعلان نے کس طرح عملی شکل اختیار کی اور اس کے دائرے کی وسعت کس قدر ہے!

(3) اصولِ مساوات انسانی

مثلاً آج دنیا میں اقوام کے مابین اور اہل مذاہب کے مابین ہم آہنگی کے تصور کا چرچا ہے، جب کہ اسلام نے صدیوں بیش تر قرآن حکیم میں اولادِ آدم کے معزز ہونے، بر و بحر میں حمل ونقل کی سہولت سے مالا مال ہونے، پاکیزہ رزق کے وسائل تک رسائی اور دیگر مخلوق پر اس کی برتری کی واضح نشان دہی کی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَلَقَدۡ كَرَّمۡنَا بَنِيٓ ءَادَمَ وَحَمَلۡنَٰهُمۡ فِي ٱلۡبَرِّ وَٱلۡبَحۡرِ وَرَزَقۡنَٰهُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَفَضَّلۡنَٰهُمۡ عَلَىٰ كَثِيرٖ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِيلٗا (9)

(اور ہم نے عزت دی ہے آدم کی اولاد کو، اور سواری دی ان کو جنگل اور دریا میں، اور روزی دی ہم نے ان کو ستھری چیزوں سے، اور بڑھا دیا ان کو بہتوں سے، جن کو پیدا کیا ہم نے بڑائی دے کر)

اور حدیث نبویؐ نے اس حوالے سے آپؐ کی سیرت کا یہ پہلو اُجاگر کیا کہ ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے جنازہ گزرا تو آپؐ اٹھ کھڑے ہوئے۔ صحابہ کرامؓ بھی آپ کے ہمراہ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا: یہ تو ایک یہودی کا جنازہ ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ: ''اذا رأيتم الجنازة فقوموا'' (جب تم جنازہ دیکھو تو اٹھ کھڑے ہو) (10) گویا جنازے کے احترام میں کھڑے ہونے کا حکم صرف مسلمان میت کے لیے مخصوص نہیں، بلکہ ہر انسانی میت کے لیے ہے۔ اسی بنا پر امام بخاریؒ نے اس حدیث پر عنوان کے قیام میں اس امر کی خاص طور پر نشان دہی کی: ''باب من قام لجنازة يهودي.'' (باب؛ یہودی کے جنازے کے لیے کھڑا ہونا)

گویا موجودہ دور میں انسانی حقوق کا تصور ایک سیاسی نعرے سے زیادہ اب تک عملی حقیقت تک رسائی حاصل نہ کر سکا، مگر اس کو حدیث و سیرت اطلاقی صورت میں پیش کرتے نظر آتے ہیں۔ اور اسی لیے موجودہ دور میں ان کی اشاعت اور ان پر عملی نظام کی اہمیت دو چند ہو گئی ہے۔

نہ صرف یہ، بلکہ قرآن حکیم نے کل انسانیت کو ایک مرد و عورت کی اولاد قرار دے کر انسانی مساوات کا جو سنہری اصول دیا، ارشادِ ربانی ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنَّا خَلَقۡنَٰكُم مِّن ذَكَرٖ وَأُنثَىٰ وَجَعَلۡنَٰكُمۡ شُعُوبٗا وَقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوٓاْۚ (11)

(اے آدمیو! ہم نے تم کو بنایا ایک مرد اور ایک عورت سے اور رکھیں تمہاری ذاتیں اور قبیلے، تاکہ آپس کی پہچان ہو)

وہی درحقیقت عالم گیریت کو ایک مثبت اساس مہیا کرتا ہے۔ اور حدیث نبویؐ نے رسول اللہ ﷺ کے اس ارشادِ مبارک کے ذریعے اس اصول کی پامالی کے مہلک نتائج سے آگاہ کیا کہ تم سے پہلے لوگ اس لیے تباہ ہوئے کہ ان میں کوئی معزز شخص چوری کے جرم کا ارتکاب کرتا تو اس کو چھوڑ دیتے۔ اور اگر کمزور شخص مرتکب ہوتا تو اس کے ہاتھ قلم کر دیتے۔ (12)

یوں قرآن حکیم کے متعین کردہ، آپؐ کے منصبِ ہدایت و رحمت پر مبنی سیرت نبویہؐ نے ہمہ جہت رہنمائی فراہم کی اور احادیثِ نبویہؐ نے اس قرآنی ہدایت کی عملی تفصیلات کی نشان دہی کی۔ جس کی روشنی میں انسانی زندگی کے تمام انفرادی و اجتماعی پہلوؤں کی اصلاح اور درستگی کی جا سکتی ہے۔ جب کہ آج کی عالم گیریت (Globalization) کا سب سے بڑا سانحہ یہی ہے کہ اس میں طاقت ور ممالک اپنے جرائم کے لیے جواب دِہ نہیں۔ اور کمزور ممالک

www.rahnuma.org

اپنے بنیادی تحفظ سے محروم اور طاقتور کے رحم و کرم پر ہیں۔

(4) اصول مشاورت و جمہوریت

آج کی متمدن دنیا میں جمہوریت کے تصور کا پوجا کی حد تک شہرہ ہے کہ اس کی آڑ میں دنیا میں دوسرے ممالک میں دخل اندازی سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔ جس طرح کہ اس وقت لیبیا جیسا ایک چھوٹا ملک، امریکہ، برطانیہ اور فرانس سمیت شمالی بحر اوقیانوس کی فوجی تنظیم (NATO) کی ننگی جارحیت کا شکار ہے۔ اور اس کے ایک حصے پر مغربی استعمار نے قبضہ کیا ہوا ہے اور دوسرے حصے میں نہتے شہریوں پر متواتر بمباری کی جارہی ہے۔ اور اس کو نفاذِ جمہوریت کا مشن قرار دیا جا رہا ہے۔ فوا أسفیٰ! حال آں کہ مغربی استعمار کی لغت میں جمہوریت نام کی کوئی قدر پائی ہی نہیں جاتی۔ ان کے اپنے ہاں بھی سرمائے کی اَساس پر کمپنیوں کا نظام اپنے مینجرز تبدیل کرتا ہے۔ اور اس کو جمہوریت کا عنوان دیا جاتا ہے۔ اور پھر کسی گروہ کو قانونی، اخلاقی اور عقلی طور پر یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی ملک کے نظام حکومت کو طاقت سے ختم کرے۔ اور خاص طور پر جس ملک کے عوام معاشی لحاظ سے آسودہ ہوں، وہاں تو کسی بیرونی مداخلت اور اندرونی انتشار کا جواز نہیں بنتا۔

اسلام نے نہ صرف تمام سماجی امور میں باہمی مشاورت کا حکم دیا، بلکہ حدیث مبارک کے ذریعے مشاورت کی معنویت کو اس حد تک اجاگر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مشاورت کے نتیجے میں کئی مواقع پر اپنی بالادست حیثیت کے باوجود اپنی رائے پر اپنے ساتھیوں کی رائے کو ترجیح دی۔ (13) رسول اللہ ﷺ سے آیتِ کریمہ: وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ (14) (آپ ان سے مشورہ لیں کاموں میں، پھر جب آپ ارادہ اور ''عزم'' کر چکیں اس کام کا تو پھر اللہ پر بھروسہ کریں۔) کے حوالے سے ''عزم'' کا مفہوم دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''مشاورۃ أھل الرأی ثم اتباعھم.'' (15) کہ اہل رائے سے مشاورت کے بعد ان کی رائے کو قبول کرنا ہی ''عزم'' ہے۔ گویا آپؐ کی سیرتِ مبارکہ سے مشاورت کی اہمیت اور بامقصد تبادلۂ افکار کے ذریعے نتائج تک پہنچنے کے عمل کی نشان دہی ہوتی ہے۔ جس کی اس دور میں مسلم امہ میں بہت کمی پائی جاتی ہے کہ استبدادی رویوں اور من مانی طرزِ سیاست کی بالادستی نے مسلم معاشروں کو بانجھ بنا کر رکھ دیا ہے۔ جس کی وجہ سے اجنبی یلغار کا شکار ہیں۔

(5) پیداواری نظریۂ معیشت

اسی طرح قرآن حکیم نے متعدد مقامات پر ''اطعامِ مسکین'' (مسکین کے کھانے کے انتظام) کی اہمیت اُجاگر کی اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی معنویت کو واضح کیا۔ جس سے معاشرے میں بھیک کے کلچر کے بجائے صحت مند معاشی سرگرمیوں کے فروغ کے نظام کی نشان دہی کی ہوتی ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں آتا ہے:

www.rahimia.org

''ایک انصاری شخص، رسول اللہ ﷺ کے پاس اپنی ضروریات کے تقاضے کے لیے آیا تو آپؐ نے دریافت کیا کہ: ''کیا تمہارے گھر میں کچھ نہیں۔'' تو اس نے کہا: کیوں نہیں، ایک دبیز چادر ہے۔ جس کا کچھ حصہ ہم اوڑھتے ہیں اور کچھ حصہ ہم بچھاتے ہیں۔ اور ایک پیالہ، جس میں ہم پانی پیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ''وہ دونوں میرے پاس لے آؤ۔'' چناں چہ وہ یہ چیزیں آپؐ کے پاس لے آیا تو آپؐ نے وہ دونوں اشیا اپنے ہاتھ میں لے کر کہا: ''کون شخص یہ چیزیں خریدے گا؟'' تو ایک شخص نے کہا کہ: میں ان کو ایک درہم میں خریدوں گا۔ اس پر آپؐ نے دو تین بار کہا کہ: ''ایک درہم پر کون اضافہ کرے گا۔'' اس پر ایک شخص نے کہا کہ: میں دو درہم میں لے لوں گا۔ چناں چہ وہ دونوں اشیا اس کو دے کر اس سے دو درہم لے لیے۔ اور انصاری کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا کہ: ایک درہم سے خوراک لو اور اپنے اہل خانہ کے حوالے کرو۔ اور دوسرے درہم سے کلہاڑی کا آلہ (جس سے لکڑیاں کاٹی جاتی ہیں) خرید کر میرے پاس لے آؤ۔ چناں چہ وہ اسے خرید لایا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس میں لکڑی نصب کی، پھر اس سے فرمایا: جاؤ اور لکڑیاں کاٹ کر بیچو۔ اور میں تمھیں پندرہ دن تک نہ دیکھوں (یعنی محنت میں لگے رہو)۔ چناں چہ وہ شخص لکڑیاں کاٹ کر فروخت کرنے لگا۔ پھر وہ آپؐ کے پاس اس طرح آیا کہ اس نے دس درہم کما لیے تھے۔ جن میں سے کچھ سے کپڑے خریدے اور کچھ سے کھانے کا سامان۔ تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **''ھذا خیر لک من ان تجیٔ المسألۃ نکتۃ فی وجھک یوم القیامۃ.''** ''یہ محنت تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ سوال کے لیے ہاتھ پھیلانے سے قیامت کے روز تمہارے چہرے پر داغ کا باعث ہو''۔ (16)

مغرب کا استحصالی نظریہ

اس وقت دنیا کو درپیش مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ انسانی سوسائٹی میں بدامنی اور دہشت گردی کا ہے۔ امن عالم بُری طرح تہہ و بالا ہے۔ جس کی وجہ سے انسانی گروہوں کے باہمی اختلاف کی وہ شدت ہے۔ جس کے سبب ان کے مابین محاذ آرائی نے انسانی خون اور انسانی حقوق کی حرمت کو پامال کر کے رکھ دیا ہے۔ آج قیامِ امن کے لیے خواہش یقیناً گہری ہے، مگر اقوامِ عالم کے مابین کوئی ایسا مشترکہ ٹھوس لائحہ عمل موجود نہیں ہے۔ کیوں کہ اس وقت دو ہی اندازِ فکر پائے جاتے ہیں اور دونوں کے پاس اس حوالے سے کوئی ایسا مربوط ضابطہ عمل نہیں ہے، جو امن عالم کے لیے کوئی پائیدار بنیاد مہیا کر سکے۔

غالب اندازِ فکر، مذہب اور معاشرے کی علاحدگی کے تصور پر مبنی ہے۔ جس نے مغرب میں بالخصوص اور باقی دنیا میں بالعموم کافی پذیرائی حاصل کی۔ جس کی بنیادی وجہ دنیا کی ہمہ جہت ترقی میں مغربی معاشرے کے مروّج مذہبی

www.rahimia.org

تصور کی عدمِ دلچسپی، بلکہ کئی صورتوں میں مزاحمت کی سوچ تھی۔ مذہب اور معاشرے کی علاحدگی کے تصور نے یقیناً مغربی معاشرے کو فرسودہ مذہب کی جکڑ بندیوں سے آزاد کر کے اس کو کئی پہلوؤں سے ترقی آشنا کیا، لیکن اس کے ساتھ ہی ایک خطرناک فکری بحران کا باعث بھی بنا کہ معاشرے کو باہمی مربوط کرنے والی اقدار سے ناواقفیت کے سبب استحصالی اندازِ فکر اور استبدادی طریقۂ عمل نے طاقت وَر کو کمزوروں سے من مانا سلوک کرنے کا پروانہ دے دیا۔ جس کے سبب دنیا کا امن وسکون درہم برہم ہو کر رہ گیا ہے۔

اس ضمن میں مغرب میں جن نظریات نے جنم لیا، وہ درحقیقت معاشرے میں بلند اقدار کی بیخ کنی کی بنیاد قرار پائے۔ مولانا محمد تقی امینیؒ مغرب کے تنگ نظر اور اجتماعیت کش نظریۂ قومیت کا جائزہ لیتے ہوئے بتاتے ہیں کہ:

''نظریۂ قومیت نے اپنی سطحیت کی بنا پر پہلے ہی مرحلے میں ایک ایسے محل و ماحول کی حوصلہ افزائی کی ہے، جس میں جھوٹ، مکر، دغا، فریب، ظلم، بددیانتی وغیرہ جراثیم کی پرورش ہو۔ اور سیاسی مفاد کے حصول کے لیے ان اقدار کے پامال کرنے کی تاکید کی ہے، جن سے انسانیت نشو ونما پا کر بالیدگی حاصل کرتی ہے۔ ایسی حالت میں یہ کیوں کر ممکن ہے کہ صداقتیں اپنی اصلی حالت پر برقرار رہیں گی؟ پھر اس ''نظریے'' کے مطابق اَخلاق و کردار کے جس ضابطے پر عمل درآمد ہوتا ہے، وہ محض قومی پیمانے پر ہوتا ہے، دوسری قوموں کے لیے وحشت و بربریت کے مظاہرے میں کوئی تکلف نہیں ہوتا ہے۔ چناں چہ خطرناک عصبیت و منافرت، قوموں کی باہمی رقابت، دوسروں کو فنا کرنے کے جذبات وغیرہ اس نظریے کے ناگزیر نتائج ہیں۔ جن کا موجودہ دنیا میں بآسانی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔'' (17)

جامد اور متشدد مذہبی نظریہ

جب کہ اس اندازِ فکر کے بالمقابل آج کے مشرق میں بالعموم جو فکر پروان چڑھی ہے، وہ محض ردِّعمل کی فکر ہے۔ جس کی اساس، ایجابی سے زیادہ سلبی ہے۔ جو وقتی حکمتِ عملی کے طور پر تو کامیاب ہوسکتی ہے، مگر اس پر مبنی پائیدار اور ہمہ گیر لائحۂ عمل کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ یہ اندازِ فکر اگرچہ مذہبی کہلاتا ہے، مگر حقیقت میں اس کی اساس نیم مذہبی یا جامد مذہبی ہے۔ جب کہ دین اسلام کی اساسیات کو جاننے اور سمجھنے کے لیے ایک مربوط اندازِ فکر کی ضرورت ہے، جو دین کے تمام بنیادی تصورات کی روح اور ان پر ہمہ جہت عملی تشکیل اور اطلاقی ڈھانچے پر استوار ہو۔ آج کے غیر مربوط اور نیم مذہبی فکر میں شدت اور جذباتیت کے مظاہر تو موجود ہیں، مگر درپیش حالات میں آگے بڑھنے اور پیچیدہ صورتِ حال میں راستہ بنانے کی صلاحیت کا فقدان ہے۔ جس کی وجہ سے دین اسلام کی حقیقی تصویر ابھر کر سامنے نہیں آسکتی۔

www.rahimia.org

(6) اسلامی تعلیمات پر عمل کی نوعیت؛ درست تفہیم

بلاشبہ اسلامی تعلیمات پر عمل کی نوعیت متعین کرنے کے لیے حدیثِ نبویہؐ، سیرتِ رسول ﷺ اور ان پر تاریخی تشکیل سے استفادے کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ مثلاً قرآن حکیم کی کئی آیات ایک ہی انداز میں نازل ہوئی ہیں جیسے:

1۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى (18)

''اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کے بارے میں قصاص (قانونِ مساوات، یعنی جان کے بدلے جان کا اصول) فرض کیا گیا۔''

1۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (19)

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔''

3۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ (20)

''تم پر جنگ کرنا لازم کر دیا گیا، حالاں کہ وہ تمہارے لیے ناگوار ہے۔''

4۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (21)

''اے ایمان والو! تم آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طریقے سے مت کھاؤ۔''

5۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى (22)

''اے ایمان والو! تم نشے کی حالت میں نماز کے قریب مت جاؤ۔''

6۔ السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا (23)

''چوری کے مرتکب مرد اور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو''۔

یہ چند آیات، جو بطورِ نمونہ کے پیش کی گئی ہیں، سیرتِ نبویہؐ اور تعامل امت سے ہی اس امر کا تعین ہوتا ہے کہ ان ہدایات پر عمل درآمد کی نوعیت کیا ہوگی، کہ کون سے احکام انفرادی سطح کے ہیں اور کون سے احکام معاشرے کی قوتِ نافذہ (Competent authority) سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور اس فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ہی نیم مذہبی یا غیر مربوط اور جامد مذہبی فکر پروان چڑھتی ہے۔ مثلاً قرآن حکیم کا یہ فرمان ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى (178:2) (اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کے بارے میں قصاص (قانونِ مساوات، یعنی جان کے بدلے جان کا اصول) فرض کیا گیا۔)

اس میں مقتولین کی بابت قصاص کا حکم دیا گیا۔ اگر اس آیت مبارکہ کو نیم مذہبی فکر کے تحت پڑھا اور سمجھا جائے گا تو یقیناً اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ معاشرے میں قتل عمد کے مرتکب شخص کو چند افراد پکڑ کر وہیں اس کا قصہ تمام کر دیں گے، یا اپنی عدالت قائم کر کے اس کو اپنے تئیں شرعی سزا دیں گے۔ جس کی بنیادی وجہ حدیث و سیرت میں موجود

www.rahima.org

رہنمائی اور تعامل امت سے ناواقفیت ہوگی۔ کیوں کہ قرآن حکیم کی اس اصولی رہنمائی کی عملی تشکیل عہدِ نبویؐ میں ہوئی، جس نے اس امر کو متعین کیا کہ یہ حکم انفرادی یا گروہی نوعیت کا نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق نظامِ مملکت سے ہے۔ کیوں کہ عہدِ نبویؐ میں انفرادی سطح پر سزا کا تصور نہیں ملتا، بلکہ کسی وقوعے کی صورت میں رسول اللہ ﷺ سے رجوع کیا جاتا تھا اور آپؐ معاملے کی نوعیت کے مطابق فیصلہ کیا کرتے تھے۔

خارجی زاویۂ نظر

درحقیقت مسلم معاشرے میں غیر مربوط اور جامد و متشدد اندازِ فکر کے بانی خوارج تھے۔ جب انھوں نے واقعۂ تحکیم کے بعد (24) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو قرآنِ حکیم کے ارشاد ''اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ'' (25) (حکم سوائے اللہ کے اور کسی کا نہیں) کی خلاف ورزی کا مرتکب قرار دیتے ہوئے نہ صرف ان سے علاحدگی اختیار کر لی، بلکہ ان کے جان کے درپے ہوئے۔ اور جب حضرت علیؓ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو ان سے گفت و شنید کے لیے بھیجا تو انھوں نے خوارج کو ان کے فکری جمود اور تعبیر کی غلطی کی طرف متوجہ کیا کہ وہ ایک آیت کے خود تراشیدہ حرفی مفہوم پر اپنی ساری فکر کی عمارت کھڑی کر رہے ہیں۔ اور نشان دہی کی کہ قرآن حکیم نے جب زوجین کے باہمی اختلاف کی صورت میں ''حکمین'' سے مسئلہ حل کرانے کی ہدایت کی (26) تو دو مسلم گروہوں کے مابین ''حکمین'' کا تصور کیوں کر غیر اسلامی ہوسکتا ہے۔ (27) خوارج لاجواب ہونے کے باوجود اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہے اور ایک زمانے تک سماجی انتشار کا باعث رہے۔

گویا ''خارجی'' اندازِ فکر کسی بھی صورت میں معاشرے میں استحکام کا ذریعہ نہیں بن سکتا۔ دنیا میں لامذہبی اندازِ فکر اور مذہب کے ''خارجی'' اندازِ فکر کی پیدا کردہ خلیج دن بدن بڑھ رہی ہے۔ جس سے استعماری ممالک بھرپور فائدہ اٹھا رہے ہیں اور مسلم ممالک مستقل دباؤ کا شکار ہیں۔

(7) اسلام کا متوازن نظامِ فکر

ایسے میں دین اسلام کی حقیقی فکر، جس کے خد و خال سیرت نبویہؐ نے متعین کیے، احادیثِ مبارکہ نے اس کی وسعتِ اطلاق کو اُجاگر کیا اور تعامل امت نے صحت مند روایت کے ذریعے تاریخ میں تسلسل کی رہنمائی کی۔ اس امر کا تعین کرتی ہے کہ اس کی نظر میں عقائد اور انسانی معاشرتی تقاضے ایک دوسرے کے ساتھ منسلک ہیں۔ جب کہ مذہب کا منجمد تصور یہ رہا ہے کہ عقائد کے نام پر فطری معاشرتی تقاضوں کی بیخ کنی کی جاسکتی ہے۔ چناں چہ مذہب کے نام پر جنگ و فساد، دہشت گردی و تخریب کاری اور قتل و غارت کی تاریخ خاصی قدیم ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے ایمان کے حوالے سے بنیادی اساسیات کی وضاحت فرمائی:

''ان تؤمن باللّٰہ و ملائکته و بلقائه و رسله وتومن بالبعث.'' (28)

''یہ کہ تم اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس سے ملاقات اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر ایمان لاؤ۔''

اسی طرح آپ نے معاشرتی تقاضوں کو بھی ایمان کی تشریح میں شامل کیا۔ بلکہ اس لفظ کی اساسیت کو اپنے منہج فکر کے لیے بطورِ دلیل پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''المؤمن من اٰمنه الناس علىٰ أنفسهم و أموالهم.'' (29)

''مؤمن وہ ہے، جس سے تمام لوگ اپنی جان اور مال کے حوالے سے امن میں ہوں۔''

کہ صاحبِ ایمان سے تمام بنی نوعِ انسان بلالحاظِ رنگ، نسل، عقیدہ، کے مال و جان محفوظ رہتے ہیں۔ گویا ایمان محض قلبی خیالات وتصورات تک محدود نہیں، بلکہ وہ اپنے حامل کو امن دہندہ بنا دیتا ہے۔

نیز آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''لا يدخل الجنّة من لا يأمن جاره بوائقه.'' (30)

''کہ جس شخص کی اذیت سے اس کے ہمسائے امن میں نہیں، وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔''

حدیثِ مبارک میں ہمسائے کے لیے مسلمان کی شرط نہیں رکھی گئی۔ گویا ایمانی معاشرہ وہی کہلانے کا حق دار ہے، جس میں تمام بنی نوعِ انسانی کے لیے جان و مال کا تحفظ موجود ہو۔ اور اسی تحفظ کی فراہمی کے لیے قرآن و حدیث نے ''استیذان'' کا اصول متعارف کرایا۔ جس نے ہر ایک انسان کو نجی زندگی کا تحفظ تک فراہم کر دیا۔

اسی طرح آپؐ نے اسلام کے بنیادی امور کی تشریح کے ساتھ ساتھ اس کے معاشرتی پہلو بھی اجاگر کیے۔ چناں چہ جہاں آپ نے فرمایا:

''بنى الإسلام علىٰ خمس: شهادة أن لا إلٰه إلّا اللّٰه و انّ محمّدًا رسول اللّٰه و أقام الصلوٰة و ايتاء الزكوة وصوم رمضان والحجّ.'' (31)

''اسلام کی بنیاد پانچ امور پر ہے: اس بات کی گواہی کہ اللہ کے علاوہ کوئی لائق پرستش نہیں اور یقینی طور پر محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور حج کرنا۔''

وہیں آپؐ نے واضح کیا:

''المسلم من سلم الناس من لسانه ويده.'' (32)

کہ ''مسلمان کے زبان و ہاتھ کی ایذا سے دیگر انسان بھی محفوظ رہتے ہیں۔''

(8) اسلام کے تصورِ جنگ کی حقیقت

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ تصورِ قتال، اسلام کی تعلیمات کا باقاعدہ حصہ ہے۔ کیوں کہ اسلام ایک انسانی

www.rahmia.org

معاشرے کی تشکیل اور اس کے تحفظ کا ذمہ دار ہے۔ اس لیے وہ تحفظِ انسانیت کے مقصد سے کسی صورت غافل نہیں رہ سکتا۔ اسی بنا پر قرآن حکیم میں اجازتِ قتال کا پس منظر یہی بتایا گیا کہ اس سے مقصود ظلم کا انسداد ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا (33)

''جن لوگوں سے لڑا جا رہا ہے، انھیں اس بنا پر (جنگ) کی اجازت دی گئی کہ ان پر ظلم ہوا ہے۔''

اور آگے جا کر قرآن حکیم نے باہمی کشمکش اور مقابلے کے نہ ہونے کے نتیجے میں مذہبی عبادت گاہوں کے انہدام کا بلا امتیاز ذکر کیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا (34)

''اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے نہ دھکیلتا (مزاحمت کی اجازت نہ دیتا) تو گرجے، مدرسے، خانقاہیں اور مساجد ـــ جن میں اللہ کا نام بکثرت لیا جاتا ہے ـــ گرا دیے جاتے۔''

گویا اسلام کا تصورِ قتال، معاشرے میں پُرامن بقائے باہمی کا ضامن ہے۔ چہ جائے کہ اس کو مسلمانوں کے اپنے امن کے تباہ کرنے کا ذریعہ قرار دیا جائے۔ اسلام کا نظریۂ جنگ کسی صورت، اسلام کی دعوت قبول کرانے سے تعلق نہیں رکھتا کہ اس نے واضح کر دیا ہے:

وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَن شَاءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَاءَ فَلْيَكْفُرْ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا (35)

''اور کہہ دیں کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے۔ پھر جو کوئی چاہے، ایمان لائے اور جو چاہے، انکار کر دے۔ ہم نے ظالموں کے لیے آگ تیار کر رکھی ہے، جن کو اس کی قناتوں نے گھیر رکھا ہے۔''

تاہم یہ نظریۂ جنگ، انسدادِ فتنہ (نظامِ جبر و استبداد کے خاتمے) سے ضرور تعلق رکھتا ہے۔ جس کا ذکر قرآن حکیم میں کیا گیا ہے:

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ (36)

''ان سے جنگ کرو! یہاں تک کہ فساد نہ رہے اور تمام تر اطاعت اللہ کی ہو جائے۔''

اس لیے یہ کہنا درست نہیں کہ عہدِ نبویؐ کی جنگیں سلسلۂ دعوت میں اتفاقاً پیش آ گئیں۔ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا مقصود، عرب میں سرتاپا روحانی و اَخلاقی انقلاب پیدا کرنا تھا۔ (37) کیوں کہ قرآن حکیم میں بعثتِ نبویؐ کے مقاصد کے طور پر غلبۂ دین کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور اس غلبۂ دین کے لیے باطل اور استحصالی نظاموں سے مزاحمت ناگزیر تھی۔ اتفاقیہ واقعہ نہیں، اسی لیے قرآنِ حکیم میں مشرکین کی کراہت اور ناپسندیدگی کا ذکر کیا گیا ہے۔ آیت

مبارکہ ہے:

هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (38)

''وہی ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو تمام احکام پر غالب کردے، خواہ مشرکین کو بُرا لگے۔''

اور غلبۂ دین کے دائرے میں جہاں روحانی و اَخلاقی انقلاب شامل ہے، وہاں اس کا مظہر، سماج میں سیاسی، معاشی، معاشرتی، قانونی، عدالتی اور انتظامی سمیت تمام شعبہ ہائے زندگی میں انقلاب بھی ہے۔ اور یہی انقلاب روحانی و اَخلاقی انقلاب کا پیش خیمہ بنتا ہے۔

تصورِ قتال: ایک حکمتِ عملی

بلاشبہ غلبۂ دین کے لیے جدوجہد نصب العین کی حیثیت رکھتی ہے، جب کہ اس کے روبہ عمل لانے والے وسائل کا استعمال حکمتِ عملی سے تعلق رکھتا ہے۔ اور حکمتِ عملی ہمیشہ نصب العین کے تابع ہوتی ہے اور موقع و محل کے اعتبار سے تبدیل ہوتی رہتی ہے۔ چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے غلبۂ دین کے لیے جس طرح جنگی حکمت عملی اختیار کی، اسی طرح صلح کی حکمتِ عملی سے بھی نتائج حاصل کیے۔ جنگی حکمتِ عملی کے تحت دفاعی طریق کار کی طرح اقدامی انداز بھی اختیار کیا۔ البتہ جنگ کی ایک اور قسم بھی ہے، جو گری ہوئی انسانی سوسائٹیاں کرتی رہی ہیں اور آج کل بھی اس قسم کی جنگیں ہوتی ہیں۔ ان میں ایک قوم دوسری قوم کو غلام بنا کر اس سے اقتصادی فائدے حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اس قسم کی جنگ کو انتفاعی جنگ (Exploitative War) کہتے ہیں۔ یہ منڈیوں کے حصول یا دیگر سامراجی فوائد کے حصول کے لیے ہوتی ہے۔ اس میں کسی خاص صالح فکر کے پھیلانے اور انسانی سوسائٹی کو فائدہ پہنچانے کا کوئی خیال نہیں ہوتا۔ قرآن حکیم اس قسم کی جنگ کا ہرگز حامی نہیں ہے۔ وہ فقط صالح فکر کی حفاظت و اشاعت کے لیے جنگ کی اجازت دیتا ہے۔ (39)

چناں چہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ رقم طراز ہیں:

"ولیکن اوّل نظره إلى قهر الأعداء و تفريق إجتماعهم وجبن قلوبهم و اليأس من النجاة." (40)

''اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ بنیادی طور پر اس پر نظر رکھے کہ دشمن مغلوب ہو۔ ان کی فاسد اجتماعیت قائم نہ رہنے دے۔ ان کے دلوں میں رعب رکھے اور ان کو محفوظ راستے سے ناامید کر دے۔''

www.rahimia.org

قرآنی جماعت جن لوگوں سے جنگ کرتی ہے تو اس لیے نہیں کہ وہ اس کی بات کو نہیں مانتے، بلکہ اس لیے کہ وہ اس کی بات کو آگے بڑھنے دینے سے روکتے ہیں۔ اگر یہ لوگ قرآنی تحریک کا مقابلہ نہ کریں اور اس کے نیچے امن وچین سے رہیں تو ان سے کوئی جنگ نہیں ہے۔ اسلامی فتوحات کے زمانے میں جس قوم نے اپنی حکومت چھوڑ دی اور اسلامی حکومت کے نیچے رہنا مان لیا، تو اسے کچھ نہیں کہا گیا۔ بلکہ اس کی حفاظت کی گئی اور اس کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا گیا۔ قرآن حکیم صرف یہ چاہتا ہے کہ انسانیت میں سے رجعت پسند قوتوں کے غلبے کو توڑ دے اور اپنا انقلاب قائم کر دے۔ (41)

گمراہ کن پروپیگنڈا

آج لامذہبی نظاموں کے خزینۂ فکر (Think tanks) دنیا میں اپنی بالادستی کو قائم رکھنے کے لیے دین اسلام کی انسانیت گیر فکر کو مسخ کرنے پر مصر نظر آتے ہیں۔ جس کے لیے انھیں ''خارجی'' اندازِ فکر کے طرزِ عمل سے خاصی تقویت حاصل ہو رہی ہے۔ چناں چہ وہ اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات کو باہم متضاد قرار دے کر یہ تأثر دینا چاہتے ہیں کہ ''اسلام دنیا کے دیگر مذہبی تصورات جیسا ایک مذہب ہے۔ جس کی سمت غیر واضح ہے، بلکہ بعض معاملات میں الجھی ہوئی ہے۔'' مثلاً ہفت روزہ ''گارڈین'' کا ایک تبصرہ نگار لکھتا ہے:

> **"Islam is a religion of peace and tolerance, but it is a religion of many other things too, compare the following quotes from the Quran: "There shall be no compulsion in religion" and: "Slay the unbeliever .... whenever you find him". (42)**

''اسلام امن و برداشت کا مذہب ہے، مگر یہ بہت سی دوسری اشیا کا بھی مذہب ہے۔ قرآن کی درجِ ذیل آیات کا موازنہ کریں ''دین میں کوئی جبر نہیں'' اور ''کفار کو قتل کر دو جہاں مل جائیں۔''

گویا تبصرہ نگار نے قرآن کی ایک آیت (سورۃ التوبہ آیت نمبر 05) کو فکری الجھاؤ کے نظریے کے تحت اسلام میں دہشت گردی کے تصور کے حق میں پیش کیا ہے۔ حالاں کہ اس آیت کے سیاق وسباق کے مطالعے اور رسول اللہ ﷺ کے سیرت و اُسوہ کی روشنی میں تمام صورتِ حال کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہاں تمام کفار کے قتل کا حکم نہیں دیا گیا کہ اسے سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 256 سے انحراف قرار دیا جائے، بلکہ کفار میں سے ایک مخصوص گروہ، جس نے دہشت گردی کے ذریعے سے 21 سال تک رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ پر عرصۂ حیات تنگ کیے رکھا اور جس کے ہاتھوں سے کئی معصوم انسان قتل ہوئے اور کئی گھر اجڑے۔ گویا قرآنِ حکیم نے

www.rahimia.org

دہشت گردوں کے قلع قمع کے لیے جو حکم دیا، اس کو تبصرہ نگار نے تمام کفار (Unbelievers) پر چسپاں کر کے اپنے من پسند نتائج اخذ کیے ہیں۔ یہ امر لائق ذکر ہے کہ مذکورہ آیت سے متصل اگلی آیت میں اس امر کو بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ اگر ان مجرم مشرکین میں سے کوئی بھی پناہ طلب کرے تو اس کو پناہ دے دو، یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام (پیغام) سن لے پھر اس کو محفوظ جگہ پہنچا دو۔ اور یہ اہتمام اس لیے کہا گیا ہے کہ وہ علم سے محروم ہیں۔

یوں اسلام کے تصورِ جنگ کا دائرہ صرف دہشت گردوں تک محدود رہا، حتیٰ کہ ان دہشت گردوں کے ہم مذہب بوڑھوں، اپاہجوں، معذوروں، خواتین، بچوں اور مذہبی عبادت گزاروں تک کو قتل کرنے سے سختی کے ساتھ منع کر دیا گیا۔ جب کہ آج کی مہذب دنیا نے اپنے مخالفین کے دائرہ کو ان کے افراد خانہ اور ان کے ہم مذہب افراد تک وسیع کر رکھا ہے۔

(9) غیر مسلموں کے لیے امن و عدل کی ضمانت

اسلام نے کفار کو پُر امن زندگی بسر کرنے کا پورا حق دیا ہے۔ بعض حلقے درجِ ذیل آیت سے منفی ذہنیت کی آب یاری کرتے ہیں:

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ۠ (43)

''ایسے لوگوں سے جنگ کرو، جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا اور نہ دین حق قبول کرتے ہیں۔ جو ان لوگوں میں سے ہیں جن کو کتاب دی گئی تاوقتے کہ ماتحت کم حیثیت (Subordinate) اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔''

اس آیت میں باہمی جنگ کے اختتام کے لیے ٹیکس کی ادائیگی کا تذکرہ کیا گیا ہے، جس کو شریعت کی زبان میں 'جزیہ' کہا جاتا ہے۔ یعنی اسلامی معاشرے کی طرف سے تحفظ و امن کی فراہمی کے بدلے اور جزا میں مالی ٹیکس ادا کیا جاتا ہے۔ اور ٹیکس ادا کرنے والے اسلامی معاشرے کی بالادستی تسلیم کر کے پُرامن شہری کے طور پر زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور ان کو بلاوجہ کسی طور ستانے کی اجازت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''من ظلم معاهدًا أو انتقصه أو كلّفه فوق طاقته أو أخذ شيئًا منه بغير طيب نفس منه فأنا حجيجه يوم القيامة.'' (44)

''جس نے کسی بھی معاہد پر ظلم کیا، یا اس کے حقوق میں کوتاہی کی، یا اس کی بساط سے بڑھ کر کوئی

www.rahimia.org

ذمہ داری عائد کی، یا اس کی خوش دلی کے بغیر اس سے کچھ بھی لیا، تو میں روزِ قیامت اس کی طرف سے حجت اور دلیل پیش کرنے والا (یعنی اس کا وکیل) ہوں گا۔''

اس حدیث سے آیتِ بالا کا مفہوم بالکل بے غبار ہو جاتا ہے کہ اسلامی معاشرے میں کسی بھی غیر مسلم شہری پر ادنیٰ سا ظلم بھی ناقابل برداشت ہے۔ اور اس کی طرف سے جزیے کی ادائیگی، اس کی خوش دلی پر ہی موقوف ہے کہ وہ معمولی سی رقم کی ادائیگی کے بدلے نہ صرف ذاتی تحفظ و امن سے بہرہ ور ہوتا ہے، بلکہ لازمی فوجی خدمت سے بھی مستثنیٰ قرار پاتا ہے۔ اور اسلامی معاشرے میں ایسے غیر مسلموں کے حقوق کے حوالے سے حساسیت پائی جاتی ہے۔

حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ان کا گزر شام میں کچھ ''نبطی'' لوگوں کے پاس سے ہوا، جو دھوپ میں کھڑے کیے گئے تھے۔ اور ایک روایت کے مطابق ان کے سروں پر زیتون کا تیل انڈیلا ہوا تھا۔ تو حضرت ہشام نے اس کی وجہ دریافت کی تو بتایا گیا کہ انھیں جزیے کے حوالے سے گرفتار کیا گیا ہے۔ اس پر حضرت ہشامؓ نے پُر یقین انداز میں کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے:

''إنّ اللّٰه يعذّب الّذين يعذّبون النّاس في الدنيا.''

''اللہ تعالیٰ یقیناً ان لوگوں کو عذاب دے گا، جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔''

پھر انھوں نے فلسطین کے امیر عمیر بن سعید کے پاس جا کر اس موضوع پر گفت و شنید کر کے ان لوگوں کی رہائی دلوائی۔ (45)

الغرض اس وقت دنیا کو ایک عالمی ضابطۂ انسانیت کی ضرورت ہے، جو ایک طرف تمام بنی نوع انسان کے لیے یکساں حقوق کا ضامن ہو تو دوسری طرف انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو ایک اعلیٰ فکر سے مربوط کرنے والا ہو۔ اور اس ضرورت کو اسلام کی وہ اعلیٰ فکر اور جامع ضابطہ کما حقہ پورا کرتا ہے، جو قرآن حکیم کے اساسی افکار پر حدیث و سیرت کی روشنی میں عملی تشکیل کے مرحلے سے گزر کر ایک رہنما منہج کی صورت اختیار کر چکا ہے۔

☆☆☆☆☆

www.rahimia.org

حوالہ جات

1. القرآن، سورة الاعراف: 158.
2. القرآن، سورة الانبياء: 107.
3. القرآن، سورة سبا: 28.
4. القرآن، سورة الحجر:94.
5۔ ابن قيم الجوزيه، محمد بن ابى بكر، ابوعبدالله، زادالمعاد فى هدى خير العباد. ج: 1. ص: 305. فصل فى مبدأ الهجرة. مطبعه: ميمنيه مصر (اس حوالے کی نشاندہی کے لیے مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال) کا ممنون ہوں)
6. مسلم بن حجاج القشيرى، الجامع الصحيح، باب كتاب النبى ﷺ إلى هرقل يدعوه الا الإسلام. حديث نمبر: 1773.
7. ابن قيم الجوزيه، زاد المعاد، فصل فى قدوم وفد نجران. بحواله مستدرک للحاكم.
8. القرآن، سورة المائده: 03.
9. القرآن، سورة الاسراء: 70.
10. البخارى، محمد بن اسماعيل، ابو عبدالله، الامام، الجامع الصحيح، كتاب الجنائز، باب من قام لجنازة يهودى. حديث نمبر 1235.
11. القرآن، سورة الحجرات: 13.
12. البخارى، الجامع الصحيح، كتاب الحدود، باب إقامة الحدود على الشريف والوضيع. حديث نمبر:6319.
13۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے موقع پر انصار کی رائے کو اپنی رائے پر ترجیح دی۔
(الجصاص، احمد على، ابوبكر، الرازى، احكام القرآن، ج: 02. ص:49. المطبع: البهى، مصر 1374هـ)
14. القرآن، سورة آل عمران:159.
15. الجصاص، احكام القرآن. ج:02. ص49.
16. ابو دائود، سليمان بن اشعث، السنن، كتاب الزكاة، باب ما تجوز فيه المسئلة. حديث نمبر:1641.
17۔ امینی، محمد تقی، مولانا، لا مذہبی دور کا تاریخی پس منظر۔ ص:65۔ مکی دار الکتب لاہور۔ 1996ء۔
18. القرآن، سورة البقره: 178.
19. ايضاً : 183.
20. ايضاً: 216.
21. القرآن، سورة النساء: 29.
22. ايضاً: 43.
23. القرآن، سورة المائده: 38.

www.rahimia.org

24۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہدِ خلافت میں جنگِ صفّین کے موقع پر مسلمانوں کے متحارب گروہوں نے تصفیے کے لیے حکم (فیصل) مقرر کیے تھے۔ (ابن کثیر، عمادالدین، ابوالفداء، البدایه والنهایه المعروف تاریخ ابن کثیر. ج: 07. ص:540. نفیس اکیڈمی، کراچی)
25. القرآن، سورة یوسف: 40.
26. القرآن، سورة النساء:35.
27. ابن کثیر، البدایه والنهایه. ج: 07. ص:544 ایضاً. السرخسی، محمد بن احمد، شمس الدین ابوبکر، المبسوط. ج:10. ص:128. دارالمعرفه بیروت.
28. البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، حدیث جبرئیل.
29. علی المتقی بن حسام الدین الهندی، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال. ج: 01. حدیث نمبر: 676. مؤسسة الرسالة بیروت.
30. مسلم بن الحجاج، ابوالحسین، القشیری، النیشاپوری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب بیان تحریم ایذاء الجار.
31. ایضاً، باب بنی الاسلام علی خمس.
32. النسائی، احمد بن شعیب، السنن، کتاب الایمان و شرائعه، باب صفة الایمان والاسلام، حدیث نمبر4880.
33. القرآن، سورة الحج:39.
34. ایضاً:40.
35. القرآن، سورة الکهف:29.
36. القرآن، سورة الانفال:39.
37۔ شبلی نعمانی وسلیمان ندوی، سیرت النبی۔ ج:04۔ ص:21۔ ادارہ اسلامیات پبلشرز، لاہور۔
38. القرآن، سورة التوبة:33. سورة الصف:09.
39۔ عبیداللہ سندھی، مولانا، قرآنی شعور انقلاب، تفسیر سورۃ القتال۔ ص421۔ مکی دارالکتب، لاہور۔
40. شاہ ولی اللّٰہ دھلوی، امام، البدور البازغه، فصل فی بیان صفة الامیر و سیرته، ص: 106. شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد، 1970ء.
41۔ عبیداللہ سندھی، مولانا، قرآنی شعور انقلاب۔ ص:429۔
42۔ Jason Burke, Ideology's violent face, Guardian Weekly July 22-28, 2005, P.14
43. القرآن، سورة التوبة:29.
44. ابوداؤد سلیمان بن اشعث، کتاب الخراج و الفیء و الإمارة. حدیث نمبر3052.
45 مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب البر و الصلة و الآداب، باب الوعید الشدید لمن عذب الناس بغیر حق. حدیث نمبر: 2613.

www.rahimia.org

مغربی جمہوریت اور اسلام کا موازنہ

آج کی متمدن دنیا میں جمہوریت کے تصور کا پوجا کی حد تک شہرہ ہے کہ اس کی آڑ میں دنیا میں دوسرے ممالک میں دخل اندازی سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔ جس طرح کہ اس وقت لیبیا جیسا ایک چھوٹا ملک، امریکہ، برطانیہ اور فرانس سمیت شمالی بحر اوقیانوس کی فوجی تنظیم (NATO) کی ننگی جارحیت کا شکار ہے۔ اور اس کے ایک حصے پر مغربی استعمار نے قبضہ کیا ہوا ہے اور دوسرے حصے میں نہتے شہریوں پر متواتر بمباری کی جا رہی ہے۔ اور اس کو نفاذِ جمہوریت کا مشن قرار دیا جا رہا ہے۔ فوا أسفٰی! حال آں کہ مغربی استعمار کی لغت میں جمہوریت نام کی کوئی قدر پائی ہی نہیں جاتی۔ ان کے اپنے ہاں بھی سرمائے کی اَساس پر کمپنیوں کا نظام، اپنے مینیجرز تبدیل کرتا ہے۔ اور اس کو جمہوریت کا عنوان دیا جاتا ہے۔ کسی گروہ کو قانونی، اخلاقی اور عقلی طور پر یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی ملک کے نظامِ حکومت کو طاقت سے ختم کرے۔ اور خاص طور پر جس ملک کے عوام معاشی لحاظ سے آسودہ ہوں، وہاں تو کسی بیرونی مداخلت اور اندرونی انتشار کا جواز نہیں بنتا۔

اسلام نے نہ صرف تمام سماجی امور میں باہمی مشاورت کا حکم دیا، بلکہ حدیث مبارک کے ذریعے مشاورت کی معنویت کو اس حد تک اجاگر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مشاورت کے نتیجے میں کئی مواقع پر اپنی بالادست حیثیت کے باوجود اپنی رائے پر اپنے ساتھیوں کی رائے کو ترجیح دی۔

(قرآنی فکر کی انسانیت گیر تشکیل میں سیرتِ نبویہ کی ناگزیریت۔ صفحہ: 108)

www.ranimia.org

QUARTERLY
Shauor o Aaghi
Lahore

Oct-dec 2011 Issue# 4 Vol.03 Regd.#370-S

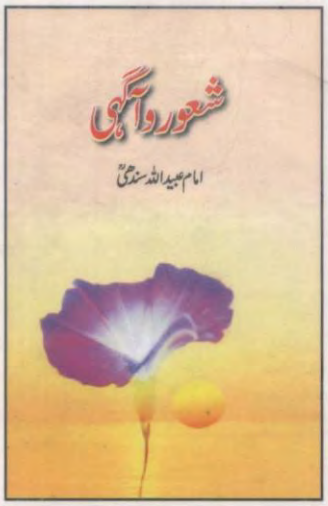

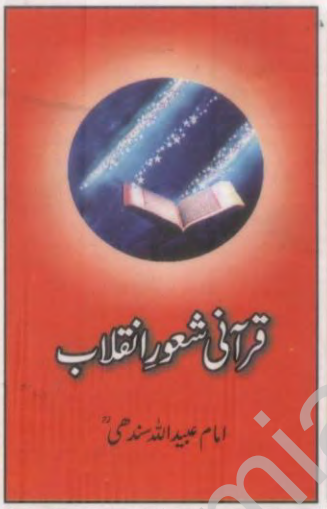

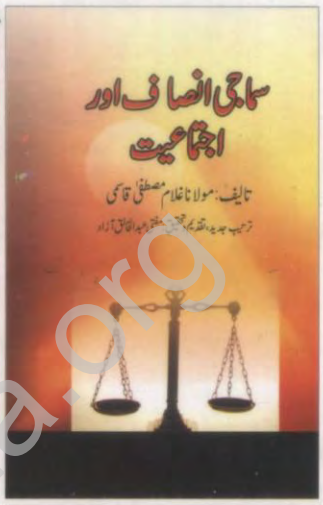

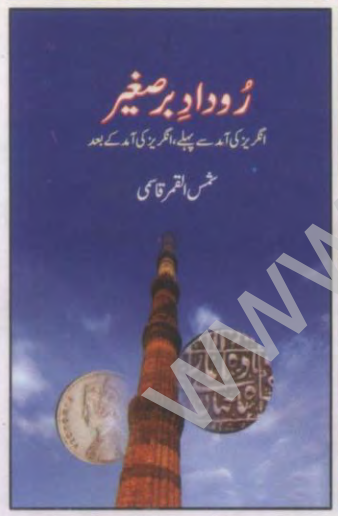

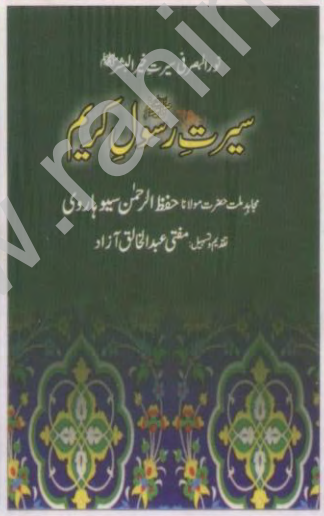

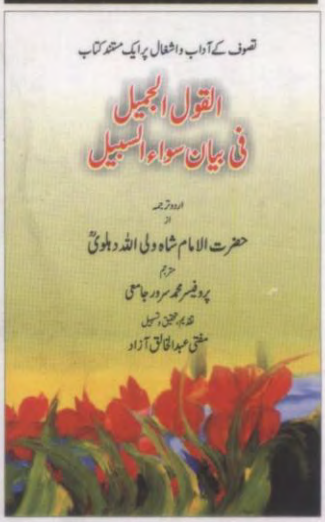

www.rahimia.org

رحیمیہ مطبوعات

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ، شاہراہِ فاطمہ جناح، لاہور

092-42-36307714 , 36369089 www.rahimia.org